

کبیرہ گناہوں کی حقیقت



www.KitaboSunnat.com

ابو عبد الرحمن شبیر بن نور



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

کبیرہ گناہوں کی حقیقت

ابو عبد الرحمن شبیر بن نور



www.KitaboSunnat.com

نور اسلام اکیڈمی

پوسٹ بکس 5166 ماڈل ٹاؤن لاہور، فون : 5884789

جملہ حقوق طباعت و اشاعت بحق نور اسلام اکیڈمی لاہور محفوظ ہیں

ناشر ————— حافظ خالد محمود خضر
مدیر عمومی نور اسلام اکیڈمی لاہور، فون : 588 4789
مقام اشاعت ————— خان سٹریٹ، اعجاز پارک، ماڈل ٹاؤن لنک روڈ، لاہور
مطبع ————— شرکت پرنٹنگ پریس، نسبت روڈ لاہور
اشاعت : ————— اول اکتوبر ۱۹۹۳ء
پنجم ————— جنوری ۱۹۹۹ء

ملنے کے پتے :

- قرآن اکیڈمی، 36-K ماڈل ٹاؤن لاہور، فون : 5869501-2-3
- مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، فون : 7237184
- نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور، فون : 7321865
- ادارہ منشورات اسلامی، بالتقابل منصورہ، تھان روڈ لاہور
- اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور، فون : 7664504
- مکتبہ نور حرم، 60 نعمان سنٹر، راشد منہاس روڈ، گلشن اقبال 5 کراچی
- دار الفُرْقَان للنشر والتوزیع
- ص ب 21441، الرياض 11475، سعودی عرب، فون : 435 8646

قیمت : 90 روپے

ترتیب

○ باب اوّل _____ ۹

گناہوں کی حقیقت اور اثرات

- فصل اوّل: گناہ کبیرہ کیا ہے؟ ۱۳
- فصل ثانی: ارتکاب گناہ کے اسباب ۱۵
- فصل ثالث: دل پر گناہوں کے اسباب ۲۵
- فصل رابع: انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات ۴۳
- فصل خامس: اخروی زندگی پر گناہوں کے اثرات ۶۰

○ باب ثانی _____ ۱۴۹

کبائر کی تفصیلات

- پہلا کبیرہ: شرک اکبر ۹۷
- دوسرا کبیرہ: شرک اصغر ۱۰۳
- تیسرا کبیرہ: جادو کرنا ۱۱۸

- چوتھا کبیرہ: قتل انسان ۱۲۳
- پانچواں کبیرہ: یتیم کا مال ہضم کرنا ۱۳۸
- چھٹا کبیرہ: سودی معاملات کرنا ۱۴۱
- ساتواں کبیرہ: میدان جنگ سے فرار ۱۴۹
- آٹھواں کبیرہ: پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا ۱۵۳
- نواں کبیرہ: والدین کی نافرمانی ۱۵۹
- دسواں کبیرہ: جھوٹ بولنا۔ جھوٹی گواہی دینا ۱۶۷
- گیارہواں کبیرہ: بیت اللہ کی حرمت پامال کرنا ۱۷۹
- بارہواں کبیرہ: ترک نماز ۱۸۴
- تیرہواں کبیرہ: زکوٰۃ ادا نہ کرنا ۱۹۷
- چودھواں کبیرہ: روزہ خوری ۲۰۹
- پندرہواں کبیرہ: حج ادا نہ کرنا ۲۱۵

مقدمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله
من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا ومن يهده الله
فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهد أن لا إله إلا الله
وحدّه لأشريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله صلى الله
عليه وسلم تسليماً كثيراً _____ اما بعد :

اللہ تعالیٰ کا اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی فضل و کرم اور احسان ہے کہ اُس نے
اپنے محبوب دین اسلام کی تکمیل کے لیے اُس کا انتخاب فرمایا اور پھر قیامت تک کے لیے
اس دین کے ہر چھوٹے بڑے حکم کو اپنے خصوصی انتظام کے ساتھ محفوظ فرمادیا۔ اسی کا نتیجہ
ہے کہ آج جہاں اصول دین محفوظ ہیں اس کے ساتھ ساتھ فروع دین کا بھی ایک ایک حکم تحریف
و تغیر کے بغیر موجود ہے۔ جس ہستی کامل صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دین نازل ہوا اس نے بھی پوری
ذمہ داری اور جانفشانی کے ساتھ زبانی اور عملی طریقوں سے اس دین کو لوگوں تک پہنچایا اور حکم
رب کے تحت اس کی ایسی تفسیر و تشریح کی کہ کوئی گرتہ تشنہ یا اوصورازہ را۔ ایک موقع پر تمام
احکام دین کو چند مختصر جملوں میں بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تَضِيعُوهَا وَحَدَّ حُدُودَ أَفْلاَ
تَعْدُوهَا وَحَرَّمَ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ

رَحْمَةً لَّكُمْ غَيْرِ فِتْنَيْنِ فَلَا تَبَغْثُوا عَنْهَا^۱

(۱) اللہ تعالیٰ نے کچھ کام تم پر فرض قرار دیتے ہیں، انہیں ضائع مت کرو۔

(۲) اور کچھ حدود مقرر کی ہیں، اُن سے تجاوز نہ کرو۔

(۳) اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔

(۴) اور کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے، ان کے بارے میں کھوج کریدیں نہ

پڑو۔ اور یہ خاموشی بھول کر نہیں، بلکہ رحمت کی وجہ سے اختیار کی ہے۔

ذرا غور کریں تو دین کے تمام احکام انہی چاروں اصولوں کے چوکھٹے کے اندر اندر ہی موجود ہیں اور ان چاروں میں سے کسی ایک اصول کی خلاف ورزی بھی گناہ کبیرہ شمار ہوتی ہے۔ یوں تو فرائض و واجبات کا علم حاصل کرنا بھی اشد ضروری ہے لیکن اعتیاد پسند حضرات نقصان پہلوؤں کے بارے میں زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ
وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُذَكِّرَنِي^۲

لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں دریافت کیا کرتے تھے جبکہ میں شر کے

بارے میں پوچھتا تھا، مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں میں اس کا شکار نہ ہو جاؤں؟

اسی لیے اہل علم نے امت کی راہنمائی کے لیے عقائد، فقہ، احکام، آداب اور دیگر موضوعات پر قلم اٹھا کر گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور اپنی ان تالیفات و تصنیفات کے ضمن میں

۱۔ سنن الدارقطنی ص ۵۰۲ و ص ۵۵۰۔ اس کے علاوہ منذ البزار اور المستدرک للحاکم میں بھی حدیث موجود

ہے۔ امام نووی نے الاربعین میں اور اساتذہ القادر الارناؤوط نے جامع الاصول (ج ۵، ص ۵۹) میں

حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الناقب، حدیث ۳۴۱۱۔

حسب موقعہ کبار کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے ارتکاب پر دنیوی و آخروی سزا کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں۔ ایسی تالیفات کے علاوہ بھی کبار کی پہچان کروانے اور ان کے انجام بد سے خبردار کرنے کی خاطر کچھ حضرات نے علیحدہ اور مستقل کتابیں تحریر کی ہیں۔ اور واقعہ علمی خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ جن حضرات کی تالیفات نے علمی دنیا میں شہرت حاصل کی ہے ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

- ① اس موضوع پر سب سے زیادہ معروف کتاب امام ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی کی ہے۔ آپ کی تالیف ”الکبائر“ جامع اور مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل شرعیہ سے آراستہ ہے۔ اس کا مشہور حسن محمود سلمان کی تحقیق نے کتاب کو مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔
 - ② امام الدعوة الشیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی کتاب ”الکبائر“ مختصر ہونے کے باوجود اس موضوع پر بہترین تالیف ہے۔
 - ③ بعض کبار کا تذکرہ ”مرویات اللعن فی السنۃ“ تالیف الاستاذ الکتور باسم فیصل الجریڈ میں تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔
 - ④ ”المنہیات“ کے نام سے امام ابی عبد اللہ محمد بن علی الترمذی نے بھی ایک اچھی کاوش پیش کی ہے۔
 - ⑤ اس موضوع پر غالباً سب سے زیادہ مفصل کوشش امام البر العباس ابن حجر المکی البیہقی کی ہے۔ آپ کی کتاب ”الزواجر عن اقتراب الکبائر“ لاجواب اور بے مثال محنت ہے۔ اسے کاش کتاب کی علمی انداز میں تحقیق اور تخریج احادیث بھی ہو جائے۔
- مذکورہ بالا کتابوں کو سامنے رکھ کر جو بات میری سمجھ میں آئی اُسے اردو زبان میں اور بقدر امکان سلیس انداز میں پیش کر دیا ہے۔ اس کوشش میں، میں کس قدر کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ تو اہل علم ہی کر سکتے ہیں، البتہ یہ استدعا ضرور کروں گا کہ جو بات غلط یا خلاف واقعہ نظر آئے اس پر مطلع فرمادیں۔ شکور گزار اور دعا گو رہوں گا۔

اس موقع پر میرے شکرو سپاس کا سب سے زیادہ مستحق ادارہ ماہنامہ ”میشاق“ ہے، بالخصوص سیدی و مخدومی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب دامت فیہم و برکاتہم علی المسلمین اور برادر اہلوطاحافظ خالد محمود خضر صاحب جن کی خصوصی توجہ و عنایت سے میری یہ کاوش بذریعہ ”میشاق“ قسط وار قارئین تک پہنچتی رہی اور چھپنے سے پیشتر ہی کتاب ایک بڑے حلقے میں متعارف ہو گئی۔ فجزاہم اللہ کل خیر۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ فضیلۃ الشیخ ابراہیم بن عبد اللہ الغیث اور فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارک پوری کے دنیا و آخرت میں درجات بلند فرمائے جنہوں نے تالیف کے مرحلے میں خاصا علمی تعاون دیا اور اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل سے اُن کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔

قارئینِ کرام سے التماس کروں گا کہ وہ میرے لیے، میرے والدین کے لیے اور میرے اساتذہ کے لیے زندگی میں دین پر استقامت اور آخرت میں مغفرت و رحمت کی دعا کریں۔
وَاسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ وَاقُوْبَ الِیْہِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَالِیْہِ اَنْیَبُ

ابو عبد الرحمن شبیر بن نور

الدوامی۔ سعودی عرب

۱/۱۴۱۴ھ

پس نوشت (اکتوبر ۱۹۹۵):

پیش نظر کتاب کی اشاعت کے بعد بعض حضرات کی طرف سے اس پر یہ اعتراض وارد کیا گیا کہ اس میں کبیرہ گناہوں کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس میں ”زنا“ جیسا کبیرہ شامل نہیں کیا گیا۔ لہذا اس ضمن میں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اس وقت جو کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ اصل کتاب کی جلد اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ زنا اور بعض دوسرے کبار کا ذکر دوسری جلد میں آئے گا، جو ابھی زیر تالیف ہے اور ان شاء اللہ العزیز جلد منظر عام پر آجائے گی۔

باب اول

گناہوں کی حقیقت اور اثرات

انسان خواہ کتنا ہی بڑا اور غریبوں والا ہو غلطی، لغزش اور غلو کرے نہیں چک سکتا۔ معصوم پس وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی آغوش رحمت میں پناہ دے دے، اور وہ ہے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی۔ ان محترم و معظم شخصیتوں کے بعد ہر انسان بہر حال ایک انسان ہے۔ خطا، غلطی اور لغزش کا پتلا۔ اس حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَلَيْسَ آدَمُ فَآكِلٌ مِّنَ الشَّجَرَةِ فَلَيْسَتْ ذُرِّيَّتُهُ وَخَطِيئَةٌ فَخَطِئَتْ ذُرِّيَّتُهُ۔

”حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے اور (منوعہ) درخت سے کھا بیٹھے۔ تو اُن کی اولاد بھی

بھول گئی۔ جناب آدم سے خطا ہوئی، تو۔۔۔ اُن کی اولاد نے بھی خطا کی۔“

مگر اس کے معنی نہیں کہ انسان جان بوجھ کر غلطی کرے اور غلطی پر غلطی کرتا جائے۔ بلکہ جس شخص کو اپنی

سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورت الاعراف۔ امام ترمذی نے حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ المستدرک للحاکم

کتاب التفسیر، باب اعطاء آدم اربعین سنہ من عمرہ لہذا و علیہ السلام ۳۲۵/۲۔ امام حاکم، اور امام ذہبی نے حدیث

کو صحیح قرار دیا ہے۔ محدث العصر شیخ الالبانی نے بھی اس حکم کی تائید کی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع ۵۲۰۸۔

آخرت عزیز ہو اور وہ حصولِ جنت کے لیے واقعی بخیدہ ہوا ہے اپنی استطاعت بھر رایتوں سے اور بالخصوص کبائر سے دُور اور بہت دُور رہنا ہوگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ فرائض کی پابندی کرنی ہوگی۔ اس کے بعد یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ اللہ رب العالمین اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس کی لغزشوں اور معمولی خطاؤں کو نہ صرف معاف فرمادیں گے، بلکہ اپنی بے پایاں رحمت کے دُرائے بھی اس کے لیے ہمیشہ کھلے رکھیں گے۔ اور جنت کا راستہ اس کے لیے آسان کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَنُدْخِلَكُمْ مَدْخَلَ كَرِيمٍ ۖ

”اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے تمہیں منع کیا جا رہا ہے تو تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کر دیں گے۔ اور تم کو عزت کی جگہیں داخل کریں گے۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا
هُمْ يَغْفِرُونَ ۖ

”اللہ کی نعمتوں کے سخی صرف وہ اہل ایمان ہیں، جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور اگر غصہ آجائے تو درگزر کرتے ہیں۔“

ایک جگہ ارشاد باری اس طرح ہے:

وَيَجْزِي الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ ۖ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ
الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ

”تاکہ اللہ) اُن لوگوں کو اچھی جزا سے نوازے جنہوں نے نیک رویہ اختیار کیا، جو بڑے بڑے

۷ سورۃ الشوریٰ، آیت ۳۷

۸ سورۃ النسا، آیت ۳۱

۹ سورۃ النجم، آیت ۳۱-۳۲

گناہوں اور کھلے کھلے قبیح افعال سے پرہیز کرتے ہیں، (آئیہ کہ) معمولی قسم کے) کچھ قصور ان سے سرزد ہو جائیں۔ بلاشبہ تیرے رب کا دامن مغفرت بہت وسیع ہے۔“

سنتِ مطہرہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کبار (بڑے بڑے گناہ) داخل جنت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ جَاءَ يَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِي الزَّكَاةَ وَيَحْتَنِبُ الْكَبَائِرَ كَانَ لَهُ الْجَنَّةُ

”جو آدمی (روز قیامت) اس حال میں پیش ہو کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا رہا، شرک نہیں کیا، نماز قائم رکھی، زکوٰۃ ادا کی، اور بڑے بڑے گناہوں سے بچتا رہا، اس کے لیے جنت ہی ہو گئی۔“

کبار کی نحوست انسان کی ہر نیکی کو غارت اور بے فائدہ بنا دیتی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَخَضَعُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُخْسِنُ وَضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَأَنَّهُ كَفَّارَةٌ لِمَا قَبْلُهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يَأْتْ كِبِيرَةٌ وَذَلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهُ

”جو مسلمان فرض نماز کا وقت پائے، پھر وہ عمدہ طریقے سے وضو کرے، خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرے، اور سکون و الطینان سے رکوع (و سجود) کرے، تو یہ نماز اس کے سارے سابقہ (چھوٹے) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ کبار سے بچا رہے۔ اور یہ بہول اسے ہمیشہ حاصل رہتی ہے۔“

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى

۱۔ سنن النسائی۔ کتاب تحریم الدم۔ باب ذکر الکبار۔ سند حسن ہے۔

۲۔ صحیح مسلم۔ کتاب الصلوة۔ باب فضل الوضوء والصلوة عقبہ۔

رَمَضَانَ مَكْفَرَاتٍ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنِبْتَ الْكَبَائِرَ ۖ

”پانچوں نمازیں، جمعہ سے لے کر جمعہ تک، رمضان سے لے کر رمضان تک اپنے اپنے درمیانی

دفعوں کے (صغائر) کے لیے کفارہ ہیں، بشرطیکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے۔“

بات سمجھانے کے لیے صرف تین حدیثیں ذکر کر دی ہیں، ورنہ اسی مفہوم سے طبعی مختلف

اعمال کے حوالے سے متعدد احادیث موجود ہیں، جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کبائر کا

ارتکاب انسان کو کسی ایک اضافی فائدے سے محروم کر دیتا ہے۔ آخرت کی جواب دہی اس پر مستزاد

ہے۔ کبائر کا معاملہ جب اس قدر سنگین اور دور رس نتائج رکھتا ہے، تو ہر صاحب ایمان کو

تفصیل اور ویل سے علم ہونا چاہیے کہ:

(۱) گناہ کبیرہ کیا ہے؟

(۲) ارتکاب گناہ کے اسباب کیا ہیں؟

(۳) انسان کے دل پر گناہوں کے کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں؟

(۴) انسانی زندگی پر ان گناہوں کے کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں؟

(۵) اگر گناہ سرزد ہو جائے تو دنیوی پریشانی اور اخروی حساب سے کس طرح بچا جاسکتا ہے؟

(۶) کونسی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں کہ انسان آئندہ گناہوں سے بڑی حد تک محفوظ رہ سکے؟

آئیے ان تمام سوالوں کا جواب آئندہ صفحات میں دیکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام و قوانین اس لیے نازل فرمائے ہیں تاکہ ان کی پابندی کی جائے اور ان سے بال برابر ادھر اُدھر نہ ہوا جائے۔ انسان بہر حال کمزوریوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کا مجموعہ ہے، اس لیے اس سے مجبُول چوک، غلطی یا نادانی ہو ہی جاتی ہے۔ نتیجہً وہ صراطِ مستقیم سے ہٹک جاتا ہے اسی غلطی اور نادانی کا نام ”گناہ“ ہے۔

اگر غلطی معمولی نوعیت کی ہو تو اسے ”گناہِ صغیرہ“ کہتے ہیں اور اگر یہ غلطی غیر معمولی اور اہم کم کی ہو، مثلاً کسی کی حق تلفی (حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد)، خدائی احکام کی نافرمانی یا اُن تعلقات اور رشتہ داریوں کو توڑنے یا خراب کرنے کی شکل میں ہو جن پر انسانی زندگی کا امن اور قرار منحصر ہے تو اسے گناہِ کبیرہ کہتے ہیں۔

اہل علم نے گناہِ کبیرہ کی پہچان ان الفاظ میں بیان کی ہے: ”ہر وہ کام گناہِ کبیرہ میں شامل ہے جس کے مرتکب کے لیے:

۱۔ دنیا میں کوئی حد یا تعزیر مقرر کی گئی ہو۔ مثلاً چوری کرنا، زنا کرنا، زنا کی تہمت لگانا، قتل کرنا، زمین میں فتنہ و فساد برپا کرنا۔

ب۔ یا آخرت میں اس کے لیے سزا کی وعید ہو۔ مثلاً مرتد ہو جانا، نفاق والی زندگی گزارنا، اللہ کے ساتھ شریک کرنا، رسولوں کا مذاق اڑانا۔

ج۔ یا اس گناہ کے نتیجہ میں خاتمہ ایمان کی اطلاع دی گئی ہو۔ مثلاً امانت میں خیانت کرنا، بدعہدی کرنا، نماز ترک کرنا۔

د۔ یا گناہ کرنے والے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

ہ۔ کتاب وسنت نے واضح الفاظ میں اسے امت مسلمہ سے خارج قرار دیا ہو۔ مثلاً شرک کرنا، غیر اللہ کے نام پر نذر و نیاز دینا۔

و۔ یا اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی ہو۔ مثلاً غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، والدین کو برا بھلا کہنا۔

ز۔ یاس پر اللہ تعالیٰ کے غصے اور غضب کا اعلان کیا گیا ہو مثلاً کچھ کیے کرانے بغیر انگلیں ملنا، ٹرھالیے میں زنا کرنا، بادشاہ ہوتے ہوئے جھوٹ بولنا۔

ح۔ یاکتاب و سنت میں ایسے کام کے متحجب کو فاسق قرار دیا گیا ہو مثلاً غیر شرعی احکام نافذ کرنا، جھوٹی گواہی دینا۔

ط۔ یا کتاب و سنت کی نص صریح نے اس کام کو حرام قرار دیا ہو مثلاً مردار کھانا، خنزیر کھانا، خون پینا۔

ی۔ ہر گناہ صغیرہ، گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جب وہ دین کے استخفاف یا اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں استکبار کے جذبے سے کیا جاتے اسی طرح اگر کوئی گناہ صغیرہ مسلسل کیا جائے تو گناہ کبیرہ کے زمرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درج ذیل قول سے ثابت ہوتی ہے :

لَا كِبِيرَةَ مَعَ الْإِسْتِغْفَارِ وَلَا صَغِيرَةَ مَعَ الْإِصْرَارِ-

استغفار کرنے سے بڑا گناہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور سلسل کرتے رہنے سے صغیرہ گناہ بھی

کبیرہ بن جاتا ہے :

از تکاب گناہ کے اسباب

ایمان کی کمزوری:

یہ دنیا دار الامتحان ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف ہدایت کے اسباب دیتا کیے ہیں تو دوسری طرف آزمائش اور امتحان کے لیے گمراہی کے اسباب بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ لہذا جب تک انسان اپنے اللہ کو یاد رکھتا ہے، اس کے مقام، اس کی صفات، اس کے اختیارات کے بارے میں ایمان تازہ رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور نتیجہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اس ذات باری تعالیٰ کا خوف یا اس کی یاد دل سے نکل جاتی ہے تو وہ شیطان یا نفس کے جنگل میں پھنس کر کسی نہ کسی گناہ کا ارتکاب کر گزرتا ہے جس قدر دلی یقین و اطمینان کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اسی قدر وہ اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتا رہے گا۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

”اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے لوگ ہی اس سے ڈرتے ہیں“

جس شخص کو علم ہو کہ اللہ کی ذات مقدس اسے ہر وقت دیکھ رہی ہے، اس کی ہر بات سن رہی ہے، حتیٰ کہ وہ اس کے دل کے اندر ہونے والی ٹپل سے بھی واقف ہے، جیسا کہ قرآن کریم ارشاد ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَفَعَلْهُم مَّا تَوْسَّوْهُمْ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ
أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝

”ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں سے ہم کو ہم جانتے

ہیں۔ ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔“

وہ کسی بھی قدم کے اٹھانے سے پہلے اس کے نتائج کو قیئاً سوچے گا۔ اور اس کا یہ علم یقیناً جس قدر سچتہ ہوتا جائے گا، اسی قدر اس کا ایمان مضبوط اور خوفِ خدا بھی زیادہ ہوتا جائے گا۔ اور پھر اسی نسبت سے وہ گناہ اور غلطی سے بھی دور و نفور ہو گا اور اس سے بچتا چلا جائے گا۔

انبیاء و رسل کا علم و عرفان درجہ کمال پر ہوتا ہے، اس لیے اُن کا ایمان انتہائی مضبوط و مستحکم اور خوفِ خدا اُن پر ہمیشہ طاری رہتا ہے۔ اور بالخصوص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں سب سے زیادہ علم و معرفت رکھتے تھے وہیں سب سے زیادہ اللہ کا خوف اور ڈر بھی رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

عَرَضْتُ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ
وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا ۖ

”مجھ پر جنت اور جہنم پیش کیے گئے تو میں نے خیر و شر کے سلسلے میں آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا
(یعنی اہل جنت اور اُن کے کردار کی شکل میں، اور اہل جہنم اور اُن کی کرتوتوں کی شکل میں) اور جو کچھ میں
جاتا ہوں اگر تم لوگ جان جاؤ تو تھوڑا ہنسو گے اور زیادہ روؤ گے۔“

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا:

إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ أَطَلَبُ السَّمَاءَ وَوَحَى
لَهَا أَنْ تَنطَلِقَ مَا فِيهَا مَوْضِعَ أَرْبَعِ أَصَابِعِ الْإِوْمَلِكِ وَأَضْعُجْ جَبْهَتَهُ
لِللَّهِ وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ

صحیح مسلم کتاب الفضائل باب توقیرہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ملتے جلتے لفظوں کے ساتھ صحیح بخاری

کتاب الاطلاق باب قول انہی: ”لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ...“ میں حدیث بیان ہوئی ہے۔

كَثِيرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرَشِ وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى
الصَّعْدَاتِ تَجَارُونَ إِلَى اللَّهِ لَوَدِدْتُ إِلَى شَجَرَةٍ تُعْصِدُ

”میں وہ چیزیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھتے، اور وہ کچھ سن رہا ہوں جسے تم نہیں سنتے آسمان
بوجھ کی وجہ سے چرچرا رہا ہے اور اسے حق ہے کہ چرچرائے، اس لیے کہ کوئی چار انگشت جگہ بھی
ایسی نہیں جہاں کسی فرشتے نے اللہ کے حضور جہیں نہ لگا رکھی ہو۔ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانو
تو حقوڑا ہنسنا کرو گے، زیادہ رویا کرو گے، اور اپنی بیویوں سے لذت اندوز بھی نہ ہو گے۔ بلکہ یوں
اور اونچائیوں کی طرف نکل جاؤ گے، جہاں اللہ کے حضور گڑگڑاؤ گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے کاش
میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ کر چھینک دیا جاتا۔“

معلوم ہوا کہ گناہوں کے الزکاب کا سب سے بڑا سبب اللہ کے حضور پیش آنے والے حالات کی
کمی اور ایمان کی کمزوری ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو علیم، خبیر، بصیر، علیم
بذات الصدور اور عالم الغیب والشہادۃ جانتے اور مانتے ہوئے، اس کے سامنے اپنی پویشی کا
یقین بھی رکھتا ہو اور دھڑلے سے گناہ بھی کرتا رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر یوم آخرت
پر اور ہاں پیش آنے والے جو ناک واقعات پر انسان کا ایمان ولہین نچتے ہو تو وہ بالعموم گناہوں سے
بچا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی ہولناکیوں کو قرآن کریم میں متعدد جگہ مختلف انداز بیان کے
ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝

سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَوْ تَقَلَّمُونَ مَا أَعْلَمُ“۔ امام ترمذی نے حدیث
کو حسن قرار دیا ہے۔ منہ نام احمد، ج ۵ ص ۱۷۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب المحزن والکلاء
حدیث ۴۱۹۔ محدث العصر فضیلۃ الشیخ ناصر الدین الالبانی نے بھی حدیث کو حسن کہا ہے۔ صحیح الجامع الصغیر
حدیث ۳۲۷۹۔ التمدک للحاکم ج ۴، ص ۵۷۹۔

يَوْمَ تَرَوْنها تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ
كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ
بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

”لوگو اپنے رب کے غضب سے بچو! حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا، اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔“

مزید ارشاد ہوا:

إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ
فُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمْتَ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ
وَأَخَّرَتْ ۝

”جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے پھرجائیں گے، اور جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے، اور جب قبریں کھول دی جائیں گی۔ اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پھلا سب کیا دھرم معلوم ہو جائے گا۔ ان ہولناکیوں پر ایمان کے ساتھ ساتھ انسان کو اس بات کا بھی یقین ہو جائے کہ اسے خود تنہا اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور دنیا کا سارا مال و متاع اور تعلقات و متعلقین یہیں رہ جانے ہیں۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرْكُمُنَا
خَوَلْنَكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۝

۱۔ سورۃ الحج، آیات ۱-۲

۲۔ سورۃ الانعام، آیت ۹۴

۳۔ سورۃ الانعام، آیات ۱-۵

”وَأَبَ تَم تَن تَنَّا هَارَے پَس حَاضِر هَو گئے، جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پید کیا تھا۔ اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو۔“

اور یہ بھی یقین ہو جانے کہ جو کام میں کروں گا اس کا انجام بھی مجھے ہی بھگتنا ہے۔ کوئی چالاکی یا کوئی ہیر پھیر یا کوئی بڑی سے بڑی سرپرست ہستی مجھے نجات نہ دلا سکے گی۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَأَتَقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝

”اور ڈرو اس دن سے جب کوئی ہستی کسی کے ذرا کام نہ آ سکے گی، نہ کسی کی طرف سے سفارش

قبول ہوگی، نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔“

اگر ان تمام حقائق پر واقعی اور سچے دل سے ایمان حاصل ہو جائے تو پھر کون مانی کا لالہ ہے جو گناہ اور غلطی کے قریب بھی پھٹکے لیکن شکل یہ ہے کہ زبانی اقرار کی حد تک تو ہم ان سب چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں مگر دل اسے اپنے اندر جکڑ دینے کو تیار نہیں۔ اور یہی وہ پس کی گانٹھ ہے جس کی دو شکل سے مینسر ہے۔

روز قیامت پیش آنے والے حالات کا مزید مطالعہ کرنا مقصود ہو تو استاذ عبد الملک علی الکلیب حفظہ اللہ کی کتاب ”اھوال القیامہ“ کا مطالعہ انتہائی مفید رہے گا۔ کتاب اصلاً عربی زبان میں ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ راقم الحروف نے ہی اس کا اردو ترجمہ کیا ہے اور نور اسلام اکیڈمی لاہور کے زیر انتظام شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔

عورتوں کی محبت :

نوع انسانی کی بقا اور تسلسل مرد و عورت کے وجود اور ملاپ میں ہے اسی لیے عورت کئی بے مرد میں اور مرد کے لیے عورت میں کشش رکھی گئی ہے۔ اگر یہ تعلق معروف طریقے سے ہو تو بہت بڑی انسانی خدمت اور تحفظ ایمان کی ضمانت ہے۔ لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت بلکہ شہوت پرستی کی وجہ سے معروف و مقرر حدود میں رہنے کے بجائے آزاد شہوت رانی کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اور اگر وہ ناجائز جنسی تعلقات کے جال میں نہ بھی پھنسے تو بھی وہ بسا اوقات خود اپنی بیوی کی غلط فہمائشوں اور زائد از استطاعت تقاضوں کی وجہ سے مختلف نوعیت کی ٹھوکریں کھا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ انسانی طبیعت کا خاصہ اور اس کی فطری کمزوری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالنَّحِيلِ الْمُسَوَّمَةِ
وَالْأَنْعَامِ وَالْأَحْدَثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ
حُسْنُ الْمَآبِ ۝

”لوگوں کے لیے مرغوباتِ نفس — عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے،

موشی اور زرعی زمینیں — بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی

کے سامان ہیں۔ اور حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔“

اصل یہ ہے کہ ہر وہ تعلق جو انسان کو اللہ سے دور یا اس کا باطنی کردے وہ اس کے لیے

آزمائش اور فتنہ ہے، خواہ عورتوں سے ناجائز تعلقات ہوں یا جائز بیویوں کے ناجائز تقاضے۔

اس معاملے میں احتیاط برتنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لے سورت آل عمران، آیت ۱۴

مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فَتْنَةٌ أَصْرُ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

”میرے بعد کوئی ایسی آزمائش یافتہ نہیں ہے جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔“

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ
كَيْفَ تَعْمَلُونَ بِهِ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةٍ
بَنَى إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ۔

”یقیناً دنیا بہت میٹھی، سرسبز اور شاداب ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تم کو اس دنیا میں اقتدار بخشے والا ہے۔ پھر وہ دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو وہ چنانچہ دنیا کی آلائشوں سے بچتے رہو۔ اور بالخصوص عورتوں کی آزمائش سے ڈرو۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔“

لیکن اس کے معنی نہیں کہ عورت ہونا بذاتِ خود کوئی برائی ہے۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اگر عورت نیک ہو تو دنیا کی عظیم ترین نعمت ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْءَةُ الصَّالِحَةُ۔

”دنیا ساری ہی فائدے کا سامان ہے اور سب سے اچھا سامان نیک عورت ہے۔“

لیکن جن عورتوں پر نیکی اور طلبِ آخرت کا غلبہ نہیں ہوتا وہ مردوں کے لیے یقیناً فتنے فساد، اور نیکی سے دوری کا سبب بنتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود بھی بُرائی کا شکار ہو کر جہنم کا راستہ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب یاتبعی من شتوم المرأة۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اہل الجنة الفقراء

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق۔ باب اکثر اہل الجنة الفقراء و بیان الفتنة بالنساء۔

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الرقاق۔ باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة۔

اختیار کرتی ہیں اور دوسروں کے لیے بھی بُرائی اور جہنم کا سبب بنتی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ ۖ

”میں جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا تو کیا دیکھتا ہوں سب سے زیادہ اس میں عورتیں ہی داخل ہوتی ہیں۔“

اولاد کی محبت:

اولاد کی محبت ایک فطری جذبہ ہے جو ہر انسان بلکہ حیوان میں پایا جاتا ہے۔ اگر محبت محدود شریعت میں رہے تو عظیم درجے اور مرتبے کا ذریعہ ہے۔ لیکن اگر یہ محبت انسان کو طلالِ حرام کی پہچان سے بے نیاز کر دے، فرائض سے غافل کر دے یا منکرات اور غلط اقدامات کی طرف لے جائے تو یقیناً بہت بڑا نقص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَوْلَادِكُمْ وَأَوْلَادِ كُمْ عَدُوٌّ لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۖ

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو!“

آگے چل کر فرمایا:

إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۖ

”تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق۔ باب صفۃ الجنۃ والنار۔ صحیح مسلم۔ کتاب الرقاق حدیث ۵۱

۲۔ سورت النفاہین، آیت ۱۴۔

۳۔ سورت النفاہین، آیت ۱۵۔

جو تعلق اور رشتہ انسان کو حقوق اللہ کی ادائیگی یا اخلاق فاضلہ سے محروم کر دے وہ یقیناً بہت بڑی آزمائش ہے۔ لہذا اوقات اولاد کی محبت بھی بہت سارے فرائض دینی او اگر نے میں آٹے آجاتی ہے یا انسان کروار کی مضبوطی اور فاضلانہ اخلاق اپنانے کی بجائے کمزوری اور کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے جس کی نشان دہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان میں موجود ہے:

إِنَّ الْوَلَدَ مَبْخَلَةٌ، مَجْبَنَةٌ، مَجْهَلَةٌ، مَحْزَنَةٌ۔

”اولاد انسان کے بخل، بزدلی، جاہل رہنے (یا غصے میں آجانے) اور حزن و دلال کا سبب ہے۔“

اولاد سے فطری محبت کے باوجود انسان کو وہی قدم اٹھانا چاہیے جو صحیح، معقول اور برحق ہو اس لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اولاد کی محبت میں وہ حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ادائیگی سے قاصر ہے اور قیامت کے روز اسے جواب دہی کرنی پڑے۔

مال کی محبت:

دیگر خدائی نعمتوں کی طرح مال بھی ایک عظیم نعمت ہے۔ اور فطرۃً انسان اس سے محبت بھی رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ
الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ۔

”لوگوں کے لیے مرغبات نفس — عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چید گھوڑے“

۱۔ سنہ ۱۱۷۳ھ، ص ۴۴، المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر الاسود بن خلف ۲/ ۲۹۶۔ ۱۱م

حاکم اور محدث العصر شیخ ناصر الدین الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے جامع الصغیر ۱۹۹۰

۲۔ سورت آل عمران۔ آیت ۱۴۔

مولیٰ اور زرعی زمینیں — بڑی خوش آئند بنادی گئی ہیں؛

آیتِ کریمہ میں عورتوں اور اولاد کے بعد ”مال“ کو چار شکلوں میں ذکر کیا گیا ہے: سونا، چاندی، عمدہ گھوڑا، مولیٰ اور زرعی زمینیں۔ یہ سب کی سب مال ہی کی قسمیں اور کلکیں ہیں۔

مال و دولت بذاتِ خود خیر ہی خیر ہے، لیکن اگر یہ سرکشی اور منہ زوری کا ذریعہ بن جائے تو

اس سے بڑا شر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَآفٍ كَارٍ ۖ أَنِ يَنصَحْ لِقَوْمِهِ أَنِ اسْتَغْنَىٰ ۚ

”ہرگز نہیں! انسان سرکشی کرتا ہے، اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو غنی اور بے نیاز دیکھتا ہے۔“

مال کے غلط استعمال کی وجہ سے آنے والی ہلاکت و بربادی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَابْشَرُوا وَأَمْلُوا مَا يُبْسِرُكُمْ، فَإِنَّ اللَّهَ لَا الْفَقْرَ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ
وَلَكِنْ أَخْشَىٰ عَلَيْكُمْ أَنْ تَبْسُطَ عَلَيْكُمْ الدُّنْيَا كَمَا بَسِطَتْ
عَلَىٰ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوا فِيهَا كَمَا تَنَافَسُوهُمَا وَ
تُهْلِكُكُمْ كَمَا أَهْلَكَتَهُمْ يَلِ

”تم خوش ہو جاؤ اور سرت بخش حالات کی امید رکھو۔ تم بہت کم بختیاری میں تمہارے متعلق غریب اور فقر کے
فتنے سے نہیں ڈرتا البتہ مجھے اس بات کا اندیشہ ضرور ہے کہ تمہیں دنیا اور تمہاری بے جیبی
کو تم سے پہلے لوگوں کو ملی تھی۔ تو جس طرح وہ لوگ دنیا کی دوڑ میں پڑ کر ہلاک ہو گئے، کہیں تم بھی اس
کی دوڑ میں پڑ کر ہلاک نہ ہو جاؤ۔“

۱۔ سورتِ الطلق، آیت ۶-۷

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجزئۃ والموادۃ

صحیح مسلم کتاب الزہد والرفاق باب اقل۔ کتاب کے شروع میں آٹھویں حدیث۔

اور اگر دنیا پرستی کی دوڑ انسان کو فرائض سے غافل کر دے تو مہم دنیا بھی گھٹائے میں اور آخرت بھی خسارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا تَجْعَلْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا أَوْلَادَهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

”ان کے مال و دولت اور ان کی کثرتِ اولاد تمہیں خوشنما نہیں لگنی چاہیے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ

انہی چیزوں کے ذریعے سے ان کو دنیا کی زندگی میں بھی مبتلائے عذاب کرے؛

اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے پیگی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ
ذِكْرِ اللَّهِ۔ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

”اے لوگو جو ایمان لاتے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں

جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

چنانچہ اگر انسان کا ایمان قوی ہو اور زندگی میں خوفِ خدا کا رنگ غالب ہو تو انسان مال جیسی دو دھاری تلوار سے نیکیاں ہی نیکیاں سمیٹ سکتا ہے لیکن اگر ایمان و تقویٰ سے داغالی ہو تو یہ مال انسان کو گمراہی اور بے راہ روی کی راہ پر ڈالنے میں بڑا معاون ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وسائلِ شر موجود ہوں اور خوفِ خدا کا فقدان ہو تو براستیوں سے بچ رہنا سخت مشکل ہے۔

بُرمی محض:

انسان کی فطری مجبوری ہے کہ وہ جس طرح کی محض میں اٹھتا بیٹھتا ہے ویسے ہی اثرات

۱۔ سورۃ التوبہ، آیت ۵۵۔

۲۔ سورۃ المنافعون، آیت ۹۔

قبول کرتا ہے۔ اسی لیے اہل اللہ اور اہل تقویٰ کی محفلوں میں بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَا تَصَاحِبُ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيًّا۔

”تم صرف مومن کی صحبت اپناؤ۔ اور نیک لوگ ہی تمہارے دسترخوان پر کھا سکتے ہیں۔“

اس کے عکس کافر منافق، فاسق اور فاجر لوگوں کی محفل سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں انسان کفریہ اور شرکیہ عقائد و اعمال اور گندی باتوں سے نفرت کرتا ہے لیکن غلط محفلوں میں بیٹھتے بیٹھتے آہستہ آہستہ اس کا سزلج ان باتوں کا عادی ہو جاتا ہے، چنانچہ پہلے تو نفرت ختم ہوتی ہے، پھر رفتہ رفتہ ان سے انس ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر وہ خود بھی ایسی باتوں میں دلچسپی لینے لگتا ہے اور انجام کار اس کی اپنی زبان سے بھی بے ہودہ باتیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ ایسی غلط محفلوں سے اجتناب کرنا امر ربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتَ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيَسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ۔

”جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کے خلاف کفر بکا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو، جب تک کہ وہ کسی دوسری بات میں نہ لگ جائیں۔ اب اگر تم ایسا کرتے ہو تو تم بھی انہی کی طرح ہو۔“

۱۔ سنن ابی داؤد۔ کتاب الادب باب من یوران یکالس۔ سنن الترمذی۔ کتاب الزہد باب ما جاز فی صحبۃ المؤمن
امام ترمذی نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ محدث العصر الشیخ الالبانی کے نزدیک بھی حدیث کا یہی حکم ہے
لاحظہ ہو تذکرہ الحاکم۔ کتاب الاطعمۃ۔ باب یا کل طعامک الا تلقی۔ ۱۲۸/۴۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے
حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ سورت النساء، آیت ۱۴۰۔

بُری محفل اور غلط دوستوں میں گھر کر انسان کئی ایک غلط کام شروع کر دیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی محفل اور بُری محفل اور اُن کے اثرات و نتائج کو ایک خوبصورت تشبیہ اور مثال کے انداز میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكَيْسِ - فَحَامِلُ الْمِسْكِ : إِمَّا أَنْ يُحْذِيكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَحْدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً - وَنَافِخُ الْكَيْسِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَحْدَ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً

”نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال ایسے ہی ہے جیسے خوشبودار اور لوہار کی بھٹی چھونکنے والا۔

کہ خوشبودار ساتھی یا خود تم کو خوشبودار کا عطیہ دے گا یا تم اس سے خوشبو خریدو گے یا کم از کم اس کی خوشبو کا خوشگوار چھونکا ہی تم کو آگے لگے گا۔ اس کے برعکس لوہار کی بھٹی چھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمہاری ناک تک اس کی بدبو ہی پہنچے گی۔“

ابوداؤد اور دیگر روایات میں دعوتیں کا بھی ذکر ہے۔

اس بیغ مثال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نیک محفل ہر شکل میں فائدہ مند ہے۔ اور بُری محفل ہر اعتبار سے نقصان دہ اور خطرناک ہے۔

غلبۂ شیطان:

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر آج تک اور قیام قیامت تک اولادِ آدم

صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب فی العطاء وبيع المِسْكِ۔

صحیح مسلم، کتاب التبر، باب استحباب مجالسة الصالحین۔

سنن ابی داؤد، سنن النسائی اور سنن ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

کا شیطان سے مقابلہ ہے اور رہے گا۔ شیطان کا دُور اور اس کے نوع بہ نوع دُور سے اور اگر اسی کے حربے انسان کے لیے چیلنج اور امتحان ہیں۔ قرآن کریم نے بیسیوں مرتبہ انسان کو ہدایت کی ہے کہ شیطان کے شر سے بچے کیونکہ وہ انسان کا ازلی دشمن ہے۔ فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا - إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

”در حقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے، اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیروں

کو اپنی راہ پر اس لیے بلاتا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔“

انسان کے پاس زندگی گزارنے کے دو ہی راستے ہیں: (۱) ربِّ رحمان کا مقرر کردہ راستہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں سورج کی طرح روشن اور واضح ہے (۲) اس کے ماسوا۔ اور جو کچھ اس کے ماسوا ہے وہ شیطان کا راستہ ہے، خواہ اسے کتنے ہی خوبصورت نام اور لیل سے پیش کیا جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

”اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں بدی اور فحش کا

حکم دیتا ہے، اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں کہ وہ اللہ

نے فرمائی ہیں۔“

کوئی انسان شیطان کے دُور سے اور حملے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ وہ انسان کے اندر خون کی مانند دوڑتا رہتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱۔ سورت الفاطر، آیت ۶۔

۲۔ سورت البقرة، آیت ۱۶۸-۱۶۹۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْعَلُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمْرِ

”شیطان انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے؛

چنانچہ شیطان انسان کے ہر معاملے میں اپنی طرف سے بھرپور مداخلت کی کوشش کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ أَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَأْنِهِ

”شیطان تمہارے پاس ہر موقع پر آتا ہے؛

شیطان کے آنے اور بُرائی کا حکم دینے کی یہ شکل نہیں ہوتی کہ وہ واضح الفاظ کے ساتھ انسان کو حکم دیتا ہو کہ فلاں کام کرو اور فلاں چھوڑ دو بلکہ وہ صرف دل میں ایک دوسوہ اور خیال سا پیدا کرتا ہے اور یہی دوسوہ اور خیال انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ ایسا کمزور دشمن نہیں کہ بس ایک دفعہ حکم کر کے واپس ہو جاتا ہو، بلکہ جملے پہ جملہ کرتا رہتا ہے۔ اور ہر محاذ سے حملہ آور ہوتا ہے۔ شیطان کے ایسے ہی پئے درپے حملوں سے دفاع کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورت الناس نازل فرمائی۔ فرمایا:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ إِلَهِ النَّاسِ ۝ مِنْ
شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ۝ مِنْ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

”کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی اُس دوسوہ ڈالنے والے کے شر سے، جو بار بار پلٹ کر آتا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں دوسوے ڈالتا ہے، خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“

۱۔ صبیح بخاری، کتاب الاستحکاف، باب ہل یخرج المتکلف لمواجبہ۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب بیان اَنَّهُ

يَتَسَبَّبُ لِمَنْ رُبِّيَ غَالِيًا بِأَثَرِهِ أَنْ يَقُولَ هَذِهِ فَلَانَةٌ

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الاثَرَةِ، باب استحباب لعق الاصابع۔

شیطان کے دوسرے انداز ہونے کے مختلف طریقے ہیں۔ کبھی وہ شرک کر دیتا ہے، کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط نظریات و تصورات ابھارتا ہے، کبھی آخرت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی زہن پائے تو بڑے بڑے گناہوں کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ حملہ بھی ناکام ہو تو چھوٹے چھوٹے گناہوں پر اُکساتا ہے۔ یہاں بھی دال نہ گلے تو افضل کام چھوڑ کر کم درجے والے کاموں میں مشغول ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ وار بھی خالی جلے تو انسان کو ریاضی، شہرت اور ناموری کی بیماری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے، یا پھر ”غلو فی الدین“ کا سبق دے کر انسان کی آخرت خراب کر دیتا ہے۔ بہر حال اس کی انتہائی کوشش ہوتی ہے کہ ہر طرف سے انسان پر حملہ آور ہو۔ خاص طور پر نیک اور دیندار طبقے پر وہ زیادہ محنت کرتا ہے، کیونکہ بے دین طبقہ تو پہلے ہی اس کا شریک سفر ہے۔^۱

نفسِ آمارہ؛

انسان کا اپنا نفسِ آمارہ اسے غلط راہ پر ڈالنے کا سب سے بڑا اور خطرناک ذریعہ ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظلم و جہل قرار دیا ہے۔ فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَبُولًا۔

”بے شک انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے۔“

اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس طاقت و اقتدار یا منصب و حیثیت ہوتی ہے تو دوسروں پر ظلم کرتا ہے۔ کہیں کسی کا مال کھا جاتا ہے تو کہیں کسی کی عزت سے کھیلتا ہے اور کہیں کسی کا حق دبا کر بیٹھ جاتا ہے اور اگر طاقت میسر نہ ہو تو حاسد بن جاتا ہے اور دوسروں کو نقصان پہنچانے یا

۱۔ شیطان کے ان سارے حملوں اور طریق کار کا ذکر علامہ ابن قیم الجوزیؒ نے التفسیر العظیم ص ۶۱۳، ۶۱۲،

ص ۵۹۶، اور مدارج السالکین ج ۱ ص ۲۲۱ میں بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۲۔ سورت الاحزاب، آیت ۷۲۔

اُن کے خواتین میں روئے اٹکانے کے لیے سازشیں کرتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان انتہائی تنگ دل اور کم ظرف بھی ثابت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَحْضَرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۝

”اور نفوس کو تنگ دلی کی طرف مائل کر دیا گیا ہے۔“

اس تنگ دلی، بخل اور کنجوسی کی وجہ سے متعدد گناہ اور جرم جنم لیتے ہیں۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ دلی کے نتائج اور اس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی طرف توجہ دلائے ہوئے

فرمایا:

اتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَافِمُهُ
عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ ۝

”اور تنگ دلی سے دور رہو۔ کیونکہ اسی تنگ دلی نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کیا۔ اسی تنگ دلی

نے انہیں خون بہانے اور اللہ کی حرام کردہ حدود کو پامال کرنے پر آمادہ کیا۔“

نفس انسانی کا خاصہ ہے کہ وہ بُرائی کی طرف جلد مائل ہوتا ہے، کیونکہ اکثر و بیشتر باتوں کی جڑ مال و جاہ کی محبت یا آژاد شہوت رانی کی خواہش ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تقریر قرآن حکیم نے ان الفاظ میں نقل کی ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَرَحَرْتُ، إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

”نفس توبہ کی پرگسا تاہی ہے۔ الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو۔ بے شک میرا رب بڑا غفور رحیم ہے۔“

۱۔ سورت النساء آیت ۱۲۸۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم منذ احمد ج ۳، ص ۲۲۲۔ الادب المفرد لابن البخاری، حدیث

۴۸۳۳۔ اسی سے طبعی حدیث منذ احمد ج ۲ ص ۱۵۹۔ التذکرہ للحاکم ج ۱ ص ۴۱۵۔ میں موجود ہے۔

۳۔ سورت یوسف، آیت ۵۳۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

بَلْ يُرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۚ

”مگر انسان چاہتا ہے کہ آگے ہی بد اعمالیاں کرتا رہے“

دوسرا ترجمہ اہل علم نے یہ کیا ہے: ”بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ برائیوں میں اور آگے بڑھتا چلا جائے“
دونوں ترجموں کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان برائی سے باز آنے کے لیے تیار نہیں، بلکہ اس راہ میں ترقی کرنا چاہتا ہے۔

نفسِ امارہ کے فتنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پناہ مانگتے تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے تھے۔ اکثر و بیشتر خطبہ جمعہ، خطبہ نکاح اور خطبہ عیدین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ فرماتے تھے:

وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا ۝

”اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے ہی نفسوں کے شر سے۔“

چنانچہ مجھے اور ہر مسلمان کو اپنے نفسِ امارہ کے فتنے اور شر سے ہمیشہ اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ اس کا فتنہ اور دوسرا انتہائی قریبی اور انتہائی موثر ہے۔ لہذا نفس کے ہر تقاضے کو آنکھیں بند کر کے نہیں مان لینا چاہیے، بلکہ دیکھنا چاہیے کہ یہ کام شرعی نقطہ نظر سے میرے لیے جائز بھی ہے یا کہ نہیں ہے؟ اور اگر کام جائز ہو تو پھر بھی ظاہری حالات اور حدود و مسائل کو سامنے رکھ کر زیرِ غور معاملے کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لینا چاہیے تب جا کر نفس کے مطلوبہ تقاضے پر عملی قدم اٹھانا چاہیے۔

۱۔ سورت القیامۃ، آیت ۵۔

۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی خطبۃ النکاح۔ سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب اجاز فی خطبۃ النکاح۔ سنن النسائی، کتاب الجمعة، باب کیف الخطبة۔ حدیث صحیح ہے، لیکن تعدد طرق اور شواہد کی وجہ سے۔

مشکوک معاملات میں الجھ جانا:

جن احکام و ہدایات پر کسی مسلمان کی ذمیوی سعادت یا آخروی فلاح کا دار و مدار ہے، اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھول کھول کر بیان کر دیا ہے کسی قسم کا الجھاؤ یا شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی جن لوگوں کو خلوص نیت سے دین پر عمل کرنا ہو ان کے لیے یہی ہدایات بہت کافی ہیں۔ اور اسی میں فلاح و نجات کا سامان موجود ہے۔ البتہ جو لوگ خواہش نفس کو کسی نہ کسی طرح دین کے نام پر پورا کرنا چاہتے ہیں وہ لوگ ایسے مشکوک مسائل میں الجھتے ہیں جن کی حلت یا حرمت کا حکم شریعت میں دو لوگ الفاظ میں نہ ملتا ہو۔ مگر بعض پہلو حلت کا تقاضا کرتے ہیں تو دوسرے بعض پہلو حرمت کا حکم لگاتے ہیں مثلاً گھوڑے اور خچر کا گوشت کھانا، کسی ایسے شخص کے گھر سے کھانا پینا جس کا ذریعہ معاش حرام یا مشکوک ہو، ایسے کپڑے استعمال کرنا جو اگرچہ رشیم تو نہ ہوں لیکن رشیم سے ملتے جلتے ہوں۔ اور بعض ایسی تجارتی شکلیں جس کا حلال ہونا واضح نہ ہو۔ ایسے معاملات میں کندہ کشی اور اقتیاد ہی سلامتی کی راہ ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام اور بالخصوص شرعی معاملات سے پرہیز اور اجتناب کی نصیحت فرمائی ہے۔ فرمایا:

إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعَرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَزْعِي حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ إِلَّا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، إِلَّا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ ۚ

”حلال بہت واضح ہے اور حرام بھی بہت واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ اور مشکوک

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترك الشبهات۔

چیزیں ہیں، جن کی اکثر لوگوں کو خبر ہی نہیں۔ اب جو آدمی مشتبہ چیزوں سے بچتا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کا تحفظ کر لیا اور جو انسان ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ انجام کار حرام میں پڑ جائے گا۔ (اس کی مثال ایسے ہی ہے) جیسے کوئی چرواہا کسی محفوظ سڑکاری چراگاہ کے بالکل آس پاس اپنے جانور چرا رہا ہو تو اغلب ہے کہ اس کے جانور چراگاہ کے اندر جا پڑیں گے۔ یاد رکھو کہ ہر مالک یا بادشاہ کی اپنی مخصوص حدود ہوتی ہیں۔ اور اللہ کی حدود اس کے حرام کردہ کام ہیں!“

مشکوٰۃ اور مشتبہ چیزوں سے کنارہ کشی کرنے اور واضح احکام و مسائل کی پیروی کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دَعُ مَا يُرِيْبُكَ اِلَى مَا لَا يُرِيْبُكَ ۖ

”جو کام (دل کو) کھٹکیں انہیں چھوڑ دو، اور وہ کام کرو جو نہ کھٹکیں۔“

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مشتبہ اور مشکوک چیزوں کے قریب جانے کی بجائے واضح اور کھلی ہوئی حلال چیزوں پر اکتفا کرنا چاہیے، ورنہ شدید خطرہ ہے کہ انسان کسی وقت حرام کا ارتکاب کر بیٹھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کی زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کی حلت میں ذرا سا بھی شک و شبہ گزرتا فوراً اس سے کنارہ کش ہو جاتے اور حلال محض چر فضا عت کرتے، خواہ دنیوی طور پر کتنا بڑا خسارہ برداشت کرنا پڑتا، متعدد گناہوں سے بچنے کے لیے یہی محفوظ راستہ ہے۔ اس لیے ایسے معاملات میں احتیاط اشد ضروری ہے۔



۱۔ منہ نام احمد ج ۱، ص ۲۰۰، حدیث ۱۷۲۳، تحفہ شاکر سنن الترمذی، کتاب صفت القیام باب ۶۱۔ التذکر
للملک، کتاب البیوع، باب دعایہ یک۔۔۔ الامم حکم، الامم ذمہ، الامم ترمذی، فضیلتہ الشیخ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

دل پر گناہوں کے اثرات

انسانی جسم کا اہم ترین جزو دل ہے۔ اگر یہ زندہ ہے تو انسان زندہ ہے اور اگر یہ مر گیا تو انسان بھی زندگی سے اتھوڑھو بیٹھا۔ عین اسی طرح انسان کی اصلاح اور بگاڑ کا دار و مدار بھی دل پر ہے۔ اگر دل صحیح ہے تو انسان کا سارا کردار اس کے اعمال اور اس کی ساری جدوجہد صحیح راستے کی طرف ہوگی اور اگر دل میں بگاڑ پیدا ہو گیا تو سارے کا سارا انسان اور اس کا کردار بگاڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور انسان کو نیت کے مطابق ہی پھل ملے گا۔“

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ
وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

”یاد رکھو! جسم میں ایک ٹکڑا ہے۔ اگر یہ ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک ہے۔ اور اگر یہ بگاڑ گیا تو سارا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب کی سب سے پہلی حدیث۔ صحیح مسلم، کتاب الادارہ، باب قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لیدینہ۔ صحیح مسلم، کتاب الساعات، باب اخذ الحلال وترك الشہات۔

جسم بڑ جائے گا۔ توجہ سے سن لو: اس ٹکڑے کا نام ہے دل!

اگر دل میں جذبۂ اطاعت کے ساتھ خلوص و اخلاص ہو، ریاکاری نہ ہو، کوئی دنیوی غرض نہ ہو تو ہر نیک کام باعث اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر دس گنا سے ستر گنا بلکہ سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ بڑھتا رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، الْحَسَنَةُ عَشْرًا أَمْثَلَهَا إِلَى سَبْعِمِائَةٍ ضَعْفٍ ۚ

”آدم زاد کی ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے۔“

دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک کا فرق خلوص و اخلاص اور صدقِ اطاعت کے تناسب سے ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں کوئی آثار چڑھاؤ آتا رہتا ہو یا اللہ تعالیٰ کے ہاں عطا و عنایت کی تقسیم غیر منصفانہ بنیاد پر ہو۔ نیز اگر نیک کام کرتے وقت کوئی دنیوی لالچ، دکھلاوا، یا شہرت و ناموری کا خیال آجائے تو نہ صرف بڑی سے بڑی نیکی ضائع ہو جاتی ہے بلکہ روز قیامت اُلٹے وبال جان بن جائے گی۔

(تفصیلات ”شُرکِ اصغر“ کے بیان میں دیکھ سکتے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے اخروی نجات کے لیے سب سے اہم شرط دل کی پاکیزگی کو قرار دیا ہے

فرمایا:

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۚ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝
”اُس دن مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد۔ بجز اس کے کہ کوئی شخص قَلْبِ سَلِيمِ لیے ہوئے
اللہ کے حضور پیش ہو۔“

۱۔ صحیح مسلم، کتاب العقیام، باب فضل العقیام۔

۲۔ سورۃ الشعراء: آیت ۸۸-۸۹۔

جب انسان کی اصلاح یا بگاڑ، اعمالِ صالحہ کے قبول یا عدم قبول، اور آخری نجات یا فساد کا معاملہ اصلاً دل پر منحصر ہے تو سب سے پہلے دیکھا جانا چاہیے کہ بُرے کاموں کا انسان کے دل پر کیا اثر ہوتا ہے؟ تاکہ معلوم ہو سکے کہ بُرے کام انسان کی اصلاح یا بگاڑ اور آخری حساب پر کس قدر اثر انداز ہوتے ہیں۔

۱۔ ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی غفلت اور محبت موجود ہوتی ہے۔ البتہ گناہ کرنے سے یہ غفلت و محبت رفتہ رفتہ ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اللہ کا خوف بھی انسان کے دل میں رہے اور پھر وہ گناہ بھی کرے۔

۲۔ کبھی کبھار گناہ کرنے کی شکل میں انسان کے دل میں مذمت و شرمندگی اور حیا کا خفیہ جذبہ بیدار ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ غلطی کر کے پھپھکتا بھی ہے۔ بالآخر اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ لیکن مستقل گناہوں کا عادی ان پاکیزہ جذبات سے بالکل خالی ہوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ گناہ کرنے کے باوجود اسے نہ کوئی مذمت ہوتی ہے اور نہ شرمندگی، بلکہ اُلٹا وہ اس پر فخر محسوس کرنے لگتا ہے اور محضوں میں اس کا چرچا کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتٍ مُّعَاظٍ إِلَّا الْمَجَاهِرُونَ وَإِنَّ مِنَ الْإِجْمَاعِ أَنْ يَعْمَلَ
الْعَبْدُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ رَبُّهُ فَيَقُولُ:
يَا فُلَانُ قَدْ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا۔

”میری امت کے ہر فرد کو مافیت مل جائے گی، سوائے اعلانِ گناہ کرنے والے کے، اور علی الاعلان گناہ کرنے کی ایک شکل یہ ہے کہ کوئی انسان رات کی تاریکی میں کوئی کام کرے۔ پھر اس حالت میں صبح کرے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کی پردہ پوشی کر رکھی ہو۔ لیکن از خود کہے کہ اے فلان!

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ستر المؤمن علی لفسہ۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب التہی عن تک
الانسان ستر لفسہ۔

آج رات میں نے فلاں فلاں کام کیے۔

۳۔ مسلسل گناہ کرنا اور کرتے ہی رہنا دل میں ٹیڑھ اور گنجی پیدا کر دیتا ہے۔ اس ٹیڑھ اور گنجی سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ گوشت پوست کا ٹکڑا جو انسان کے اندر ہر دم حرکت میں رہتا ہے اس میں کوئی مادی خرابی آجاتی ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی سوچ، سمجھ اور اس کی توجہ کا رخ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

”پھر جب انہوں نے ٹیڑھا اختیار کیا تو اللہ نے بھی اُن کے دل ٹیڑھے کر دیئے، اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ۔ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا، وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا، وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغْنَا مَآخِذَهُمْ أَمْشَلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَافِلُونَ ۝

”اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں، مگر وہ ان سے سوچتے نہیں۔ اُن کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں۔ ان کے پاس کان ہیں، مگر وہ اُن سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوتے ہوتے ہیں۔“

۴۔ محض لفظوں کو پڑھ لینے یا اُن کا مفہوم سمجھ لینے کا نام علم نہیں ہے، بلکہ علم صحیح کی پہچان یہ ہے کہ وہ انسان کو حقیقت کی راہ دکھائے اور گمراہیوں سے بچانے کا ذریعہ بنے۔ گناہوں کا رسیا

۱۔ سورت الصف، آیت ۵۔ ۲۔ سورت الاعراف، آیت ۱۷۹۔

انسان خواہ کتنے ہی لفظ پڑھ لیتا ہو اور اس کے معانی میں کتنے ہی لطیف اور باریک نکتے بیان یا ایجاد کر سکتا ہو، وہ علم کی برکت اور اس کے نور سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حصول علم کے لیے تقویٰ کی شرط لگائی ہے۔ فرمایا:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَيَعْلَمَ كُ اللَّهُ

”اور اللہ سے ڈرتے رہو! اللہ تعالیٰ تم کو حقائق کا علم دیتا رہے گا۔“

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حصول علم کے لیے آئے۔ حضرت امام شافعیؒ کا حافظہ اور سوچ بوجھ دیکھ کر امام مالکؒ کو بہت خوشی ہوئی۔ انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو منور کیا ہوا ہے۔ گناہوں کی تاریکی میں چکر اس نور کو ضائع نہ کر لینا۔“

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل دو شعر توہر طالب حق اور طالب علم کو ہمیشہ یاد رہنے چاہئیں:

سَكُونٌ إِلَى وَكَيْعٍ سَوْءٍ حَفْظِي فَأَرْشَدَنِي إِلَى تَرْكِ الْمَعَاصِي
وَ أَخْبَرَنِي بِأَنَّ الْعِلْمَ نُورٌ وَنُورُ اللَّهِ لَا يَهْدِي لِعَاصِي

”میں نے اپنے استاد کو یہ شعر یاد کیا تو وہ نے کہا کہ حفظ کی کمی ہے۔ انہوں نے مجھے گناہ چھوڑ دینے

کی ہدایت کی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ علم اللہ کا نور ہے۔ اور اللہ کا نور غلط کاروں کو گمراہ نہیں

کیا جاتا۔“

۵۔ ظاہر بین انسان سمجھتا ہے کہ سکون اور آرام مال و دولت اور آسائش دنیا میں ہے۔ حالانکہ اصل سکون اور چین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۲

۲۔ الجواب الکافی، ص ۵۲ تالیف امام ابن قیم الجوزی رحمہ اللہ

۳۔ دیوان الامام الشافعی، ص ۷۱۔ دارالکتب بیروت

فرمان ہے:

الَّا يَذْكُرِ اللّٰهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ ۝

”آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون نصیب ہوتا ہے۔“

احکام الہی سے منہ موڑنے والے آدمی کو یہ سیکھ چکے ہیں کہ نصیب نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کروڑ پتی ہو جائے یا دنیا کی کتنی ہی نعمتیں اس کے پاس مہیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمٰی ۝

”اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی۔ اور قیامت کے روز ہم اسے سناٹا دکھائیں گے۔“

۶۔ گناہوں اور بدکاریوں میں مبتلا طوطا رہنے کی وجہ سے انسان کے دل سے گناہ کا احساس اور اس کی کراہیت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَىٰ ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَىٰ ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَّرَعَىٰ أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هَكَذَا۔ ۱؎

”مومن اپنے گناہوں کو اس انداز سے دیکھ رہا ہوتا ہے گویا کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور اسے اندیشہ ہے کہ یہ پہاڑ اس کے اوپر گر نہ جائے۔ اور فاسق و فاجر آدمی کے نزدیک گناہوں کا عالم ایسے ہے جیسے کوئی ننھی اس کی ناک پر بیٹی اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اڑا دیا۔“

۷۔ ایمان کامل کا تقاضا ہے کہ انسان نہ صرف خود برائیوں سے دور رہے بلکہ دوسروں کو بھی

۱؎ سورت المد، آیت ۲۸۔ ۲؎ سورت النور، آیت ۱۲۴۔

۳؎ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبۃ۔

حسب توفیق برائیں سے روکتا رہے۔ اور اگر روک نہیں سکتا تو کم از کم اسے دل میں برا ضرور سمجھے اور یہ ایمان کا کم از کم تقاضا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ يَدُوْهُ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فِلِسَانَهُ
فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَيَقْلِبْهُ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ ۖ

”تم میں سے جو کوئی بُرائی دیکھے وہ اسے بزور بازو بدل دے۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو زبان سے اس کے خلاف جہاد کرے“ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو کم از کم دل میں ہی اسے بُرا کہے۔ اور یہ سب سے

کم زور ایمان ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو آدمی ہاتھ سے بُرائی کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور جو زبان سے بُرائی کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور جو دل سے بُرائی کو بُرا سمجھے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور اس کے بعد راتی کے دانے جتنا بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔ معلوم ہوا کہ کم از کم ایمان بلکہ ایمان کا آخری حصہ بُرائی سے نفرت ہے۔ اگر کوئی بُرائی سے نفرت کی بجائے اُنسا محبت شروع کر دے تو اس کے پلے ایمان کا کوئی حصہ باقی نہیں بچتا اور اس کے دل پر کفر کی مہر لگا دی جاتی ہے، خواہ وہ کسی بڑے سے بڑے مسلمان گھرانے کا فرد ہو اور اس کا نام بھی عبد اللہ اور عبد الرحمن ہی کیوں نہ ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا كَانَتْ تُنْكَتُهُ سَوْءَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ
وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبُهُ،
فَذَلِكَ ”الرَّأْنُ“ الَّذِي قَالَ جَلَّ شَأْنُهُ: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ

صحیح مسلم کتاب الایمان، باب وجوب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر سنن ابی داؤد، کتاب اللام، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر سنن الترمذی، کتاب المغن، باب ما جاء فی تغییر المنکر بالمعید۔

صحیح مسلم حوالہ سابقہ۔

مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (سورت المطففين، آیت ۱۳)

”جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ واستغفار کر لے اور گناہ سے باز آ جائے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔ اگر گناہوں میں آگے بڑھا گیا تو یہ سیاہ دھبہ بھی بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے سامنے دل کو کالا کر دیتا ہے۔ اور یہی وہ رَأْن (زنگ اور میل کچیل) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے (سورت المطففين آیت ۴) میں تذکرہ کیا ہے :

”ہرگز نہیں، بلکہ ان لوگوں کے دلوں پر اُن کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔“

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان کا دل صاف سُتھرے کپڑے کی طرح سفید ہے جو ان انسان گناہ کرتا چلا جاتا ہے اس پر دھبے پڑتے چلتے جاتے ہیں۔ اس دوران انسان مختلف مراحل سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ چھ مراحل کا ہم تذکرہ کیا ہے اور بالآخر ساتویں مرحلے پر اس کے دل پر مستقل زنگ چڑھ جاتا ہے اور وہ کلیۃً سیاہ ہو جاتا ہے۔

امام ابن جریر طبری، امام ابن کثیر رحمہما اللہ اور دیگر ائمہ تفسیر کی رتے سے کہ جب اس کے سامنے دل پر زنگ چڑھ جائے اور وہ مکمل طور پر گناہوں کی پاداش میں سیاہ ہو جائے تو وہ مرحلہ آ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

خَمَّ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ

”اللہ نے اُن کے دلوں اور اُن کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اُن کی نگاہوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔“

تو معلوم ہوا کہ گناہوں کا اثر دل پر ایک نکتے سے شروع ہوتا ہے اور بالآخر سامنے دل کو کالا کر کے چھوڑتا ہے۔ انجام کار اس دل پر اللہ کی طرف سے مہر لگا دی جاتی ہے اور وہ مستقل ہدایت ربانی سے محروم ہو جاتا ہے

اعاذنا اللہ بفضله وکرمه من ذلک

۱۔ منہ امام احمد، ج ۲، ص ۲۹۷، حدیث ۴۹۳۹، تحقیق شاکر طبع دار المصنف۔ سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ۱
من سورۃ ویل المطففين۔ المذکرک للہاکم، کتاب التفسیر، سورۃ المطففين ۲/۵۱۷۔ امام حاکم، امام ذہبی اور
امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اسناد شاکر نے تصانیف کی ہے۔ ۲۔ سورۃ البقرہ، آیت ۷۔

انسان کی انفرادی زندگی پر گناہوں کے اثرات

اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو بسایا، اس میں رنگارنگ نعمتیں رکھیں اور بارشوں، دریاؤں، سورج کی شعاعوں اور ٹھنڈی ہواؤں کے ذریعے اسے سرسبز و شاداب بنایا۔ اب اس کے اندر جو بھی کمی، کوتاہی، خرابی اور فساد ہوگا اس کا کافی الواقع سبب انسان کے غلط کر توت اور برے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ
لِيَذِرَ يُقَمُّهُ بَعْضُ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

”خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے، تاکہ اللہ عزوجل ان کو ان کے بعض اعمال کا، شاید کہ وہ باز آجائیں۔“

اس حقیقت کا بار بار اور اک کر لینے کے باوجود انسان ہے کہ فساد فی الارض سے باز ہی نہیں آتا، اور کرتا ہی چلا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ قیامت تک کے لیے زمین اپنی خصوصیات سمیت اپنا وجود برقرار رکھے گی۔ لہذا انسان کو توجہ دلانے اور اسے گناہوں سے باز رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ تنبیہات کا انتظام کر رکھا ہے اور یہ ہیں کسی معاشرے کو گناہوں کی پاداش میں

اجتماعی شکل میں ملنے والی سزائیں۔ لیکن یہ صرف اہل دل اور صاحب بصیرت حضرات کو ہی نظر آتی ہیں۔ مثلاً سیلاب، قحط، زلزلے، وبائی بیماریاں، باہمی دغا، فساد، خانہ جنگی وغیرہ۔ باقی رہے وہ لوگ جو ایمان سے خالی اور کورحیم ہیں تو ایسے حضرات اس قسم کی سزاؤں کی صرف عقلی تعبیریں ہی کرتے ہیں۔ انفرادی جرائم کی قانونی سزا اللہ تعالیٰ نے حدود، تعزیرات اور کفارات کی شکل میں مقرر کی ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

۱: گناہوں کی دنیوی سزا — قانونی شکل میں

شریعت نے مندرجہ ذیل جرائم کی حسب ذیل حدود مقرر فرمائی ہیں:

- ۱- قتل عمد کی سزا۔ قتل
- ۲- شادی شدہ زانی کی سزا۔ قتل (بذر لیچ سنگساری)
- ۳- مرتد کی سزا۔ قتل
- ۴- جادو کی سزا۔ قتل
- ۵- بغاوت کی سزا۔ قتل (اسی میں ڈاکہ، فساد فی الارض بھی شامل ہے)
- ۶- غیر شادی شدہ زانی کی سزا۔ سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی۔
- ۷- نشہ آور اشیا کے استعمال کی سزا۔ اسی کوڑے۔
- ۸- زنا کی تہمت لگانے کی سزا۔ اسی کوڑے۔ اور آئندہ گواہی کے لیے ناقابل اعتماد و نااہل قرار دیا جانا۔
- ۹- چوری کی سزا۔ ہاتھ کاٹ دینا۔

دیگر مختلف جرائم کی اس طرح دو لوگ سزا تو مقرر نہیں فرمائی، البتہ قاضی کو سزا تجویز کرنے کا اختیار دیا ہے جسے تعزیرات کہتے ہیں۔ اس کا اصول یہ ہے کہ کسی نے کسی کی جان، مال، عزت اور نسب پر اس انداز کی زیادت کی ہو کہ وہ مذکورہ بالا جرائم کی فہرست میں تو نہ آتی ہو لیکن متعلقہ فرد کا

حق تلف ہوتا ہو یا اسے تکلیف پہنچتی ہو۔

علاوہ ازیں کچھ قصور ایسے بھی ہیں جن کی پاداش میں کفارے (شرعی جرمانے) مقرر فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً:

- ۱۔ قسم توڑنا؛ اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا، یا ڈس مسکینوں کو لباس دینا یا ڈس مسکینوں کو کھانا کھلانا، اور اگر ان میں سے کسی ایک کفارے کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھنا۔
- ۲۔ حدودِ حرم میں شکار کرنا؛ اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے اسی جیسا جانور قربان کرے۔ اس کا فیصلہ دو متقی پرہیزگار افراد پر مثل پنچاسیت کرے گی۔
- ۳۔ رمضان کا روزہ جماع کر کے توڑنا؛ اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔
- ۴۔ ظہار کرنا یعنی اپنی بیوی کو جان بوجھ کر حرمت کی نیت سے ماں، بہن، بیٹی کے برابر قرار دینا۔ اس کا کفارہ ہے غلام آزاد کرنا۔ اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھنا۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

ب: مصیبتیں اور پیشانیاں

غلطی، کوتاہی، لغزش اور خطا تو ہر انسان سے سرزد ہوتی رہتی ہے۔ البتہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ اصلاح اور سنبھل جانے کی مہلت دینا چاہتا ہو اسے کسی نہ کسی آزمائش اور پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے، تاکہ شاید وہ اسی طرح چمک جائے اور اپنی اصلاح کی طرف تامل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کافران ہے:

وَلَنَذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

”اُس بڑے مذاب سے پہلے ہم اسی دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے، مذاب کا مزا انہیں چکھاتے رہیں گے، شاید کہ یہ اپنی باغیا دروش سے، باز آجائیں۔“

اس حکمت الہی کے علاوہ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کی سزا کو اللہ تعالیٰ تو عذر نہیں کرنا چاہتا، تاکہ مجرم کو اس دنیا میں سزا بھی ملے اور وہ دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بھی بنے باقی رہا آخرت کا معاملہ تو وہاں تو اسے اپنے کرتوتوں کا مزا پکھڑا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ ذَنْبٍ اَجْدَرُ اَنْ يُعَجِّلَ اللهُ تَعَالٰی لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ
فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَذْخُرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحْمِ۔

”سرکشی اور نسی قربت کو کاٹنے سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کے ترکب کی آخری سزا برقرار رکھتے ہوئے دنیا میں اس کی سزا کے لیے اللہ تعالیٰ جلدی کرے۔“

یعنی سرکشی کرنا اور نسی قربت کا ٹنڈا دوا لیے سنگین جرم ہیں جس کے ترکب کو دنیا میں بھی نقد سزا ضرور ملتی ہے اور وہ آخرت میں بھی اپنے انجام کو ضرور بھیگتے گا۔

گناہوں میں مبتلا ہونے کا ایک سبب مال کی محبت ہے، حالانکہ مقررہ رزق انسان کو ہر شکل میں ملنا ہی ملتا ہے۔ انسان جب اپنی آخرت کو بھول کر صرف دنیا پرست اور مال و دولت کا غلام بن جاتا ہے تو دنیا تو اسے نصیب ہی کی ملتی ہے البتہ زندگی ضرور اجیرن ہو جاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

۱۔ منہ اعمد ج ۵، ص ۳۶-۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب باب الہمی عن ابی۔ سنن الترمذی، کتاب صفة القیامۃ، باب رقم ۵۸۔ امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، باب اجمع آیت فی القرآن للخیروالشیء ۲/۲۵۶۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک میں اور محدث العصر شیخ الالبانی نے صحیح الجامع الصغیر حدیث ۵۶۰۴ میں مذکورہ بالا حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا هَمَّهُ فَتَرَقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرُهُ وَجَعَلَ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَلَمْ يَأْتِهِمْ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ ۖ

”جس انسان کا مقصد زندگی صرف دنیا ہی ہو اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو بکیر دیتے ہیں اور اس کی فقر و غلہ سنی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور اسے دنیا بھی بس اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے نصیب میں لکھی جا چکی ہے۔“

اس پریشان حال زندگی کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے:

مَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى ۖ

”جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا، اس کے لیے دنیا میں تنگ زندگی ہوگی، اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا ٹھاتیں گے۔“

ان سب مفصل دلائل کے باوجود بھی اگر کوئی صرف دنیا پر ریجھ کر اپنی آخرت خراب کر رہا ہو تو اس کے حق میں صرف دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

ج: نیک اعمال پر گناہوں کے اثرات

گناہوں میں ٹوٹ آدمی بس اسی حد تک ہی بذنوب نہیں ہوتا کہ وہ گناہ کر رہا ہے، بلکہ

سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الصبر، بالنسبة لدنیا حدیث ۴۱۰۵ مشہور محقق و محدث محمد فواد عبدالباقی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ نیز شیخ الالبانی نے بھی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث ۹۷۹، ۹۵۰۔ اس سے طبری جلیقی روایت امام ترمذی نے بھی اپنی سنن میں بیان کی ہے، ملاحظہ ہو کتاب منقۃ القیامۃ باب ۳۱۔

سنت طبر، آیت ۱۲۲۔

آئندہ کے لیے بھی وہ توفیق الہی سے محروم ہو جاتا ہے اور شیاطین اس پر تسلط ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ انہی کی فریب کاریوں کا شکار رہتا ہے۔ بالآخر موت سے واسطہ پیش آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يَعْشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۝
وَأَنَّهُمْ لِيَصَدُّوْنَ عَنْ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ
مُهْتَدُونَ ۝

”جو شخص رحمن کے ذکر سے تغافل کرتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے۔ یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہِ راست پر آنے سے روکتے ہیں، اور وہ اپنی ہلکی سی جگت میں کہہ مٹھیک جا رہے ہیں۔“

بعض گناہ تو اتنے خطرناک اور انجام کے اعتبار سے اتنے نقصان دہ ہوتے ہیں کہ ان کی وجہ سے سابقہ کیے کرائے سارے نیک کام تباہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً شرک کرنا جو آدمی ساری زندگی نیک کام کرتا رہا اور کبھی لمحہ بھر کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوا، اگر وہ بھی شرک کرے تو اس کے سارے سابقہ نیک اعمال بالکل طیامیٹ ہو جائیں گے، خواہ وہ انسان کتنے ہی عظیم درجے اور مرتبے پر فائز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ جلیل القدر و عظیم المرتبت پیغمبروں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

”لیکن اگر کہیں (بفرض محال) ان پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا کیا کرایا سب عدت ہو جاتا۔“ جس طرح شرک بہت بڑا جرم ہے اسی طرح نیک کام میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی

۱۔ سورت الزخرف، آیت ۳۶-۳۷

۲۔ سورت الانعام، آیت ۸۸

یا رضا جوئی بھی بہت بڑا جرم ہے، جسے شرک اصغر یا ریاکاری کہا جاتا ہے۔ ریاکاری بڑے سے بڑے نیک کام کے اجر و ثواب کو نہ صرف ضائع کر دیتی ہے بلکہ انکار یا کار کو روز قیامت مجرموں کی قطار میں کھڑا کر دے گی جس کی تفصیل باب دوم (شرک اصغر کے بیان) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس عقیدے کی خرابی کے علاوہ بعض گناہ بہت دور رس نتائج کا سبب بنتے ہیں مثلاً حرام خوری کرنا۔ حرام خور کی کوئی عبادت حتیٰ کہ دعا بھی قبول نہیں ہوتی، خواہ حرام غر میدان عرفات میں نوزی الحجۃ کی مبارک تاریخ کو رو رو کر، اور آہ وزاری کر کے دعا کرے۔ حدیث میں ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے انسان کا تذکرہ فرمایا جو لمبا سفر کر کے آتا ہے، سفر کی وجہ سے اس کا حال پرانہ ہو چکا ہوتا ہے، آسمان کی طرف اٹھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے کہتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! (میری فلاں فلاں دعا قبول کر لے)۔“

جبکہ اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے، پینا حرام کا، لباس حرام کا، اور اس کی ساری غذا کا دار و مدار حرام پر ہی ہوتا ہے۔ پھر آخر ایسے آدمی کی دعا کیونکر قبول ہوگی؟

ایسے ہی مہلک اور انتہائی نقصان دہ گناہوں میں سے نماز کا چھوڑ دینا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَ التَّجَلُّلِ وَبَيْنَ الشُّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ۔

”آدمی اور شرک کے درمیان صرف نماز چھوڑ دینا حامل ہے۔“

اور بالخصوص نماز عصر چھوڑ دینا تو مسلمان کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ۔

صحیح مسلم۔ حدیث کے مکمل الفاظ مع تخریج باب دوم (مسود کے بیان) میں ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوة۔ صحیح بخاری، کتاب برائت
الصلوة، باب من ترک صلاۃ العصر سنن النسائی، کتاب الصلوة، باب من ترک صلاۃ العصر۔

”جس آدمی نے غارِ عمر چھوڑ دی، اس کا عمل ضائع ہو گیا!“

د: گناہوں کی وجہ سے رزق کی برکت ختم ہو جاتی ہے

رزقِ حلال کمائنا صرف فرض ہے بلکہ بہت بڑی نیکی اور مقام و مرتبہ کی بات ہے اور بالخصوص تجارت تو سراپا برکت ہے۔ دنیوی برکت کا بہت بڑا حصہ تجارت میں پنہاں ہے اور نیکو اجر و ثواب کے اعتبار سے بھی نیک تاجر نہیں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔ لیکن جھوٹا خیانت اور فریب کاری کا فوری اور نقد انجام رزق کی برکت سے ہاتھ دھونا ہے۔ اس وقت موجودہ تجارتی منڈیوں پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو ممالک ایمانداری اور صحیح معاملے کا ثبوت نہیں دیتے ان کا مال نہ دکاندار رکھتا ہے اور نہ ہی گاہک اطمینان سے لیتا ہے خواہ بنانے والا ملک مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ جو ممالک ایمانداری اور سچائی کی شہرت رکھتے ہیں ان کا مال ہڑا دھڑکتا ہے، خواہ کافر، مشرک اور بے دین ممالک ہی وہ مال بنا کر پلانی کر رہے ہوں۔ اس حقیقت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا^۱

”خرید و فروخت کرنے والے دونوں با اختیار ہیں، جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔ اگر دونوں نے سچ سچ کہا اور بات واضح و واضح کی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولے اور عیب کو چھپایا تو ان کی تجارت کی برکت ختم ہو جائے گی۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا بَیْنُ الْبَیْعَانِ۔ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب خیار المبیع۔
للتلخیص۔

۴: معاشرے پر گناہوں کے اثرات

تاریخ انسانیت پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام اُمم سابقہ کی تباہی و بربادی کفر و شرک کے علاوہ مختلف گناہ اور جرائم میں لوٹ ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ قرآن حکیم کا ایک بڑا حصہ ان قوموں کے منقل تذر کے، اُن کی مجرمانہ زندگی اور ان کے انجام پر مشتمل ہے۔ قوم نوح غرق ہوئی۔ قوم عاد شدید طوفانی آندھی سے ہلاک ہوئی۔ قوم ثمود شدید زلزلہ کے ذریعہ ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی کو اٹھا کر الٹ دیا گیا۔ فرعون اور قوم فرعون کو غرق کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ سورت العنکبوت، آیات ۴ تا ۴۰ میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قوموں کا تفصیلی تذکرہ اور اُن کے جرائم کی فہرست ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَكَلَّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِمْ فَنِهِمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا
وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا
بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ
وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

”آخر کار ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھر ڈالنے والی ہوا بھیجی اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں غسا دیا، اور کسی کو غرق کر دیا۔ اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔“

| | |
|-------------------------|--------------------------|
| ۱۔ سورت نوح، آیت ۲۶-۲۷ | ۴۔ سورت ہود، آیت ۸۲ |
| ۲۔ سورت الحاقہ، آیت ۶-۷ | ۵۔ سورت القصص، آیت ۴۰ |
| ۳۔ سورت القمر، آیت ۳۱ | ۶۔ سورت العنکبوت، آیت ۴۰ |

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون صرف دو بار ماضی کی قوموں کے لیے ہی نہ تھا، بلکہ اس کی سنت اور طریقہ یہ ہے کہ جو قوم صالح عنصر سے یکدم فارغ ہو جائے اور اس کے اکثر لوگ غلط کاریوں میں طوط ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسی ناقص اور غلیظ قوم کو دھڑکھڑاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۖ وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَ لَهُ ۚ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن قَوْلٍ ۝

”حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدلتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے مانے نہیں ٹل سکتی۔ نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔“

مذکورہ بالا مکمل اور خوفناک تباہی سے پہلے متعدد شکلوں میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور ہوتا ہے کہ شاید معاشرے کا ذہین طبقہ ان اشارات خداوندی کو سمجھ کر اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ظہور بالعموم مندرجہ ذیل شکلوں میں ہوتا ہے:

۱۔ نعمت ایمان سے محرومی: گناہوں کے دل پر اثرات کے ضمن میں یہ بحث پوری تفصیل اور دہل سے گزر چکی ہے۔

۲۔ مال اور رزق سے محرومی: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو متعدد اور قسم قسم کی نعمتوں سے فیضیاب فرماتا رہتا ہے۔ لیکن جب بندے بالکل ہی ناشکری پر اتر آئیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ان نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ مسلمان معاشروں میں یہ کیفیت روز بروز روشن کی طرح دکھی جاسکتی ہے، بشرطیکہ آنکھوں میں دیکھنے کی صلاحیت ہو اور دل بالکل سیاہ ہو کر مر نہ چکے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سنت کا ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے:

لے سورت الرعد، آیت ۱۱۔

وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا
رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا
اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

”اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے۔ وہ امن و اطمینان کی زندگی بسر کر رہی تھی، اور ہر طرف سے برفرت
رزق پہنچ رہا تھا۔ کہ اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی تب اللہ نے اس کے باشندوں
کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزہ چکھایا کہ صبح اور غروب کی حیثیتیں ان پر چھا گئیں۔“

ان نعمتوں سے محرومی کی ایک شکل تو وہ ہے جو مذکورہ بالا آیت میں بیان ہوئی ہے۔ ایک دوسری
شکل یہ بھی ہے کہ نعمتوں کو ختم کرنے کی بجائے انسانوں کو ہی اٹھالیا جائے اور نعمتیں اپنے حال پر قرار
رہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے لادشکر کے ساتھ کیا، اور ان کے حسرت ناک انجام
کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا:

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَ عُيُونٍ ۝ وَ زُرُوعٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ ۝
وَ نَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝ كَذٰلِكَ ۝ وَ اَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا
اٰخَرِيْنَ ۝

”کتنے ہی باغ اور چشمے اور شاد مارمل تھے، جو وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے مراعات
جن میں وہ مزے کر رہے تھے ان کے پیچھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا ان کا انجام“ اور ہم نے
دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔“

۳۔ امن و سکون سے محرومی: کسی بھی معاشرے میں سب سے بڑی نعمت امن و سکون ہے۔

۱۔ سورت النمل، آیت ۱۱۲

۲۔ سورت الدخان، آیت ۲۵-۲۸

اگر ہر فرد جان، مال، عزت اور دین کے معاملے میں محفوظ و مامون ہو تو اس سے زیادہ خوش بخت و خوش نصیب اور کوئی معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ مقام ایمان پر استقامت اور برائیاں سے بچے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا، درحقیقت امن انہی کے لیے ہے اور وہی راہِ راست پر ہیں۔“

البتہ گناہوں اور جرائم کی وجہ سے یہ امن و سکون نہ صرف برباد ہو جائے گا بلکہ ہر وقت خوف پریشانی اور مشکلات کے بادل اس علاقے پر چھاتے رہیں گے۔ اور ہر فرد کا دل اندر سے ڈراؤر اور سہاسہا سارہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کا انجام ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم کہتا ہے :

فَإِذَا أَقْبَهُمُ اللَّهُ لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

”تب اللہ نے اس کے باشندوں کو ان کے کرتوتوں کا یہ مزاحیہ کیا کہ بھوک اور خوف کی مصیبتیں ان پر چھا گئیں۔“

اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ احادیث میں ایس الفاظِ نقل ہوا ہے :

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خِصَالٌ خَمْسٌ إِذَا أُبْسِلْتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تَدْرَكُوهُنَّ، لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَنَّا فِيهِمُ الطَّاعُونَ وَالْأَوْجَاعُ

۱۔ سورت الانعام، آیت ۸۲

۲۔ سورت النحل، آیت ۱۱۲

الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضُوا، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا اتَّخَذُوا بِالسِّينِينَ وَشِدَّةَ الْمُنَّةِ وَجُودَ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمُ إِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا، وَلَمْ يَنْقُصُوا عَهْدَ اللَّهِ وَعَهْدَ رَسُولِهِ إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ فَأَخَذَ بَعْضُ مَا فِي أَيْدِيهِمْ، وَمَا لَمْ تَحْكَمْ أَيْمَتُهُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ، إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ ۖ

”اے جماعتِ مہاجرین! پانچ عادتیں ایسی ہیں اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم ایسی عادتوں کا شکار نہ ہو جاؤ (لیکن جب یہ عادتیں ظاہر ہوں گی تو ان کے نتائج بھی ساتھ ساتھ چلے آئیں گے)۔

۱۔ جب کسی قوم میں زنا کاری عام اور علی الاعلان ہو جائے تو اس قوم میں طاعون اور ایسی ہی تکلیفوں والی بیماری پھیل جائے گی، جو زمانہ سابقہ کے لوگوں میں نہ ہوگی۔

۲۔ جس قوم نے ناپ تول میں کمی کی اسے قحط سالی، مشکل زندگی اور حکام کے ظلم سے واسطہ پڑے گا۔

۳۔ جس قوم نے اپنے مال کی زکوٰۃ روک لی، آسمان سے اُن کے لیے بارش کا سلسلہ روک لیا جائے گا۔ اگر جانور نہ ہوں تو قطعاً بارش نہ ہو۔

سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث ۴۰۱۹۔ المستدرک للحاکم، کتاب الفتن الملام باب ذکر خمس بلايا۔ اعاد التتبی منها للمسلمین ۴/۵۴۰۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح کہا ہے۔ محدث العصر فضیلۃ الشیخ الالبانی نے اس حکم کی تائید کی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر حدیث ۷۹۷۸۔

۴۔ اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول سے کیے ہوئے وعدے کو توڑ دیا اللہ ان پر بھگوانے دشمن مسلط کر دے گا، اور ان دشمنوں کے ہاتھ جو لگا وہ لے اڑیں گے۔

۵۔ جس قوم کے لیڈر کتاب اللہ کو نافذ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل پیرا نہیں ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان باہم خانہ جنگی پیدا کر دے گا۔

۴۔ صحت و عافیت سے محرومی؛ صحت کتنی بڑی نعمت ہے یہ کسی بیمار سے پوچھیں۔ یا جب انسان خود بیمار ہو جاتا ہے تو صحت کی صحیح قدر معلوم ہوتی ہے گناہوں میں ملوث معاشرے متعل بیمار یوں، وبائی امراض اور طبی مشکلات کا شکار رہتے ہیں۔ طاعون، سرطان، ایڈز، ٹی بی، کینسر اور ایسی ہی متعدد مہلک بیماریاں اللہ کے عذاب ہی کی شکلیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **إِنَّ هَذَا الْوَجَعُ أَوِ السَّقَمَ رَجُزُ عَذَابِ اللَّهِ بِهِ بَعْضُ الْأَمْرِ قَبْلَكُمْ وَقَدْ بَقِيَ بَعْدُ بِالْأَرْضِ فَيَذُفُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْآخِرَىٰ** ”یہ ٹھیکنیں اور بیماریاں درحقیقت عذاب ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سابقہ قوموں کو عذاب دیا تھا۔ (عذاب الہی کی شکل) اب بھی زمین پر باقی ہے، کبھی چلی جاتی ہے اور کبھی واپس آ جاتی ہے۔“

گناہوں اور غلط کرتوتوں کی وجہ سے مہلک بیماریاں مسلط ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ ”امن“ کے بیان میں طویل حدیث سے معلوم ہو چکا ہے۔ کسی معاشرے کی اجتماعی موت بھی ان گناہوں ہی کی وجہ سے ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ قَطُّ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَمَا ظَهَرَتْ فَاحِشَةٌ فِي قَوْمٍ قَطُّ إِلَّا سَلَطَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَمَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكَاةَ إِلَّا أَحْبَسَ

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب مدتنا البرالیان۔

صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والکثیرۃ۔

اللَّهُ عَنْهُمْ الْقَطْرَ

جب بھی کسی قوم نے عہد شکنی کی تو قتل و غارت اُن کے اہل عام ہو گیا۔ اور جب کسی قوم میں زنا کاری پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر موت کو مسلط کر دیا۔ اور جب کسی قوم نے زکوٰۃ کو روک لیا اللہ تعالیٰ نے اُن سے بارش کو روک لیا۔

تو ثابت ہوا کہ جس قوم کو جسم و جان کی امان و حفاظت درکار ہو وہ گناہوں اور برائیوں سے مقرر ہے اور بالخصوص زنا کاری اور بے حیائی کے تو نزدیک بھی نہ پھٹکے۔ زمانہ حال کی مہذب ترین اور تعلیم یافتہ قوموں میں بھی یہ واقعات دیکھے جاسکتے ہیں کہ جب کوئی قوم یا خطہ زمین گناہوں کی آماجگاہ بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے سیلاب، زلزلے، قحط یا باہمی خانہ جنگی کے ذریعے اسے جزوی تباہی سے دوچار کر دیا یا مکمل طور پر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

۵۔ زمینی آفات : بسا اوقات گناہوں کی پاداش میں بڑی بڑی زمینی آفات آجاتی ہیں۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خُسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَتَىٰ ذَلِكَ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْعَازِفُ وَشَرِبَتِ الْخُمُورُ۔

۱۔ السنن رک ملک، کتاب الجہاد، باب ما نَقَضَ قَوْمٌ ... ۱۳۶/۲۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب صلاة الاستسقاء، باب الخروج من المظالم ۳/۳۴۶۔ شیخ الالبانی نے حدیث کو کثرت طرق کی وجہ سے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث المصنوعہ ج ۱ ص ۱۶۹، حدیث ۱۰۷۔

۲۔ سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامات حلول المسخ والخسف۔ منہ الامام احمد، ج ۲، ص ۱۶۳۔ سنن الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع اصغیر ۴۲۷۳۔

’اس امت میں عذاب کی مختلف شکلیں ہوں گی۔ کبھی لوگ زمین میں دھنسیئے جائیں گے، کبھی شکلیں بچھ جائیں گی، اور کبھی پتھروں کی بارش ہوگی۔ ایک صحابی نے پوچھا: یا رسول اللہ! کب ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب گانا اور آلاتِ موسیقی عام ہو جائیں گے اور شراب پی جانے لگے گی۔“

گناہ کی یہ شکلیں ایک دہا کی شکل میں جوں جوں عام ہو رہی ہیں، دنیا میں امن، سکون اور چین اسی حساب سے رخصت ہو رہا ہے۔ جدید اسلحہ کی ترقی اور بالخصوص جوہری اسلحے نے زمین کی تباہی، شکلوں کے مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کی ظاہری شکلیں بھی پیدا کر دی ہیں۔

يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ!

س: عام مخلوق خدا پر گناہوں کے اثرات

انسان کی بد اعمالیوں کا انجام بد صرف انسان ہی نہیں بھگتا بلکہ اس کے ارد گرد ہر چیز اس کے کرتوتوں کے نتائج سے متاثر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ دَابَّةٌ۔

”اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا۔“

دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهِمْ دَابَّةٌ۔

”اور اگر کہیں اللہ لوگوں کو ان کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو رستے زمین پر کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑتا۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ سورت فاطر، آیت ۴۵۔

۲۔ سورت النحل، آیت ۶۱۔

”کتے ہی پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں غلاموں کے ظلم کے سبب بھوک پیاس سے مرتے ہیں؛
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک جنازہ گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”مُسْتَرِيحٌ أَوْ مُسْتَرَا حٌ مِنْهُ“ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا الْمُسْتَرِيحُ
 وَالْمُسْتَرَا حٌ مِنْهُ — قَالَ: الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيحُ مِنْ نَصَبِ
 الدُّنْيَا وَإِذَا هَا إِلَى رَحْمَةِ اللَّهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ
 الْعِبَادُ وَالْإِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ ۝

”یہ جنازہ یا تو خود راحت یافتہ ہے یا اس سے راحت پائی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا،
 یا رسول اللہ مستریح (راحت یافتہ) یا مستراح (اس سے راحت پائی گئی) سے
 آپ کی کیا مراد ہے؟“

آپؐ نے فرمایا: ”بندہ مومن اللہ کی رحمت میں پہنچ کر دنیا کی پریشانیوں اور تکلیفوں سے آرام پا جاتا
 ہے۔ (گویا بندہ مومن مستریح ہے) اور فاسق و فاجر انسان کے شر سے بندھے، غلامتے، درخت اور
 جانور سب آرام پا جاتے ہیں۔ (گویا فاسق و فاجر انسان مستراح منہ ہے)“

جنازہ تو جاندار، جمادات اور بے جان چیزیں بھی گناہوں کی نحوست سے محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَزَلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ
 وَإِنَّمَا سَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ ۝

”حجر اسود جب جنت سے اترا تھا تو دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا۔ ادلاؤ آدم کے گناہوں نے اسے
 کالا کر دیا ہے۔“

۱۔ جامع الاحکام للقرطبی، ج ۲، ص ۳۶۱

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب بحرات الموت۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی مستریح و مستراح۔ منہ
 امام احمد، ج ۵، ص ۲۹۶، ۲۰۲، ۲۰۳

۳۔ سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود والذکر۔ امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

فصل خاص

آخری زندگی پر گناہوں کے اثرات

دنیا کی بے ثبات اور عارضی زندگی کی طرح اگر گناہوں کے اثرات بھی عارضی اور وقتی ہوتے تو معاملہ بہت آسان تھا، لیکن اصل مشکل یہ ہے کہ گناہوں کے اثرات اور نتائج آخری زندگی میں قدم بہ قدم انسان کے ساتھ ہوں گے۔ اور ایک ایک مرحلے پر اُن کے خوفناک نتائج سے واسطہ پیش آئے گا۔ خواہ قبر کا مرحلہ ہو یا حشر کا، میزان پر عارضی ہو یا پل صراط سے گزنا ہر موقع پر گناہوں کا بوجھ انسان کے لیے وبال جان بن رہا ہوگا۔ بلکہ ایسا بھی ہوگا کہ جن گناہوں کے اثرات دُیری زندگی میں کسی شکل میں ظاہر نہ ہوئے تھے وہ بھی یکایک اپنے خوفناک انجام اور بھیاں تک نتائج کے ساتھ سامنے آکر ٹپے ہوں گے، کیونکہ اُس دن قیامت اور حشر کا سارا ہنگامہ تو بپا ہی ہوگا لوگوں کے نامہ اعمال کی پڑتال کی خاطر — چنانچہ اس دن تو ایک ایک عمل خواہ نیک ہو یا بد اللہ تعالیٰ کی نصب کردہ میزانِ عدل میں تل کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ
مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

”پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“

آئیے ذرا تفصیل سے دیکھیں کہ آخری زندگی کی پانچوں منزلوں قبر، حشر، میزان، پل صراط اور دوزخ یا جنت کا منظر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ میں کس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ان مقامات پر گناہوں کی صورتیں

بڑے گناہوں کا اثر کس کس شکل میں ظاہر ہوگا۔

واقبر:

اس فانی دنیا سے کوچ کرنے کے بعد انسان کی پہلی منزل قبر ہے۔ قبر بذاتِ خود جنت کا باغ و چارباغ کی کھائی ہے۔ جو یہاں پہنچ گیا اس کی دنیا کی طرف واپسی ممکن نہیں اور اس کے ساتھ ہی اس کی مہلتِ عمل ختم۔ اب اسی قبر میں ہر انسان کو اپنے اعمال نامے کی پہلی پڑتال سے گزرنا ہے۔ ابتدائی تفتیش کے فوراً بعد نیکو کار حضرات کو شاہی مہمان کے اعزاز کے ساتھ ہر نعمت سے نوازا دیا جائے گا۔ جس کی تفصیل سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

فَيُنَادِي مُنَادٍ فِي السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ
وَالْبُسُوءَ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَأْتِيهِ
مِنْ رَوْحِهَا وَطَيِّبِهَا وَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَبَصْرٍ ۝

قبر میں نیک آدمی کا حساب کتاب چیک کرنے کے بعد ایک منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے: "میرے بندے نے سچ کہا، پس اسے جنت سے بستر لاکر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، (جنت میں ٹٹنے والا ٹھکانا اسے دکھا دو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چنانچہ جنت کی خوشبو اور مہک اس کے پاس آنے لگتی ہے اور اس کی قبر کو حدیجہ کا ایک کٹاؤ کر دیا جاتا ہے۔"

البتہ جن لوگوں نے زندگی بھر کفر کیا یا ایمان کے دعوے دار ہونے کے باوجود بے شمار گناہوں کا باوجود لیے قبر میں پہنچے۔ اُن کے ساتھ شاہی جہان کی بجائے سرکاری قیدی اور مجرم کا سامنا ہو گا جس کی

۱۰۰ المتذکر للحاکم ج ۱ ص ۲۸ منہ الامام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۹۵۔ سند صحیح ہے۔ المتذکر للحاکم میں: **وَأَقْتَضَوْا لَهُ بِأَبَا بَكْرٍ الْجَنَّةَ كَمَا بَيَّنَّا قَدْ رَوَوْهُ مِنْ زَيْلِ الْجَنَّةِ** کے الفاظ ہیں۔

تفصیلات قرآن کریم اور ذخیرہ حدیث میں جا بجا مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں۔ صرف چند ایک آیات اور احادیث مبارکہ ملاحظہ کر لیں۔ کافر بے دین اور بدکردار لوگ موت کے فوراً بعد بلکہ دورانِ موت جو متنا کریں گے اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۝ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجائے گی تو کہنا شروع کرے گا: اے میرے رب مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دیجئے جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔ ہرگز نہیں یہ تو بس ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔ اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک بَرْزَخِ حائل ہے، دوسری بار اٹھائے جانے کے دن تک۔

یہ لوگ کسی جذبہ نیکی سے مغلوب ہو کر یہ دعا نہیں کریں گے بلکہ اس دعا کی اصل وجہ موت کے وقت کا خوفناک منظر اور قبر میں شدید عذاب سے سابقہ اور اندوہناک صورتِ حال سے واسطہ ہوگا، جس کی تفصیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے معلوم ہوتی ہے جو محمول بالا آیت کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں آپؐ سے منقول ہے۔ آپؐ فرماتی ہیں:

”قبر میں پہنچنے والے بدکردار افراد کے لیے عذاب ہی عذاب ہے، جس کی شکل یہ ہے کہ اُن کی قبروں میں کالے سیاہ رنگ کے دو سانپ آجاتے ہیں۔ ایک سانپ اُس کے سر کے پاس آ بیٹھتا ہے اور دوسرا اُس کی ٹانگوں کے پاس۔ وہ دونوں اسے کاٹتے کاٹتے درمیان میں اگر مل جاتے ہیں۔ عذابِ بَرْزَخِ کی اسی شکل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ۔ (ان کے پیچھے ایک بَرْزَخِ حائل ہے دوسری زندگی

کے دن تک ۱۰۰

عذابِ برزخ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے سلسلے میں اِن الفاظ میں بیان فرمایا:
وَحَاقَ بِالْفِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا
وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ
الْعَذَابِ ۝

”اور فرعون کے ساتھی بدترین عذاب کے پھیریں آگئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے وہ
صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں۔ اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید
عذاب میں داخل کر دو۔“

قبر میں پیش آنے والے ناقابلِ تصور حالات کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
لَوْ لَا اَنْ لَا تَدْفِنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُسَمِّعَكُمْ عَذَابَ الْقَبْرِ ۝
”اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہو کہ تم مردوں کو دفن ہی نہیں کر دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ تمہیں عذاب
قبر سنا دے۔“

تفسیر ابن کثیر تفسیر آیت ۹۹-۱۰۰ سورت المؤمن - ج ۱ ص ۵۷، ۵۸ باختصار محمد علی الصابونی۔

نوٹ: مذکورہ بالا قول بظاہر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ حدیث
مرفوعہ ہے کیونکہ ایسی فیہی خبر کوئی صحابی اپنی ذاتی معلومات یا اجتہاد کی بنا پر نہیں دے سکتا، جب تک کہ
اس شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہو۔ اور بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تو سارا ہی علم
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کردہ ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ
علیہ وسلم سے ہی سنی ہوگی جیسے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کے بغیر بیان کر دیا ہے۔

سورت غافر / المؤمن آیت ۴۶۔

صحیح مسلم کتاب صفۃ الجنۃ باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار۔

سید اللہین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین، شیخ المذنبین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور خصوصاً ہر نماز کے موقع پر مانگتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَ نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ، قَالَتْ: فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۚ

مہناؤں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے کسی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہو اور عذاب قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔

اور امر واقعہ یہ ہے کہ عذاب قبر حقیقتاً بہت ہی خوفناک چیز ہے، کیونکہ ہر مجرم کو مسلسل اور انتہائی تکلیف دہ عذاب کے علاوہ صبح و شام اس کے جہنمی ٹھکانے کا بھی دیدار کروایا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اُس کے عذاب اور تکلیف میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعِشَاءِ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى يَبْعَثَكَ اللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ

۱ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر۔

صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۲ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الميت یعرض علیہ مقعده بالغداة والعشي۔

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار علیہ۔

”جب کوئی مرتبا ہے تو صبح و شام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ چنتی ہو تو جنت والا ٹھکانا اور اگر روزنی ہو تو دوزخ والا ٹھکانا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب روز قیامت اللہ تعالیٰ تم کو اٹھائے گا تو تمہیں یہی ٹھکانا ملے گا۔“

جب ایک مجرم قبر میں اپنے ابتدائی حساب کتاب سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے بارے میں جو سرکاری حکم نامہ جاری ہوتا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَيَنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ قَدْ كَذَبَ فَأَفْرِشُوهُ مِنَ النَّارِ
وَأَفْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى النَّارِ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسُمُومِهَا وَيَضِيقُ
عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ فِيهِ أَضْلَاعُهُ... ۱۰

”ایک منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے کہ یہ شخص جھوٹا ہے، اس کے لیے آگ کا بستر لگا دو، آگ کی طرف اس کی قبر کا دروازہ کھول دو۔ چنانچہ اس کے پاس جہنم کی گرمی اور پیش آنے لگتی ہے اور اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی ہڈیاں اُدھر کی اُدھر ہو جاتی ہیں۔“
قبر میں گناہوں کی پاداش میں طے والی سزا کی مزید تفصیلات اس حدیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثُمَّ يَقْبِضُ لَهُ أَغْصَى أَبْكَمُ مَعَهُ مِرْزَبَةٌ مِنْ حَدِيدٍ لَوْ ضُرِبَ بِهَا
جَبَلٌ لَصَارَ تَرَابًا فَيَضْرِبُ بِهَا ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَنْ بَيْنَ
الشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ إِلَّا الشَّقْلَيْنِ فَيَصِرُ تَرَابًا ثُمَّ تَعَادُ فِيهِ
الرُّوحُ۔ ۱۱

۱۰۔ المستدرک للحاکم ج ۱، ص ۳۸۔ مسند امام احمد ج ۴، ص ۲۹۵۔ المستدرک میں وَالْبَسُوه مِنَ النَّارِ وَأَرْوَهُ مَسْئَلَةٌ مِنَ النَّارِ کے الفاظ ہیں۔

۱۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی المسأله فی القبر۔

مہر اس پر ایک اندھا بہرا (سزا دینے والا فرشتہ) مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ کو مار دیا جائے تو مٹی ہو جائے۔ وہ فرشتہ اس گرز سے اُس کو ایسی مار تا ہے کہ جن دُشمن کے علاوہ مشرق و مغرب میں موجود ہر مخلوق اسے سنتی ہے۔ گرز چلنے سے وہ مٹی کا ڈھیر ہو جاتا ہے اور اس کے بعد مہر اس میں رُوح پٹائی جاتی ہے :

یہ ہے نتیجہ دین و شریعت سے آزاد ہو کر اور بندہ نفس بن کر بے مہار زندگی گزارنے کا۔ جو لوگ ہر پابندی سے آزاد رہنا چاہتے ہیں، حلال و حرام کی تمیز ان کے ہاں بے معنی چیز کا نام ہے۔ آزاد روی اور ہر خواہش نفس کی تکمیل اُن کا مسلح نظر بلکہ مقصدِ حیات ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس دنیا میں بھی کبھی سکھ چہن کی زندگی نہیں گزار سکتے۔ اس کی زندہ مثال پُورا امریکی اور یورپی معاشرہ ہے، جہاں ہر آزادی اور ہر قسم کی آسائش نفس سیر ہونے کے باوجود وہ لوگ معاشرتی، خاندانی اور سماجی طور پر ایک دیکھتے ہوئے جہنم میں بس رہے ہیں۔ اور آخرت میں طعنے والی سزا اس پر مستزاد۔

عالمِ آخرت کی پہلی منزل 'قبر' میں طعنے والی پُر ہیبت سزا کا ایک ہلکا سا خاکہ سطورِ بالا میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد فیصلہ کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے کہ بندہ شیطان اور بندہ نفس بن کر دونوں جہانوں میں سزا بھگتی ہے۔ یا۔۔۔ بندہ مومن بن کر دونوں جہانوں میں سکھ، چین اور سکون کی زندگی بسر کرنی ہے۔

ب: حشر

کائنات کا نظام اُس وقت تک چلتا رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم اور منشاء ہو، اور آخر وہ گھڑی آجائے گی جب اللہ تعالیٰ اس نظام کائنات کو لپیٹ کر پوری انسانیت کا حساب کتاب کریں گے۔ ایک زوردار دھماکا ہوگا جسے قیامت کہتے ہیں۔ تدریج سے بے نور ہو کر ٹوٹ جائیں گے۔ پہاڑ روٹی کے گالوں کی طرح ہوائیں اڑیں گے ہمسند اور ساری خشک زمین ہموار ہو جائے گی۔ اس قیامت کی کرکٹ اور ہیبت نامی کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ
حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ
اللَّهِ شَدِيدٌ ۝

"لوگو! اپنے رب کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز
ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے
نافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں
نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔"

رب ذو الجلال کے حکم کے ساتھ ہی لوگ میدانِ حشر کی طرف بڑھنا شروع ہو جائیں گے اور کسی کو دم مارنے
کی مجال نہ ہوگی۔ قرآن کریم نے اس عظیم واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكِرٍ ۝ خُشْعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ
الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مَهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ
الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝

"جس روز پکارنے والا ایک سنت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا، لوگ سہمی ہوئی ٹکائوں کے ساتھ
اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے گویا کہ وہ بھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ پکارنے والے کی طرف ٹپے
جارہے ہوں گے اور وہی منکرین (جو دنیا میں قیامت اور حشر و حساب کا انکار کرتے تھے) اس وقت
کہیں گے یہ تو بڑا کٹھن دن ہے۔"

اور پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہونے کا سفر مختلف لوگ مختلف شکل میں طے کریں گے، کوئی سوار ہوگا تو
کوئی پیادہ۔ البتہ بڑے مجرم اور گناہ گار منہ کے بل اور ندھے چل رہے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ سورت الحج، آیت ۲۱،

۲۔ سورت القمر، آیات ۶-۸

نے ارشاد فرمایا ہے :

اِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ رِجَالًا وَرُكْبَانًا وَتَجْرُونَ عَلَى وُجُوْهِكُمْ ۝

”تم کو میدانِ حشر میں لایا جائے گا تو کچھ لوگ پیدل چل رہے ہوں گے اور کچھ سوار ہوں گے اور کچھ کو

سز کے بل اوندھا کر کے کھینچ کر لایا جائے گا۔“

جن لوگوں نے زندگی واقعۃً اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے گزاری ہو، فرائض کی پابندی اور منکرات سے پرہیز کیا ہو ان کے لیے تو اس دن بھی کوئی مشکل نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

وَيَنْجِي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازٍ قِيَمَ لَا يَمَسُّهُمْ الشُّوْرُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

”جن لوگوں نے یہاں تقویٰ اختیار کیا ہے ان کے اسبابِ کامیابی کی وجہ سے اللہ ان کو نجات دے

گا، اُن کو نہ کوئی گزند پہنچے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہونے کے باوجود اہل ایمان کو لمبا محسوس نہ ہوگا کیونکہ شکل اور تکلیف میں وقت بآسانی نہیں گزرتا، جبکہ راحت و سکون میں اس کے گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى التَّوَمِّينِ كَقَدْرِ مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ ۝

”قیامت کا دن اہل ایمان کے لیے بس اتنا ہی ہوگا جیسے ظہر و عصر کے درمیان کا وقت ہے۔“

۱۔ سنن الترمذی، کتاب منۃ القیامت، باب ما جاء فی شأن الحشر۔ اسی معنی کی حدیث سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب البعث میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے مجموعی طور پر حدیث کو مستحکم قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو جامع الاصول ۱۰/۲۲۷

۲۔ سورت الزمر، آیت ۶۱

۳۔ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، باب یوم القیامت کقدر ما بین..... امام حکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور یہی حکم فضیلۃ الشیخ لابانی نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر حدیث ۸۱۹۳۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

أَنْ رَجُلًا قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَيْفَ يُخْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ؟ قَالَ: أَلَيْسَ الَّذِي أَمْسَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا
قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمَشِّيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟

”ایک آدمی (صحابی) نے دریافت کیا، اے اللہ کے نبی! کافر قیامت کے روز کس طرح منہ کے بل
کھینچ کر گویا جاکے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس ذات نے اسے دنیا میں ٹانگوں پر چلایا
کیا وہ ذات اس بات پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے روز اونڈھے منہ چلائے؟“

میدان حشر میں پہنچنے کے بعد متقی اور پرہیزگار لوگ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ عرش الہی کے سائے
تِلے پناہ گزیں ہوں گے، البتہ کافر اور فاسق و فاجر لوگ اپنے اپنے گناہوں کے اعتبار سے پسینے میں
شرابور ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَيَكُونُ النَّاسُ عَلَى قَدَرِ أَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ، فَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ
إِلَى كَعْبِيهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُونُ
إِلَى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْحِمُهُ الْعَرَقُ الْجَامَاً وَأَشَارَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ۔

”چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ہوں گے۔ اُن میں سے کسی کا پسینہ ٹخنوں تک
ہوگا اور کسی کا گھٹنوں تک، اور کوئی ٹکڑے پسینے میں ہوگا (اور کسی کا پسینہ جڑ سے تک ہوگا) اور اسے

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب العشر۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب یخسر الکافر علی وجهہ
حدیث ۲۸۰۶

۲۔ صحیح مسلم، کتاب صفة الجنة، باب صفة يوم القيامة، حدیث ۲۸۹۳، سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة،
باب ۲، حدیث ۲۴۲۳۔ امام مسلم کے علاوہ علامہ الالبانی نے بھی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو
صحیح جامع الصغیر حدیث ۲۹۳۳۔

پینے کی لگام لگی ہوگی۔ یہ بات کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ فرمایا:
 حشر کے میدان میں عام آدمی کو کیا انبیاء و رسل (علیہم الصلوٰۃ والسلام) نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اُس
 وقت اگر کسی کو حوض کوثر سے چند گھونٹ نصیب ہو جائیں تو اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے؟
 حوض کوثر کے پانی کی تاثیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمائی:
 اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ وَرَدَ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَضِلَّ
 أَبَدًا۔ ۱

”میں حوض پر تمہارا امیر کارواں ہوں گا۔ جو وہاں آگیا وہ پی لے گا اور جس نے پی لیا اس کو کبھی
 پیاس نہیں لگے گی۔“

لیکن ہائے نصیبی! اس عظیم نعمت سے وہ لوگ محروم ہی رہیں گے جنہوں نے دینی احکام کی پرواہ نہ کی اور
 انہیں پس پشت ڈالے رکھا، فرائض کو فرائض کا مقام نہ دیا اور حرام کو حرام نہ سمجھا، بلکہ شربِ بے مہار کی
 سی زندگی بسر کی۔ اِن بد نصیبوں کا حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ أَظْهَرُ مَنْ يَرِدُهُ عَلَى مِنْكُمْ فَوَاللَّهِ لَيَقْتُطَعَنَّ
 دُونِي رِجَالٌ فَلَا قَوْلَ: ”أَيُّ رَبِّ مِثِّي وَمِنْ أُمَّتِي“ قِيَقُولُ: ”إِنَّكَ
 لَا تَذَرِي مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ مَا زَالُوا يَرْجِعُونَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ“۔ ۲

”میں حوض کوثر پر موجود ہوں گا، تم میں سے جو کوئی میری طرف آئے گا اسے دیکھ رہا ہوں گا۔ قسم بخدا!
 کچھ لوگوں کو مجھ سے کاٹ کر دوڑ کر دیا جائے گا۔ میں اس موقع پر مبرور و راجح کرتے ہوئے کہوں گا،
 ”اے پروردگار! یہ میرے ساتھی ہیں اور میری امت کے لوگ ہیں۔“ (اسج) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے،

۱ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبی صلی اللہ

علیہ وسلم وصفاً، حدیث ۲۲۹۰

۲ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۲۲۹۴۔

”آپ کو خبر نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیسے کیسے کام کیے، وہ تو مسلسل ایڑیوں کے بل (دین سے پیچھے ہٹتے رہے۔“

ج: حساب اور میزان

جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی و فشا ہوگی لوگ میدانِ حشر میں اپنی اپنی جگہ نفسا نفسی کے عالم میں انتہائی عاجزی و انکساری کے ساتھ کھڑے رہیں گے؛ بالآخر سید الاولین و الآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفاعت سے حساب کتاب شروع ہو جائے گا۔ اسی شفاعت کا نام شفاعتِ کبریا یا شفاعتِ عظمیٰ ہے۔ اور یہ اُس شفاعت سے پہلے اور مختلف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل کبار یا معاصی کے مرتکب اہل ایمان کے حق میں کریں گے۔

قرآن کریم کے بیان کے مطابق تمام انسان میدانِ حشر میں تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”اے محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، آپ کے پیچھے نمازیں پڑھنے والے، آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے والے، اعمالِ صالحہ میں ترقی کی بجائے تنزل کی طرف ہل پڑیں، دین میں بیشعبدی کی جگہ ان کے قدم پیچھے ہٹنے لگیں تو حوضِ کوثر کی عظیم نعمت سے محروم ہو جاتے ہیں تو ہم لوگ صرف نام کے مسلمان کس بنیاد اور کس دلیل سے بلا عمل اور بلا کردار حوضِ کوثر کی تمنا کر سکتے ہیں۔۔۔ وہاں محض عشقِ رسول اور محبتِ رسول کا دعویٰ کام نہیں آسکے گا، بلکہ اونچے مقام تک پہنچنے کے لیے مسلسل محنت اور جہاد کی ضرورت ہے۔ لہذا فرائض کا التزام، فوافض کی جدوجہد کرنا، کبار سے پناہ کر رہنا اور چھوٹے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنا، یہی نجات کا ذریعہ ہے اور یہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اس کے بعد ہی حوضِ کوثر سے جامِ طہور اور شفیع المذنبین سید المرسلین سے شفاعت کی امید رکھی جاسکتی ہے۔“

وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝
وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝
أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۝

”تم لوگ اُس وقت تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ دائیں بازو والے، سو دائیں بازو والوں (کی خوش قسمتی، کاکیا کہنا۔ اور بائیں بازو والے، سو بائیں بازو والوں (کی بد نصیبی) کاکیا ٹھکانا۔ اور آگے والے تو بھر آگے والے ہی ہیں، وہ تو مقرب لوگ ہیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ آیت مذکورہ کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:

”قیامت کے روز لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک گروہ عرش الہی کی دائیں طرف ہو گا۔ یہی لوگ دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ وصول کرنے والے ہوں گے۔ اہل جنت کی اکثریت انہی پر مشتمل ہوگی۔ (قرآن نے اسی گروہ کو اصحاب الیمین کہا ہے)۔

دوسرا گروہ عرش الہی کی بائیں طرف ہوگا۔ ان لوگوں کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں تقایا جائے گا۔ جہنم کی اکثریت انہی لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ (قرآن نے اس گروہ کو اصحاب المشئمہ کہا ہے)۔

تیسرا گروہ ’السابقون الاولون‘ کا ہوگا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں گے۔ اور یہ پہلے گروہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے مقرب و محبوب ہوں گے۔ اس گروہ میں انبیاء و رسل کے علاوہ ہر امت کے

۱۰ سورۃ الواقعہ، آیات ۷-۱۱

۱۱ ان تین گروہوں کے علاوہ ایک گروہ اہل اعراف کا بھی ہوگا۔ جنت اور جہنم کے درمیان ایک بڑی وسیع و عریض سرک مافصل کا نام اعراف ہے۔ کن کن لوگوں کو یہاں ٹھہرایا جائے گا۔ اور بالآخر ان کا انجام کیا ہوگا۔ یہ بہت تفصیل طلب بحث ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ غالباً یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس دعوت حق دلیل و برہان کے ساتھ نہ پہنچی تھی یا ان کے نیک و بد اعمال برابر تھے۔ آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

صدیق و شہداء شامل ہوں گے۔ اگرچہ تعداد کے لحاظ سے یہ لوگ پہلے گروہ سے کم ہوں گے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۲۲۸، مع اختصار الصابونی۔ سورت الواقعہ کی تفسیر)

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعے سے جو نتائج سامنے آتے ہیں ان کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ پہلا گروہ جو اصحاب الیمینہ پر مشتمل ہے اس کی اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی ضرور ہوگی لیکن محض اعمال نامہ دکھانے کے لیے انہیں اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں ملے گا اور حساب کتاب بہت آسان ہوگا۔ چنانچہ پڑتال سے واسطہ نہیں پڑے گا بس ادھر اعمال نامہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور اُدھر داخلہ جنت کی اجازت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ فَسَوْفَ يَحْصِبُ حَسَابًا يَسِيرًا ۝
وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝

”پھر جس کا اعمال نامہ اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلے گا۔“

اس حساب سیر کی تفسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

إِنَّمَا ذَلِكَ الْعَرُضُ وَلَيْسَ أَحَدٌ يَنْقُشُ الْحِسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عَذَبَ ۝

”یہ تو عرض پیشی ہوگی۔ قیامت کے روز جس کسی کے حساب کی پڑتال ہوگئی اسے تو سزا مل کر رہے گی۔“

۲۔ تیسرا گروہ جو انبیاء و رسل، صدیقین و شہداء اور ہر امت کے نیکو کار و صالح و راست باز لوگوں پر مشتمل ہو

گا اس میں دیگر امتوں کے علاوہ صرف اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے شہزاد افراد شامل ہوں

گے۔ ان کی خوش نصیبی و خوش قسمتی کا کیا کہنا، یہ تو بلا حساب کتاب اور بغیر کسی بائرس کے جنت

۱۔ سورت الانشقاق، آیت ۷-۹

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من نَفَسَ الْحَسَابَ عَذَبَ، صحیح مسلم، کتاب الجنۃ و منہا، باب اثبات الحساب، حدیث ۲۸۷۶

تک پہنچ جائیں گے۔ بلکہ میدانِ حشر میں ہی انہیں حوضِ کوثر کے جامِ طہر سے نوازا جائے گا۔ اور عرشِ الہی کے سایہ عافیت میں پناہ گزیں ہوں گے۔

۳۔ دوسرا ردہ جسے قرآنِ کریم نے اصحابِ المشرقہ کہا ہے یہ عرش کی بائیں طرف ہو گا۔ انہیں اعمالِ نامہ بھی اُٹے ہاتھ میں ملے گا۔ یہ گردہ کافروں، مشرکوں، عادی مجرموں اور کبارِ روم و معاصی کے ترکیبِ حضرات کا ہو گا۔ انتہائی بے بسی اور لاچارگی کے عالم میں میدانِ حشر میں لرزاں و ترساں پشیمان کھڑے ہوں گے۔ ان کا کوئی حامی، دوست، تعلق واریا سفارشی بھی نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَآخِلَنَا كَمَا وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمْ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَصَلَ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝

”لو، اب تم دیسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا۔ جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آتے ہو اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے اُن سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم جھگڑتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں اُن کا بھی کچھ حصہ ہے۔ تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے ہیں کا تم زعم رکھتے تھے۔“

سفارش کرنے والا تو بہت دور کی بات ہے کسی کو ترجمانی کرنے والا دستیاب نہ ہو گا۔ دائیں بائیں اپنے اچھے یا بُرے کام نظر آئیں گے اور سامنے جہنم کا منظر ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تفصیلات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا سَيَكِلُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ
تَرْجَمَانٌ فَيَنْظُرُ آيَمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ
أَشْأَمَ مِنْهُ فَلَا يَرَى إِلَّا مَا قَدَّمَ — وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرَى
إِلَّا النَّارَ تَلْقَاءُ وَجْهَهُ، فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ۚ

”تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ براہِ راست گفتگو فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا۔ بندہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اپنا ہی کیا دھرا نظر آئے گا اور اپنے بائیں طرف دیکھے گا تو اپنے ہی کرتوت نظر آئیں گے۔ سامنے کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو چہرے کی سیدھ میں آگ ہی آگ نظر آئے گی۔ آگ سے بچنے کا سامان کرو خواہ کھجور کا آدھا ٹکڑا ہی صدقہ کر کے

اور جب اعمال نامہ کھول کر سامنے کر دیا جائے گا تو مجرم اور آخرت کی جواب دہی سے غافل انسان ہلچلکا رہ جائے گا کیونکہ ذرا ذرا کا حساب درج ہوگا۔ انسان پر کیا ایک جو کیفیت طاری ہوگی قرآن کریم نے اس کا نقشہ اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ
وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَا لِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا
كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلُمُ
رَبُّكَ أَحَدًا ۝

”اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا، اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتابِ زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم نبتی، یہ کیسی کتاب

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ص ۱۰۱، کتاب الزکاة، باب البحث

عن الصدقة حدیث ۱۰۱۶-

۲۔ سورت الکہف، آیت ۴۹-

ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگی ہو۔ جو کچھ انہوں نے

کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔

اور بالخصوص کبار و معاصی کے عادی مجرمین کے ساتھ معاملہ تو بہت ہی عبرت ناک ہوگا، انہیں اعمال نامہ اُلٹے ہاتھ میں تھماتے ہی جو کیفیت اُن پر طاری ہوگی اور پھر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکما م اُن کے حق میں جاری ہوگا اس کا نقشہ قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يُلَيِّتُنِي لَمْ أُوْتِ كِتَابِيهِ ۖ
وَلَمْ أَذِرْ مَا حِسَابِيهِ ۖ يُلَيِّتُهَا كَآتِبَ الْقَاضِيَةِ ۖ مَا أَعْنَى
عَنِّي مَالِيهِ ۖ مَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۖ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۖ ثُمَّ
الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۖ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا
فَأَسْلُكُوهُ ۖ

”اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: کاش میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا گیا ہوتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ کاش میری وہی موت (جو دنیا میں آتی تھی) فیصلہ کن ہوتی۔ آج میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا۔ میرا سارا اقتدار (یا دلیل و حجت) ختم ہو گیا۔ (حکم ہوگا) پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔“

علامہ ازیں ایسے لوگوں کو جب اعمال نامہ تھمایا جائے گا تو سامنے کے بجائے پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۖ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۖ
وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۖ

سورت الحاقہ، آیات ۲۵-۳۲۔ سورت الانشقاق، آیات ۱۰-۱۲۔

”بادشخص جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔ تو وہ موت کو پکارے گا۔ اور ٹھکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔“

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کبار کے متعجب تو ایسے بھصیب ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہونا بھی پسند نہ فرمائیں گے۔ لہذا اُن کا رُخ اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کی چنداں ضرورت ہی نہ ہوگی۔ مثلاً ٹخنوں سے نیچے تک کپڑا پہننے والا مرد، اسان جتلانے والا، جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت کرنے والا، زائد از ضرورت پانی روکنے والا، دنیاوی مقاصد کے لیے کسی امام سے بیعت کرنے والا، بڑھاپے میں زنا کرنے والا، بادشاہ ہو کر جھوٹ بولنے والا، غریبی میں تجز کر نے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا، مردوں کی سی ہیئت بنانے والی خاتون، اور اپنے اہل خانہ میں بدکاری کو گوارا کرنے والا دیوت۔ احادیث میں ایسے لوگوں کے بارے میں بصراحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام نہیں ہوں گے۔ تفصیلی احادیث باب دوم میں ذکر ہوں گی۔

بالآخر ”اصحاب المشئمة“ قبیل کے لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق سزا بھگتنے کے لیے حوالہ جہنم کر دیا جائے گا۔ اہل ایمان اپنی اپنی سزا پوری کرنے اور شفاعت کے بعد وہاں نکل آئیں گے، البتہ کافر، مشرک اور منافق جہنم کا ایندھن بن کر وہاں جلتے رہیں گے۔

دنیٰ پل صراط

اپنا اپنا اعمال نامہ وصول کر لینے کے بعد ہر انسان کی اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہوگی۔ یہاں فوری اور ضروری جانچ پڑتال کے بعد لوگ پل صراط سے گزرتے ہوئے اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوں گے۔ ہاں البتہ دوران سفر پل صراط سے گزرنے کی کیفیت بھی اپنے اپنے اعمال و کردار کے مطابق ہوگی۔ انبیاء و رسل تو آنکھ جھپکنے یا بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، اہل اللہ اور متقی حضرات ہوا کی مانند یا تیز رفتار گھوڑے کی سی پھرتی کے ساتھ گزریں گے، البتہ مجرمین اور گناہوں کے عادی افراد کے لیے معاملہ خاصا پریشان کن ہوگا۔ ان میں سے کچھ تو گرتے پڑتے زخمی ہوتے اور لڑکھڑاتے لڑکھڑاتے

بالآخر گزری جاتیں گے۔ اور باقی لوگ اپنے گناہوں کی پاداش میں داخل جہنم ہو جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان کی روشنی میں یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ثُمَّ يُوقَىٰ بِالْجِسْرِ فَيُجْعَلُ بَيْنَ ظَهْرِي جَهَنَّمَ“، قُلْنَا، يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْجِسْرُ؟ قَالَ: ”مَدْحَضَةٌ مَزَلَةٌ عَلَيْهِ خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ وَحَسَكَةٌ، مُفْلَطَلَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عَقِيفَةٌ تَكُونُ بِنَجْدٍ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ الثَّوَمِنُ عَلَيْهَا كَالظَّرْفِ وَكَالْبَرَقِ وَكَالزَّيْجِ وَكَاجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَنَاجٍ مَخْدُوشٌ وَمَكْدُوشٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔ حَتَّى يَمُرَّ آخِرُهُمْ يُسْعَبُ سَحَبًا۔“

”اس کے بعد پل (عرف عام میں پل صراط) کو لاکر دوزخ کے اوپر عین درمیان میں مکہ دیا جائے گا۔ ہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ پل کیا ہو گا؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس پر پھلین ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ اس میں آنکس اور اسٹریٹے کی شکل میں ٹری ہوئی ہوئے گی، دھاری دار پتیاں لگی ہوں گی۔ تیز نوکدار کانٹے ہوں گے جن کے سرے ٹرے ہوئے ہوں گے، چوڑے چوڑے پونچ کی طرح ٹرے ہوئے کانٹے ہوں گے۔ ایسا کانٹا نجد میں پایا جاتا ہے اور وہاں اُسے سعدان کہتے ہیں۔ اہل ایمان اس پر سے مختلف انداز سے گزریں گے، کوئی آنکھ جھپکتے ہی گزرجائے گا تو کوئی بجلی کی طرح، کوئی ہوا کی طرح تو کوئی تیز رفتار گھوڑے یا تیز سواری کی طرح۔ باقی اہل ایمان میں سے بعض اہل ایمان تو بغایت وسلاستی گزر جائیں گے، بعض کو خراشیں آئیں گی لیکن بچاؤ ہو جائے گا اور کچھ جہنم کی آگ میں گر جائیں گے، حتیٰ کہ آخری آدمی گھسٹے گھسٹے پہنچے گا۔“

ایک دوسری حدیث میں پل صراط کی تفصیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

”وَيُضْرَبُ جِسْرُ جَهَنَّمَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب وجہ یومئذ باضرۃ
صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرویۃ۔

فَاَكُونُ اَوَّلَ مَنْ يُخَيَّرُ وَدُعَاءُ الرَّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ وَسَلِّمْ وَبِهِ
 كَلَالِيْبٌ مِّثْلُ شَوْلِ السَّعْدَانِ اَمَّا رَاَيْتُمْ شَوْلَ السَّعْدَانِ بِهٖ قَالُوْا
 بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: "فَاِنَّهَا مِثْلُ شَوْلِ السَّعْدَانِ غَيْرَ اَنْهَا لَا يَعْلَمُ
 قَدْرَ عَظِيْمِهَا اِلَّا اللّٰهُ فَخَطِيفُ النَّاسِ بِاَعْمَالِهِمْ مِنْهُمْ
 السَّوْبِقُ بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمْ الْخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْا

”اس موقع پر جہنم پر پل پہلے صراط پر رکھ دیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے پہلے اس پل کو میں پار کروں گا۔ ہر رسول پکار پکار کر کہہ رہا ہوگا: اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ وَسَلِّمْ (اے پروردگار بچا دے، بچا دے) اس پل پر ٹیڑھے سروالے لوگ دار کاٹنے ہوں گے۔ جیسا کہ سعدان کا کاٹنا ہوتا ہے (یہ کاٹنا پنجابی زبان میں کھڑا کھلاتا ہے) کیا تم نے سعدان کا کاٹنا نہیں دیکھا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: ہاں رسول اللہ! تب آپؐ نے فرمایا: ”پل صراط کے کاٹنے بالکل سعدان کے کانٹوں جیسے ہوں گے۔ البتہ وہ کتنے بڑے ہوں گے، اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ یہ کاٹنے لوگوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے دہرچتے جائیں گے۔ کچھ لوگ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے تباہ ہو جائیں گے۔ (جہنم میں جا کریں گے) کچھ کو خراشیں آئیں گی، لیکن بچ جائیں گے۔

گویا کہ معاملہ یہاں بھی اعمال کے اعتبار سے ہو گا۔ صالح و متقی حضرات بعافیت گزر جائیں گے اور کبار و معاصی کے مرتکب اپنے اپنے گناہوں کی نحوست بھگتتے ہوئے پار ہوں گے یا دہل جہنم ہو جائیں گے۔ اس انجام کو ہمیشہ نگاہوں کے سامنے رکھیے۔ زندگی کا صحیح رُخ از غرور متعین ہو جائیگا۔

ر: دوزخ

قیامت کے روز اپنے اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں گرنے والوں کی تعداد کتنی ہوگی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب السراۃ جہنم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرۃ طریق الجنت

اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَوَّلُ مَنْ يَدْعَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ آدَمُ فَتَرَاءَى ذُرِّيَّتَهُ فَيَقَالُ: "هَذَا
أَبُوكُمْ آدَمُ" فَيَقُولُ: "لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ" فَيَقُولُ: "أَخْرِجْ بَعَثْ
جَهَنَّمَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ" فَيَقُولُ: "يَا رَبِّ كَمْ أَخْرِجْ؟" فَيَقُولُ: "أَخْرِجْ
مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ" ۝

"قیامت کے روز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو بلایا جائے گا آپ کی ساری اولاد آپ کے سامنے کھڑی جائے گی۔ اور اعلان ہوگا: یہ تمہارے جدِ امجد آدم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: "میں حاضر ہوں اسے پروردگار اور ساری بھلاتیاں تیرے اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا: "اپنی اولاد میں سے جہنم کا ایندھن علیحدہ کر دو" حضرت آدم دریافت کریں گے: کتنے مناسب سے لوگوں کو چھانٹوں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ہر سو میں سے نانوے آدمیوں کو علیحدہ کر دو۔ واقعہ یہ ہے کہ اس روز جہنم میں جانے والوں کی عظیم اکثریت ہوگی۔ اور جو آدمی اس روز جہنم کی آغوش سے محفوظ ہو گیا وہ بلاشبہ انتہائی خوش قسمت انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ، وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أَجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
فَمَنْ نُخْرِجْ عَنِ النَّارِ وَأَدْخِلْ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ، وَمَا الْحَيَوةُ
الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْفُرُودِ ۝

"آخر کار ہر شخص کو مرنا ہے اور تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔
کسیاب دراصل وہ ہے جو دہان آتشِ دوزخ سے بچا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ یہی
یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔"

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب العشر۔

۲۔ سورت آل عمران، آیت ۱۸۵۔

البتہ جن لوگوں کو جہنم میں جھونک دیا گیا ان سے زیادہ جہنم و بد نصیب اور کون ہو گا۔ جہنم بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔ ہر عظیم القدر جلیل المرتبت نبی و رسول بھی اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتا رہا قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر کھلی آنکھوں سے مطالعہ کیا جائے تو دوزخ کی وحشت اور سختی کا جو منظر سامنے آتا ہے وہ بہت ہی ہولناک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ
اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ^۱

۱۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تندہ اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے، جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو بھی حکم انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

مزید فرمایا:

كُلَّمَا نَضَجَتْ جُلُودُ هُمْ بَدَلْنَا لَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا
لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ^۲

”اور جب اُن کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔“

قرآن کریم میں ایک جگہ اس طرح کا منظر بیان ہوا ہے:

إِنَّ الْبَرِّمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعْرٍ ۖ يَوْمَ يُسْعَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى
وُجُوهِِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ^۳

۱۔ سورت النہم، آیت ۶۔ ۲۔ سورت النار، آیت ۵۶۔

۳۔ سورت القمر، آیت ۴۷-۴۸۔

”یہ جرم لوگ درحقیقت غلامی میں مبتلا ہیں اور ان کی قتل ماری گئی ہے۔ جس روز یہ منہ کے بل آگ میں گیسے جائیں گے اس روز ان سے کہا جائے گا کہ اب چھو جہنم کی لپٹ کا مزا“

مزید فرمایا:

إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوا مَنَٰذِرًا ۝ وَتَوَلَّىٰ ۝ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝

”وہ تو بھرکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی، پکار پکار کر اپنی طرف بلانے لگی ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیڑ پھیری اور مال جمع کیا اور سنت سنت کر رکھا“

ان آیات کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث سے بھی جہنم کی ہولناکی اور وہاں کی سزا کی شدت سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَارُكُمْ هَذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءً مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءً مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ ۖ

”تمہاری یہ آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے پیش کے اعتبار سے جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے“

مزید فرمایا گیا:

إِنَّ الْحَجَرَ يُلْقَىٰ مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا، وَاللَّهُ لَتَمْلَأَنَّ أَفْعَجِبْتُمْ بِهِ ۖ

”پتھر کو جہنم کے سرے سے نیچے پھینکا جاتا ہے اور وہ ستر سال تک سفر کرتا رہتا ہے اس کے

۱۔ سورت المائدہ آیت ۱۵-۱۸۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صدۃ النار۔

۳۔ صحیح مسلم، کتاب صفة الجنة، باب فی ثلثة حرات جہنم۔

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد۔ ابتداء کتاب سے چودہویں حدیث۔

باوجود وہ تہ تک نہیں پہنچ پاتا۔ قسم بخدا اتنے بڑے جہنم کو ضرور ہرجا جائے گا۔ کیا تمہیں کوئی تعجب
ہو رہا ہے؟ (یعنی ایسی کوئی تعجب کی بات نہیں)

یہ ہے اُس جہنم کا حال جس میں کبار و معاصی کے مرتکب افراد رہیں گے اور وہ سب کے سب ایک
ہی مقام پر نہ ہوں گے، بلکہ اپنے اپنے گناہوں کے لحاظ سے مختلف قسم کی سزائوں میں گرفتار ہوں
گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ
النَّارُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْرَتِهِ
وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى تَرْقُوتِهِ ۚ

”صورت حال اس طرح ہوگی کہ کسی کو آگ ٹخنوں تک اپنی پیٹ میں لے رہی ہوگی۔ اور کسی کو
گھٹنے گھٹنے تک پہنچ رہی ہوگی اور کسی کی کمر تک آگ ہوگی۔ اور کوئی گلے گلے تک آگ میں ہوگا۔“

اگرچہ ہر آدمی کی سزا اپنے گناہوں کے اعتبار سے مختلف ہوگی اس کے باوجود ہر آدمی یہ سمجھ رہا ہوگا کہ جس
قدروہ تکلیف میں ہے کوئی دوسرا نہیں، حتیٰ کہ سب سے کم عذاب میں مبتلا انسان بھی اپنے آپ کو
سب سے زیادہ بد نصیب اور سب سے زیادہ پریشان حال سمجھ رہا ہوگا۔ اس کی کیفیت رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی،

إِنَّ أَهْلَ النَّارِ عَذَابًا مِّنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَيْنِ مِّنْ نَّارٍ يَغْلِي
مِنْهَا دِمَاعُهُ كَمَا يَغْلِي الْمَرْجُلُ مَا يَرَى أَنَّ أَحَدًا أَشَدَّ مِنْهُ عَذَابًا
وَأَيْتَهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا ۚ

”آگ والوں میں سب سے کم اس آدمی کا عذاب ہوگا جس کے دو جوتے اور دو تسمے آگ کے ہوں

۱۔ صحیح مسلم، کتاب صفۃ الجنۃ، باب فی شدۃ نار جہنم۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اهل النار عذاباً۔

گئے۔ ان کی وجہ سے اُس کلامِ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے ہنڈیا کھولتی ہے۔ اس کے خیال میں

سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو مل رہا ہوگا، حالانکہ وہ سب سے کم عذاب میں ہوگا۔

اس مقام پر ہیں ذرا سا رک کر اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ سب سے چھوٹے مجرم کی سزا جب اتنی سخت ہوگی تو دھڑتے سے صبح و شام اللہ تعالیٰ کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کرنے والوں کو کیسی سزا ملے گی؟ **اعاذنا اللہ من ذلک۔**

جہنم کی سزا کس قدر ہوش بھلا دینے والی ہے شاید ہمیں اس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں ہو سکا۔ دل کا در کچھ کھول کر صرف مندرجہ ذیل حدیث پر غور کر لیں تو بات بڑی حد تک سمجھ میں آسکتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ
فِي الشَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا بَنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ
هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللَّهِ يَا رَبِّ!

”روزِ قیامت ایک ایسے روزِ نئی کو لایا جائے گا جسے دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں اور آسائشیں

تھیں۔ پھر روزِ نئی میں ایک غوطہ دینے کے بعد پوچھا جائے گا: اے آدم زادے! کیا کبھی زندگی

میں کوئی نعمت یا آسائش دیکھی تھی؟ یا تیرے قریب سے بھی نعمت کا گزر ہوا تھا؟ وہ جواب دے گا:

اے پروردگار تیری ذات کی قسم میں نے کبھی کوئی نعمت یا سہولت دیکھی ہی نہیں۔“

اس ہولناک عذاب سے بچنے کی ایک ہی امکانی صورت ہے کہ انسان دیدہ و دانستہ کبار سے پرہیز کرے

اور صغائر کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے ساتھ ساتھ اس کی رحمت کا امید وار رہے۔

اہل اللہ اور اہل تقویٰ اسی صراطِ مستقیم پر گامزن رہے ہیں۔ اور ہمارے لیے بھی یہی سلامتی کی راہ ہے۔

صحیح مسلم کتاب النافعین، باب صیغۃ انعم اہل الدنیا فی النار۔

حقیقت شفاعت

لاطمی اور نادانی کی وجہ سے ہمارے ہاں یہ تصور عام پایا جاتا ہے کہ ہر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بخش دیا جائے گا اور اسے ذرا بھی سزا نہیں ملے گی خواہ وہ کیسی کیسی بد اعمالیاں کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ شفاعت فرور کریں گے، لیکن کس کے حق میں کس وقت شفاعت کی اجازت ملتی ہے، تفصیل طلب بات ہے اور مندرجہ ذیل احادیث میں اس کی مکمل تفصیل موجود ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ شفاعت صرف اہل توحید کے حق میں ہوگی۔ اور کسی قسم کا مشرک اس کا مستحق نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي
اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِّأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا

”ہر نبی کے لیے ایک دعا کی لازمی قبولیت کا وعدہ ہے اور ہر نبی اپنی یہ مخصوص دعا اسی دنیا یا
ماگ چکا، جبکہ میں نے اپنی اس مخصوص دعا کو امت کی شفاعت کی غرض سے قیامت تک لیے
محفوظ کر لیا ہے۔ چنانچہ میری شفاعت ان شاء اللہ ہر اس امتی کو فائدہ دے گی جو اس دنیا سے
رضت ہوئے وقت شرک میں مبتلا نہ تھا۔“

تقریباً تقریباً اپنے اپنے گناہوں کی سزا جگت لینے کے بعد گناہ گاروں کے حق میں شفاعت
کی اجازت ملے گی۔ اس وقت تک گناہ گاروں پر کیا کچھ سبت چکا ہوگا اور ان کا حلیہ کیسا بن چکا ہوگا اس
ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب لکل نبی دعوة۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اعتناء النبی صلی اللہ
علیہ وسلم دعوة الشفاعة لامته۔

أَمَّا أَمَلُ النَّارِ الَّذِينَ مُمِ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا
وَلَا يَحْيَوْنَ، وَلَكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمْ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ- أَوْ قَالَ
بِخَطَايَاهُمْ- فَأَمَاتَهُمْ إِمَاتَةً حَتَّى إِذَا كَانُوا قَحْطًا أُوذِنَ
بِالشَّفَاعَةِ فَجِئَ بِهِمْ صَبَائِرُ صَبَائِرَ فَبَشُّوا عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ
ثُمَّ قِيلَ: يَا أَمَلُ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُتُونَ
نَبَاتَ الْجَنَّةِ تَكُونَ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ-

مہو لوگ متقل جتنی ہیں وہ نہ تو وہاں سرکیں گے اور نہ ہی صحیح معنوں میں زندہ ہوں گے۔ البتہ جن لوگوں کو آگ کی سزا ان کے گناہوں اور غلطیوں کی پاداش میں ملے گی انہیں موت آجائے گی۔ بالآخر جب وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے تو ان کے حق میں شفاعت کی اجازت بل جائے گی تب انہیں مختلف جماعتوں کی شکل میں لاکر جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائے گا۔ حکم ہوگا: اے جنت والو! ان پر پانی ڈالو۔ اس پانی کے اثر سے وہ لوگ اس تیزی سے اُگ آئیں گے جس طرح سیلاب سے اکٹھی ہونے والی مٹی میں دانہ اُگ آتا ہے۔

اور یہاں یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ حساب کتاب ختم ہونے کے بعد بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب مسلمانوں کے حق میں شفاعت شروع ہوگی۔ گویا کہ جب تک تمام انسانوں کا حساب ختم نہیں ہو جاتا (جو کہ دنیاوی حساب کے اعتبار سے پچاس ہزار سال کے برابر دن میں ہوگا) اُس وقت تک جہنم میں پہنچنے والوں کے حق میں ”رحم کی اپیل“ قابلِ سماعت بھی نہ ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ جب تہی و پرہیزگار لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے اور اپنے شناسا ساتھیوں کو اپنے ساتھ جنت میں نہ پائیں گے تو اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے: ”اے مولیٰ ہمارے ساتھی ہمارے ساتھ ہی نماز روزہ ادا کرتے تھے اور دوسرے نیک کاموں میں بھی ہمارے ساتھ شریک ہوتے تھے اب وہ نظر نہیں آرہے تو اللہ تعالیٰ ان کی

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ و اخراج الموعودین من النار۔

شفاعت قبول فرکر ان گناہ گاروں کی بخشش فرمادیں گے۔

شفاعت کی برکت سے گناہ گار لوگ جہنم سے یک بارگی ہی باہر نہیں آجائیں گے، بلکہ ٹولیوں کی شکل میں باہر نکلیں گے۔ اور ہر دو ٹولیوں کے درمیان کتنا وقفہ ہوگا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف جماعتوں کے حق میں قبولِ شفاعت اور ان کی جہنم سے برآمدگی کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے:

فَأَوْتِي فَأَقُولُ: أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي
فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأُحَمِّدُهُ بِمَحَامِدِهِ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا
يُكَلِّمُنِيهِ اللَّهُ ثُمَّ أَخْبَرُ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي: يَا مُحَمَّدُ
ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمِعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشْفَعْ.
فَأَقُولُ: يَا رَبِّ أَمَتِي أَمَتِي، فَيُقَالُ: انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي
قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بَرٍّ أَوْ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا،
فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي فَأُحَمِّدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ
ثُمَّ أَخْبَرُ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ
يُسْمِعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهُ وَاشْفَعْ تُشْفَعْ، فَأَقُولُ: أَمَتِي
أَمَتِي فَيُقَالُ لِي: انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ
خَرَدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ مِنْهَا، فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ، ثُمَّ
أَعُودُ إِلَى رَبِّي فَأُحَمِّدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخْبَرُ لَهُ سَاجِدًا
فَيُقَالُ لِي: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمِعْ لَكَ وَسَلْ

۱۔ ملاحظہ ہو، صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب وجوہ یومئذہ ناضرو۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طرق الرویۃ۔

تُعْطُهُ وَاشْفَعْ تَشْفَعُ، فَأَقُولُ: يَا رَبِّ اُمِّتِي اُمِّتِي، فَيُقَالُ
لِي: انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَدْنَى اَدْنَى اَدْنَى مِنْ مِثْقَالِ
حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ، فَانْطَلِقُ
فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَرْجِعْ اِلَى رَبِّي فِي الرَّابِعَةِ فَاحْمَدُهُ بِسَلَكِ
الْحَامِدِ ثُمَّ اخْتَرْ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِي: يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ وَقُلْ يَسْمَعُ لَكَ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تَشْفَعُ فَاَقُولُ:
يَا رَبِّ اَنْذَنْ لِي فَيَمْنُنُ قَالَ: لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ قَالَ: لَيْسَ ذَاكَ
لَكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي وَكِبْرِيَايَ وَعَظَمَتِي وَجَبْرِيَايَ لَاخْرِجَنِي
مِنْهَا مَنْ قَالَ: لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ

بِآلِ شَفَاعَتِ کے طلبگار حضرات میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا، ہاں یہ میرا کام ہے
اور میں کر سکتا ہوں۔ چنانچہ میں جا کر دربارِ خداوندی میں حاضری کی اجازت طلب کروں گا تو مجھے
اجازت مل جائے گی۔ میں اللہ کے حضور پیش ہو کر ایسی ایسی عمد و ثنا بیان کروں گا جو اس وقت
میرے بس میں نہیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے اس کا الہام ہوگا۔ اس کے بعد میں
سجدے میں گر جاؤں گا۔ مجھے کہا جائے گا: اے محمدؐ، سر اٹھائیے اور بات کہیے سنی جائے گی،
مانگیجے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے شفاعت قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا: اے رب!
میری اُمت میری اُمت اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جس کے دل میں گندم یا جو
کے دانے کے برابر ایمان ہے اسے آپ جہنم سے نکال لائیں۔ چنانچہ میں لوگوں کے دل میں
جو یا گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا انہیں جہنم سے نکال لاؤں گا۔

۱۰ صحیح بخاری، کتاب التَّوْحِيدِ، باب کلام الربِّ تعالیٰ یوم القیامت مع الانبیاء وغیرہم۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اہل الجنۃ منزلاً فیہا۔

میں دوبارہ اپنے رب کے حضور پیش ہو کر اسی طرح کی حمد و ثناء بیان کروں گا اور مجھ سے یہ گراموں
 گا۔ کہا جائے گا: ”اے محمدؐ سر اٹھائیے اور بات کہیے بات سنی جائے گی، مانگیے عطا کیا جائے
 گا، شفاعت کیجئے شفاعت قبول ہوگی۔“ میں عرض کروں گا: ”اُمّتی اُمّتی میری امت
 میری امت!“ حکم ہوگا: ”جائیے اور جس کے دل میں رانی کے دانے جتنا ایمان ہے اسے جہنم
 سے نکال لائیے۔“ چنانچہ جن کے دل میں رانی کے دانے جتنا ایمان ہوگا میں انہیں جہنم سے نکال لاؤں گا۔
 قیسری مرتبہ پھر اپنے رب کے حضور پیش ہو جاؤں گا۔ پہلے طرح کی حمد و ثناء بیان کر کے سجدے
 میں گر جاؤں گا۔ کہا جائے گا: ”اے محمدؐ سر اٹھائیے کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیے عطا
 کیا جائے گا، شفاعت کیجئے شفاعت قبول ہوگی۔“ میں درخواست کروں گا: ”میری امت
 میری امت...“ کہا جائے گا: ”جائیے اور جس کے دل میں رانی کے دانے کے کسی چھوٹے
 سے جتنے کے برابر بھی ایمان ہے اسے بھی جہنم سے نکال لائیے۔“ چنانچہ جن لوگوں کے دل
 میں رانی کے دانے کے کسی چھوٹے سے جتنے جتنا بھی ایمان ہوگا میں انہیں جہنم سے نکال لاؤں گا۔
 اس کے بعد جو تہی مرتبہ میں اللہ کے حضور پیش ہو جاؤں گا پھر اس انداز سے حمد و ثناء بیان کر کے
 سجدے میں گر جاؤں گا۔ مجھے کہا جائے گا: ”اے محمدؐ سر اٹھائیے اور بات کہیے بات سنی جائے
 گی، مانگیے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے شفاعت قبول ہوگی۔“ میں التجا کروں گا: ”اے رب
 مجھے ہر اس شخص کو جہنم سے نکالنے کی اجازت فرمائیں جس نے لا اِلهَ اِلَّا اللہ کہا ہو اللہ تعالیٰ
 فرمائیں گے: ”نہیں یہ آپ کا کام نہیں، البتہ مجھے اپنی عزت و کبرائی اور عظمت و جلال کی قسم
 میں ہر اس شخص کو جہنم سے فرو نکال لاؤں گا، جس نے لا اِلهَ اِلَّا اللہ کہا ہو۔“

لہذا شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زعم میں گناہوں کا ارتکاب کرتے رہنا بڑے ہی گھٹلے کا سودا
 ہے۔ کیونکہ اگر گناہوں کی کثرت کی وجہ سے دل ہی کالا ہو گیا اور بالآخر اس پر گمراہی کی مہر لگ گئی تو معاف
 انتہائی گھبر ہے۔ اور اگر کئی سو سال کے بعد شفاعت نصیب بھی ہو گئی تب بھی کوئی معمولی عقل رکھنے
 والا آدمی پسند نہیں کرے گا کہ دس بیس یا زیادہ سے زیادہ پچاس سال کی آزاد روی یا حرام خوری کی خاطر

ہینکڑوں سال جنت کی نعمتوں سے محروم ہو کر جہنم کی سزائیں مبتلا رہے۔ اس لیے جو اہل ایمان جنت کے لالچ کی حد تک طلبگار ہیں اُن کو دنیا کی جائز اور حلال چیزوں سے بھی صرف اس لیے پرہیز رہنا چاہیے کہ کہیں ہمارا حساب لبانہ ہو جائے اور ہمارا داخلہ جنت دیر سے نہ ہو۔ اس لیے کہ غریب صفتی امیر ختمیوں کے مقابلے میں پانچ سو سال پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ لَا ابْتِشُرْكُمْ بِإِنَّ فُقَرَاءَ الْمُؤْمِنِينَ
يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَاءِ هُمْ يَنْصَفِ يَوْمَ: خَمْسَانَةَ
عَامٍ۔

”اے فقراء کی جماعت، کیا میں تمہیں ایک خوشخبری نہ سنا دوں یہ غریب اہل ایمان دولت مندوں سے

آدھا دن یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے۔“

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے متقی پرہیزگار اور اہل اللہ تو دنیا میں فقر اختیار کر دیتے ہیں کہ کہیں آخرت کا حساب لبانہ ہو جائے اور وہ پانچ سو سال جنت سے باہر نہ کھڑے رہیں مگر شفاعت مصطفیٰ کے اُمیدوار اس منزعومہ امید پر دھڑا دھڑکا کر اور حرام خوری کے عادی اور ریا پستہ چلے جاتے ہیں

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب منزلہ الفقراء۔ تین مسلسل احادیث اسی معنی میں ہیں: ۴۱۲۲، ۴۱۲۳، ۴۱۲۴۔ محدث العصر الامانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ جامع الصحیح حدیث ۷۹۷۶۔

۲۔ نظام کائنات چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں دن کی جو مقدار مقرر ہے وہ دیری گزشتہ آیام کے اقباء سے ایک ہزار سال کے برابر ہوتی ہے فرمایا: اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَالْفِ سَنَةِ وَمَا تَعُدُّونَ سَمَرَاتِ الْاَلْحٰی آیت ۴۴، تیرے رب کے ہاں کا ایک دن تیرے شمار کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے میراث بالائیں مذکور آدھا دن پانچ سو سال کا ہی بنتا ہے۔ البتہ قیامت کا دن خصوصی اہمیت رکھتا ہے جس میں تمام بنی آدم کا اول سے لے کر آخر تک سب کا حساب ہوتا ہے۔ اس لیے اسے پچاس ہزار سال کے برابر قرار دیا گیا ہے جس کا تذکرہ سورۃ المعارج آیت ۴ میں ہے۔

ہیں کہ آخر شفاعت ہو ہی جائے گی۔ خواہ کئی سو سال جہنم کی آگ میں جلنے اور کونہ بن جانے کے بعد
ہی کیوں نہ ہو؟

اب اپنے بارے میں فیصلہ خود آپ کے ہاتھ میں ہے کہ چاہے شفاعت کی اُمید پر بڑے
بڑے گناہ کرتے چلے جائیں اور نتیجہ:

ا۔ دنیا سے رخصتی کے وقت جان کنی کی تکلیف سے دوچار ہوں۔

ب۔ قبر جہنم کی کھائی بن جائے۔

ج۔ محشر میں حاضری مجرّمین کی طرح ہو۔

د۔ حوض کوثر سے محروم رہیں۔

ه۔ پُل صراط سے گزرتے ہوئے جہنم میں گر جائیں۔

و۔ پھر اگر قسمت یاد رہی کر جائے تو جہنم میں کئی سو سال گزارنے اور جل کر کونہ ہونے کے بعد

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔ اور آپ نجات پا سکیں۔

یا پھر چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی بچنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے گناہوں سے دُور

بہت دُور رہیں اور نتیجہ:

ا۔ دنیا سے امن، سکون اور چین کے ساتھ رخصتی ہو۔

ب۔ قبر جنت کا باغ بن جائے اور دلہن کی طرح سوتے رہیں۔

ج۔ حشر میں اللہ تعالیٰ کے حضور معزز مہمان کی طرح پیشی ہو۔

د۔ حوض کوثر سے جامِ حیات نصیب ہو۔

ه۔ پلک جھپکتے ہی پُل صراط پار کر جائیں۔

و۔ فرشتوں کی مرحلہ مر جبا اور سلاماً سلاماً کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔

دونوں راستے آپ پر واضح ہو چکے ہیں آپ جو راستہ چاہیں اختیار کر لیں۔ ابھی وقت اور موقع آپ

کے ہاتھ میں ہے۔

باب اول کا خلاصہ

آگے بڑھنے سے پہلے ایک نظر باب اول کے مندرجات پڑھانی ضروری ہے تاکہ جو مباحث تفصیل کے ساتھ گزر چکے ہیں ان کا خلاصہ چند سطروں میں سامنے آجائے۔ اس طرح باب ثانی کا مطالعہ آسان ہو جائے گا۔ انسان کا خمیر جس مٹی سے اُٹھایا گیا ہے اُس میں غلطی، کوتاہی، لغزش اور گناہ کا اثر موجود ہے لہذا گناہوں سے کلی طور پر بچ جانا تو انسان کے لیے سخت مشکل ہے۔

البتہ جس انسان کو اپنی آخرت دنیا کے مقابلے میں زیادہ عزیز ہو اسے بہر حال گناہوں بالخصوص بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

ہر وہ گناہ بڑا شمار ہو گا جس سے حقوق اللہ یا حقوق العباد کی حق تلفی ہوتی ہو یا معاشرے کا اجتماعی امن متاثر ہوتا ہو۔ اور دوسرے نفلوں میں ہر وہ گناہ بڑا شمار ہو گا جس پر لعنت کی گئی ہو یا جہنم کی یا اللہ تعالیٰ کے غضب کی دھمکی دی گئی ہو یا شرعاً حرام قرار دیا گیا ہو، یا صاف صاف نفلوں میں اسے کبیرہ کہا گیا ہو۔ ارتکابِ گناہ کے اسباب یہ ہیں، ایمان کی کمزوری، انسانی خواہشات کی غلامی مثلاً عورت، اولاد، مال و متاع کی ایسی محبت جو انسان کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا باغی بنا دے، شیطان کا غلبہ، شرعاً منکرہ، مشکوک معاملات میں الجھ جانا۔

کبار کے ارتکاب سے انسان کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے اور جوں جوں انسان کبیرہ میں غرق ہوتا جاتا ہے یہ نقطہ بڑھتا جاتا ہے اور بالآخر سارے دل کو کالا کر دیتا ہے اور اس کے بعد اس دل پر گمراہی کی مہر لگ جاتی ہے۔

انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی ان گناہوں کی وجہ سے دنیا میں ہی عذاب بن جاتی ہے مختلف قسم کی نصیبتیں اور بیماریاں اسے گھیر لیتی ہیں، نیک اعمال کی توفیق کم ہو جاتی ہے، رزق سے برکت اُٹھ جاتی ہے، معاشرہ مختلف دہائی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور وہاں سے امن، سکون، آشتی اور محبت کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حیوان اور عام مخلوق خدا بھی ان گناہوں کی نحوست سے محفوظ نہیں رہ پاتے۔

کبار کا مرتکب جو انسان توبہ کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا اس کی قبر عذاب کی کمانی، حشر میں مجرموں کی طرح پیشی، سوجھن کوثر سے محرومی، اعمال نامہ اُلٹے ہاتھ اس کے بعد پل مراط سے گرتے پڑتے اور زخمی ہوتے ہوئے گزرے گا یا پھر حوالہ جہنم ہو جائے گا۔
 جس غرض نصیب کو شفاعتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نصیب ہوگی۔ اس وقت تک وہ عذاب اور تکلیفوں کے متعدد مراحل سے گزر چکا ہوگا۔

کیا اس کے بعد بھی کسی سلیم الفطرت انسان کے دل میں گناہ کبیرہ کی رغبت ہو سکتی ہے؟
 نہیں! ہرگز نہیں!!

اب باب دوم میں اُن گناہوں کا تفصیلی تذکرہ دیکھ لیں جنہیں شریعت نے ”کبار“ میں شمار کیا ہے تاکہ آپ ان سے بچیں اور اپنی دنیا و آخرت کامیاب بنائیں اور یہی ہر سلیم الفطرت انسان کی منزل مقصود ہے۔



باب دوم

کبار کی تفصیلات

شُرک اکبر

اللہ تعالیٰ اپنی ذات^۱، صفات^۲، حقوق^۳ اور اختیارات^۴ میں یکتا اور تنہا ہے۔ ان چاروں انواع توحید میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ حصہ دار۔ لہذا جس کسی نے کسی بھی شکل میں جن فرشتے، نبی، رسول، ولی، بزرگ یا کسی بھی دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے برابر یا اس کا ساتھی یا اس کی صفات یا حقوق یا اختیارات میں حصہ وار سمجھ لیا تو اس نے شرک اکبر کا ارتکاب کیا۔

شرک اللہ کی ذات کو انتہائی ناپسند ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ

”اللہ پس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ

”جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

مزید ارشاد ہے:

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ

”جیسی کچی بات یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔“

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو آدمی حالتِ شرک میں اس دنیا سے کوچ کر جائے وہ جہنم میں جائے گا، جنت اس پر حرام ہے اور اس کی بخشش قطعاً ناممکن ہے۔ معاملے کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم کا ذکر کر کے فرمایا کہ اگر ان بزرگیدہ، مستیوں سے بھی شرک سرزد ہو جاتا (جو یقیناً محال تھا) تو ان کی ساری محنتیں ضائع ہو جاتیں اور وہ مجربوں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے۔ چنانچہ اتحادہ بڑے بڑے انبیاء و رسل کا تذکرہ ایک ہی مقام پر کئے فلان:

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

"لیکن اگر کہیں (بفرض محال) ان پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کر لیا غارت ہو جاتا۔"

امام الرسل سید الاولین و الآخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو، جو بجا طور پر بعد از خدا بزرگ توفی قصہ مختصر کے مقام پر فائز ہیں، براہ راست مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَقَدْ أَهَوَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

"تہا ہی طرف اور تم سے پہلے گزرے انبیاء کی طرف یہ وحی بھی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو یقیناً تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔"

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "تباہ کن" گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو سب سے پہلے "شرک" ہی کا ذکر کیا۔ ارشاد ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا أَنْتَكُمُ بَاكِبِرُ الْكِبَابِرَةِ (ثَلَاثًا)، قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعَقْوُوقُ

الْوَالِدَيْنِ، أَلَا وَشَهَادَةُ الزُّورِ وَقَوْلُ الزُّورِ، وَكَانَ مُتَكَا فَجَلَسَ
فَمَا زَالَ يُكْرِرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ ۚ

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے دریافت کیا: ”کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ
نہ بتا دوں؟“ آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا: ”ضرور ضرور! آپؐ فرمائیں۔“ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، (یہ بات کرتے ہوئے)
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگاتے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسلسل فرمانے لگے: ”خبردار
ہو جاؤ اور توجہ سے سن لو، جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اتنی
بار دہرائی کہ ہم دل میں تنہا کرنے لگے کہ اسے کاشش آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناموشی اختیار فرمائیں۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے گناہ اور ان میں بھی سب سے پہلے شرک کو بیان
کرتے ہوئے فرمایا:

”اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَيَّاتِ“ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَاهُنَّ؟
قَالَ: ”الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسَّحَرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا
بِالْحَقِّ وَآكُلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَآكُلُ الرِّبَا، وَالشُّكُّ يَوْمَ الزَّحْفِ وَ
قَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ“ ۚ

”سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہوں سے بچو: صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ کون کون
سے ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شرک کرنا، جادو کرنا

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الشہادات، باب ما قيل في شهادة الزور۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان
الکبائر واکبر۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى۔ صحیح مسلم، کتاب
الایمان، باب بیان الکبائر واکبر۔

جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرا ہے اسے ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جنگ سے فرار ہونا، اور پاک دامن سیدی سادھی اور مومن خواتین پر بڑھانا کا الزام لگانا۔

ان بڑے بڑے اور تباہ کن گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک شرک ہے جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْكَبَائِرُ؟ قَالَ: هُنَّ سَبْعٌ، أَعْظَمُهُنَّ إِشْرَاكَ بِاللَّهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ حَقٍّ.... اِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ

ایک صحابی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ کبار کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ سات ہیں، اُن میں سب سے بڑا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے، اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا۔

شرک کے خطرناک ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ مشرک کے لیے جنت حرام ہے اور اس کی بخشش کا دروازہ بند ہے۔ (اس ضمن میں سورت المائدہ آیت ۷۲ اور سورت النساء آیت ۴۸ کے حوالے گزر چکے ہیں) جبکہ دوسرے گناہوں کے مرتکب اپنی اپنی منزا پانے کے بعد بالآخر بخشش کے امیدوار ہوں گے اور ان کے لیے جنت میں داخلہ کا امکان ہے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں جاعت اہل سنت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

انواع توحید کی طرح شرک کی بھی چار قسمیں ہیں: ذات میں شرک، صفات میں شرک، اختیارات میں شرک اور حقوق میں شرک۔ ان چاروں قسموں کی تفصیل سیدہ مروددی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح بیان کی ہے۔

ذات میں شرک یہ ہے کہ جوہر الوہیت میں کسی کو حصہ دار قرار دیا جائے۔ مثلاً نصاریٰ کا عقیدہ تثلیث، مشرکین عرب کافرشوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا، اور دوسرے مشرکین کا اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کو اور اپنے شاہی خاندانوں کو جس آلہ کے افراد قرار دینا۔ یہ سب مشرک فی الذات ہیں۔

صفات میں شرک یہ ہے کہ خدائی صفات جیسی کہ وہ خدا کے لیے ہیں، ویسا ہی انھویاں میں سے کسی صفت کو کسی دوسرے کے لیے قرار دینا۔ مثلاً کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ اس پر غیب کی ساری حقیقتیں روشن ہیں یا وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے یا وہ تمام نقائص اور تمام کمزوریوں سے منزہ

لے سنن النسائی، کتاب تہریم الدم، باب ذکر الکبائر۔

اور بالکل بے خطا ہے۔

اختیارات میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات صرف اللہ کے لیے خاص ہیں اُن کو یا اُن میں سے کسی کو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے تسلیم کیا جائے۔ مثلاً فوق الفطری طریقے سے نفع و ضرر پہنچانا، حاجت روائی و دشگیری کرنا، محافظت و نگہبانی کرنا، دعائیں سننا اور قسموں کو بنانا اور بگاڑنا۔ نیز حرام و حلال اور جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرنا اور انسانی زندگی کے لیے قانون و شرع تجویز کرنا۔ یہ سب خداوندی کے مخصوص اختیارات ہیں جن میں سے کسی کو غیر اللہ کے لیے تسلیم کرنا شرک ہے۔

حقوق میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے بندوں پر خدا کے جو مخصوص حقوق ہیں وہ یا ان میں سے کوئی حق خدا کے سوا کسی اور کے لیے مانا جائے۔ مثلاً رکوع و سجود، دست بستہ قیام، سلامی آستانہ بوسی، ٹیکر نعت یا اعتراف برتری کے لیے نذر و نیاز اور قربانی، قصائے حاجات اور رفع مشکلات کے لیے نیت، مصائب و مشکلات میں مدد کے لیے پکارا جانا، اور ایسی ہی پرستش و تعظیم و تمجید کی دوسری تمام صورتیں اللہ کے مخصوص حقوق میں سے ہیں۔ اسی طرح ایسا محبوب ہونا کہ اس کی محبت پر دوسری سب محبتیں قربان کی جائیں، اور ایسا سحق و خستگی و خشیت ہونا کہ غیب و شہادت میں اس کی ناراضی اور اس کے حکم کی خلاف ورزی سے ڈرا جائے، یہ بھی صرف اللہ کا حق ہے۔ اور یہ بھی اللہ ہی کا حق ہے کہ اس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے، اور اس کی ہدایت کو صحیح و غلط کا معیار مانا جائے، اور کسی ایسی اطاعت کا حلقہ اپنی گردن میں نہ ڈالا جائے جو اللہ کی اطاعت سے آزاد ایک مستقل اطاعت ہو اور جس کے حکم کے لیے اللہ کے حکم کی سزا نہ ہو۔ ان حقوق میں سے جو حق بھی دوسرے کو دیا جائے گا وہ اللہ کا شریک ٹھہرے گا، خواہ اس کو خدائی ناموں سے کوئی نام دیا جائے یا نہ دیا جائے:

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۵۹۸-۵۹۹)

انسان اشرف المخلوقات ہے، دنیا جہان کی ہر نعمت و آسائش اس کی خدمت کے لیے ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا سے وحدہ لا شریک کی خالص عبادت کرے لیکن اس مقام عظیم سے

جب وہ گرتا ہے تو نہ وہ اپنے اس مقام اور عظمت کا پاس رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کہیں سے سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے۔ کبھی تو وہ شیاطین انس و جن کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور مختلف آستانوں، مزاروں، استخوانوں اور درباروں پر اپنی ناک رگوں گڑھ کر اپنے اس مقام رفیع کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی تو بہتات کا شکار ہو کر پتھروں، ستاروں اور درختوں میں اپنی قسمت تلاش کرتا ہے اور کبھی مادہ پرستی کی لعنت میں گھر کر ظاہری مال و دولت اور دنیا کی چمک دمک کے حصول میں پاگل ہو رہا ہوتا ہے۔ کبھی وہ ذات پرستی میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ ”اَنَا ذُوْكُمْ اِلٰهٌ“ کا نعروں لگا دیتا ہے اور کبھی مجرّد عقل و ضرر اور الحاد و ہریت کا شکار ہو کر خود اپنا حاکم و مالک بن بیٹھتا ہے۔ موجودہ زمانے کے مختلف نظام اسے زندگی، بے دین جمہوریت، سوشلزم اور ملوکیت و بادشاہت اس کی کھج کھری کی پیداوار ہیں۔ یہ سارے کے سارے نظام ”الحکمہ اللہ“ سے انکار یا شرک کا نمونہ ہیں۔ ہاں البتہ انبیاء و رسل یا خلفاء راشدین کا معاملہ خالصہ رضائے الہی کے تابع اور عین رضائے خداوندی کے مطابق ہونے کی وجہ سے یکسر مختلف ہے۔ ہر جگہ دھکے کھانے اور مختلف تجربات کرنے کی وجہ سے انسان اپنے مقام میں ترقی کرنے کی بجائے مسلسل تنزل، انحطاط اور پستی میں گرتا چلا جاتا ہے، لیکن پھر بھی اس کو کہیں سے سکون، امن اور آشتی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَمِنَ السَّمَاءِ فَتُخْفَفُ الْقَوِيُّ اَوْ تَهْوٰى
بِهَ الرِّيحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝

”اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ عظمتوں اور بلند یوں کے آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اسے پرندے اُپک لے جائیں گے یا ہوا اس کو ایسی جگہ لے جا کر چھینک دے گی جہاں اس کے پیچھے بڑے آڑ جائیں گے۔“

یہ ہے شرک کی حقیقت اور نتائج، لیکن انسان ہے کہ اس سے باز آنے اور اسے چھوڑنے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ اسی لیے اسے کسی کل چین و آرام میسر نہیں۔

شُرکِ اصغر

شُرکِ اصغر میں مندرجہ ذیل کام شامل ہیں: (۱) ریاکاری (۲) غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا (۳) بیگونی کرنا (۴) دم اور تعویذ کی بعض صورتیں۔

(۱) ریاکاری: ریاکاری کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان اس نیت اور ارادے سے اللہ کی عبادت کرے کہ لوگوں میں اس کی نیکی مشہور ہو جائے تاکہ اسے مالی منفعت حاصل ہو یا لوگوں میں اس کا مقام بلند ہو، یا کم از کم لوگ اس کی تعریف ہی کریں۔

ریاکاری کی علامتیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ ریاکار کی تین علامتیں ہیں:

(۱) عبادت کے معاملے میں تنہائی میں بہت سست ہو۔

(۲) جب لوگوں کے ساتھ ہو تو دلچسپی اور لگن کا مظاہرہ کرے۔

(۳) اگر کوئی تعریف کرے تو نیکی اور زیادہ کرے اور اگر کوئی اعتراض کر دے تو نیکی سے کنارہ کش ہو جائے۔

ریاکار کی نہ صرف نیکی اس کے کسی کام نہیں آئے گی بلکہ اس کا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت بھی مشتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى
كَالَّذِي يُسْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ

لے الزواج عن اقتراح الكبار لابن حجر الهيتمي ص ۲۲۔

صَلُّوا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝

اُسے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے۔ ورنہ وہ خدا اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہہ جی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کہتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا۔ اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کو شیطان کی دوستی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۝

”اور وہ لوگ (جو) بھی اللہ کو ناپسند ہیں، جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخر پر۔ سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہو اسے بہت ہی بُری رفاقت میں رکھتی۔“

قرآن کریم نے ریاکاری کو نفاق کی نشانی قرار دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَى يُرَآؤُنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

”یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ درحقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکہ میں ڈال

۱۱ سورۃ النساء، آیت ۳۸

۱۲ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۶۴

۱۳ سورۃ النساء، آیت ۱۴۲

رکھا ہے۔ جب یہ نماز کے لیے اُٹھتے ہیں تو کُسناتے ہوئے، محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اُٹھتے ہیں، اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں ۛ

اور یہ ریاکاری بطور نیکی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نزدیک تباہی و بربادی کا سبب اور بنیاد ہے۔ ارشاد ربّانی ہے :

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَآءُونَ ۝ وَيَسْتَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

”پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ جو ریاکاری کرتے ہیں اور معمولی ضرورت کی چیزیں (لوگوں کو) دینے سے گریز کرتے ہیں ۛ

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بطور قاعدہ کلیہ بیان کر دی کہ اگر اپنے اعمال کا آخرت میں کچھ نتیجہ اور ثمرہ پانا چاہتے ہو تو پھر ”عبادتِ ربّ“ میں کسی کو شریک مت کرو، بلکہ اس ذات کی عبادت صرف اسی کی رضا کے لیے کرو یعنی ریاکاری، دکھلا دے، مفاد پرستی اور ہر طرح کے شیطانی دھوکے سے پاک صاف، عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

”پس جو کوئی اپنے خدائے کی ملاقات کا امیدوار ہو اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے ربّ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے ۛ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے واضح الفاظ میں ریاکاری کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا:

مَنْ صَلَّى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمَنْ

ۛ سورت الماعون، آیت ۴۔

ۛ سورت الکہف، آیت ۱۱۰

تَصَدَّقْ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ^۱

”جس آدمی نے دکھلا دے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھلا دے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، اور جس نے دکھلا دے کا صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا۔“

ریاکار کو دنیا میں ضرور شہرت اور عزت مل جاتی ہے، کیونکہ اس کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔

لیکن روزِ محشر بڑی بدنامی سے واسطہ پڑے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ يَسْمَعُ يُسْمِعِ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ يُرَائِي يُرَائِي اللَّهُ بِهِ^۲

”جو آدمی شہرت کے لیے نیک کام کرے گا (روزِ قیامت سب کے سامنے) اللہ تعالیٰ اس کو بدنام اور رسوا کر دیں گے، اور جو آدمی دکھلا دے کے لیے نیک کام کرے گا (روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سب کے سامنے) اس کی حقیقت کا پردہ فاش کر دیں گے۔“

ریاکاروں کی رسوائی اور ذلت کی ایک شکل یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُن کا ریاکارانہ کام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیں گے، جس کی تفصیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کی ہے:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: اَنَا غَضِي الشُّرَكَاءَ عَنِ الشُّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكُهُ^۳

”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں، جتنے داری کے معاملے میں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں۔“

۱۔ مسند امام احمد، ج ۴، ص ۱۲۶، طبع دار صادر بیروت۔

۲۔ المتدرک للحاکم، کتاب الرقاق، باب إن التیبا الشرک الاصفہر ۳۲۹

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التیبا والسمعة۔

صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب تحريم الزیاء۔

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب تحريم الزیاء۔ مسند امام احمد، مسند ابی ہریرۃ حدیث ۷۹۸۷ (اس معنی میں)

حدیث صحیح ہے۔ تحریک احمد محمد شاہ، طبع دار المعارف مصر۔

جس نے کسی کام میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو میں اس کو اس کے شریکیت چھوڑ دوں گا۔

اگر معاملہ یہاں تک ہوتا تو قدرے غنیمت تھا لیکن صورت حال کی سنگینی کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شہید عالم دین اور سخی جیسے طویل المرتبت لوگوں کو بھی، اگر وہ ریاکار ہوں تو ان کی ریاکاری کی وجہ سے قصور وار ٹھہرا کر مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ ان کے سارے نیک اعمال مٹی میں ملا دیتے جائیں گے اور ان کو اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ اس کی تفصیلات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کی ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ رَجُلٌ اسْتَشْهِدَ
وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ
وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ ...
(الی آخر الحدیث)

”روز قیامت جس آدمی کے خلاف سب سے پہلے فیصلہ ہو گا وہ ایک شہید ہے، جسے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں اور احسانات یاد دلائیں گے۔ وہ ان نعمتوں اور احسانات کا اقرار کر لے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائیں گے: تو نے ان نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم تو اس لیے لڑے کہ لوگ تمہیں جہاد کہہ کر پکارتیں اور وہ دنیا میں کہا جا چکا ہے۔ اس کے بعد اس آدمی کے بزرگیں حکم صادر ہو گا۔ اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

صحیح مسلم کتاب الإمامۃ، باب مَنْ قَاتَلَ لِلزَّيَاةِ وَالْمُتَّعَةِ اسْتَقْبَحَ النَّسَاءَ۔
سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب مَنْ قَاتَلَ لِيُقَاتَلَ فُلَانٌ جَرِي۔

پھر ایک دہ سر آدمی اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا، جس نے علم سیکھا اور سکھایا، اور قرآن پڑھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں اور احسانات یا ودلائیں گے اور وہ ان نعمتوں اور احسانات کا اقرار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے: "تو نے ان نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا؟" وہ جواباً عرض کرے گا: "میں نے علم حاصل کیا، دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن کی خدمت کی۔" اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "تم جھوٹ بول رہے ہو، تم نے علم اس لیے حاصل کیا کہ عالم کے نام سے شہرت پاؤ، اور قرآن اس لیے سیکھا کہ قاری کہلاؤ۔ اور یہ شہرت تمہیں دنیا میں مل چکی۔" اس کے بعد اس شخص کے بارے میں حکم صادر ہوگا۔ اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائیگا۔

ایک اور آدمی اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا جو خاھا مالدار تھا، اللہ نے اسے انواع و اقسام کا مال عطا فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں اور احسانات یا ودلائیں گے تو وہ ان نعمتوں اور احسانات کا اقرار کر لے گا۔ اللہ تعالیٰ دریافت کریں گے: "تو نے ان نعمتوں کا حق کس طرح ادا کیا؟" وہ جواب دے گا: "جہاں جہاں خرچ کرنا آپ کی ذات کو پسند تھا میں نے وہاں وہاں اس کو خرچ کیا۔"

اور یہ سب آپ کی رضا کی خاطر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے صرف اس لیے ایسا کیا کہ تمہیں سخی کے نام سے شہرت ملے۔ اور یہ شہرت تم دنیا میں پا چکے۔ پھر اس کے بارے میں فیصلہ صادر ہوگا۔ اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

ریا، شہرت اور ناموری کے مذکورہ بالا انجام کو سمجھ لینے کے بعد بھی اگر کسی کے دماغ میں یہ ختناس سوار ہو تو نہ صرف اسے اپنے ایمان کی خیر متانی چاہیے بلکہ اپنی عقل اور سمجھ داری کا بھی ماتم کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ریا، شہرت اور ناموری کے فتنے سے دنیا و آخرت میں محفوظ رکھے۔ آمین!

(۲) غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا:

اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی یا اس کے اسماء و صفات کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں۔ اگر قسم کھانے والا اس تصور اور یقین کے ساتھ غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا

یا غلط بیانی کی تو جس سستی کی قسم کھا رہا ہوں وہ مجھے مافوق الفطرت طریقے سے نقصان پہنچا سکتی ہے تو اس کا ایمان باللہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ حدود ایمان سے نکل کر شرک اکبر کی گھاٹیوں میں گر جاتا ہے۔

اور اگر یہ قسم محض جذبات احترام کے ساتھ کھائی جائے تو بھی شرک اصغر ہے نہ انا جاہلیت میں جن جن ناموں سے قسم کھائی جاتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے منع فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَاءِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللَّهِ أَوْ لَيْصُمْتُ ۞

”اللہ تعالیٰ تمہیں باپ دادا کے نام کی قسم کھانے سے روک رہے ہیں، جس کسی کو قسم کھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِي وَلَا بِآبَاءِكُمْ ۞

”نہ بتوں کے نام کی قسم کھاؤ اور نہ باپ دادا کے نام کی قسم کھاؤ“

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے نام کی قسم کھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

لَا تَحْلِفُ بِأَبِيكَ فَإِنَّهُ مَنِ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ ۞

صحیح بخاری، کتاب الایمان والذکر، باب لا تحلفوا بآباءکم۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النهی عن الحلف بغير الله۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف باللات والعزى فليقل لا إله الا الله۔

بخاری و مسلم، خزانة سابقہ، الفاظ میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ اس حدیث کے لفظ مند امام احمد کے ہیں۔ مند امام احمد حدیث ۷۰۱، معروف محدث علامہ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو ج ۸، ص ۲۷۸، طبع دار المعارف مصر۔

”اپنے باپ کے نام کی قسم کھاؤ کیونکہ جس نے اللہ کے علاوہ کسی بھی ذات کی قسم کھائی اُس نے شرک کیا۔“

اسی طرح بیت اللہ شریف یعنی خانہ کعبہ کی قسم کھانا بھی منع ہے۔ ایک حدیث میں یوں ہے:

سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ دَجَلًا يَقُولُ: وَالْكَعْبَةِ، فَقَالَ: لَا تَحْلِفْ بِغَيْرِ اللَّهِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ ۖ

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا کہ ایک آدمی خانہ کعبہ کی قسم کھا رہا ہے تو فرمایا: اللہ کے بجائے کسی اور کی قسم مت کھاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: ”جس نے اللہ کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھائی اس نے کفر کیا، یا اس نے شرک کیا۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھانے کو شرک قرار دیا ہے، فرمایا:

مَنْ حَلَفَ بِشَيْءٍ دُونَ اللَّهِ فَقَدْ أَشْرَكَ ۖ

”جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی چیز کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔“

اور اگر کعبہ بھی جو لے سے بھی کسی مسلمان کے منہ سے ایسی قسم نکل جائے جس میں شرک حقیقی کا اندیشہ ہو تو فوراً کلہ توحید ادا کر کے تجدید ایمان کر لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنن الترمذی، کتاب الایمان والنذور باب ما جاء في كراهية الحلف بغير الله. المستدرک للحاکم کتاب الایمان والنذور باب من اكبر الکبار ۴۰۰/۲۹۷ - منہ نام احمد حدیث ۶۰۷۰۷، ج ۸، ص ۲۷۸، تحقیق احمد شاکر، حدیث صحیح ہے۔ محدث العصر شیخ الالبانی نے بھی اروار الخلیل (حدیث ۲۵۶۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

المستدرک للحاکم کتاب الایمان، باب من حلف ۵۲/۱۰۰ - منہ نام احمد حدیث ۳۲۹، تحقیق احمد شاکر، طبع دار المعارف مصر۔ سنن الترمذی، کتاب الایمان والنذور باب ما جاء في كراهية الحلف بغير الله - حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو تحقیق الالبانی - اروار الخلیل حدیث ۲۵۶۱۔

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ فَلْيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُلْهِ

”جس نے لات اور عزیٰ نامی بت کی قسم کھائی وہ فوراً لا الہ الا اللہ کہے۔ (تجدید ایمان کرے۔)

لہذا دیوی دیوتا، رزق، دودھ، اولاد، والدین، پیر پیغمبر اور اہل مزار کی قسم کھانے والوں کو فوراً تجدید ایمان کر لینا چاہیے۔ مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح اور ثابت ہو جاتی ہے کہ کسی حیران، نعمت، دودھ پھل، رزق، اولاد، باپ، دادا، بزرگ، جن، فرشتے، بیت اللہ، نبی یا رسول کی قسم کھانا شرعاً جائز نہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی یا اس کے اسماء و صفات کی قسم کھائی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم چونکہ اللہ کا کلام ہے اور کلام متکلم کی صفت ہوتی ہے، لہذا اس حیثیت سے قرآن کریم کی قسم کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین غیر اللہ کی قسم کھانے سے کس قدر پرہیز کرتے تھے اس کی حقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے معلوم ہو سکتی ہے:

قَوَّالَهُ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔

”قسم بخدا جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا اس وقت سے نہ تو میں نے خود کسی جان بوجھ کر غیر اللہ کی قسم کھائی اور نہ ہی کسی دوسرے کی کھائی ہوئی قسم کو بطور نقل بیان کیا۔“

اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

لَا نَحْلِفُ بِاللَّهِ كَاذِبًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقًا۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان والقدور، باب لا یحلف باللّات والعزّی۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من حلف

باللّات والعزّی فلیقل لا الہ الا اللہ“ منہما ج ۱۰، ص ۲۲۱، حدیث ۸۰۳، تہذیب، حمد محمد شاہ طبع دار المعانی مصر۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب انہی عن الحلف بغير الله۔

۳۔ البیہق، الکبیر للطبرانی ۳/ ۲۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۱۷۹، مجمع الزوائد للصبی ۴/ ۱۷۷، نقلًا عن اروار

الغلیل ج ۸، ص ۱۹۱۔ محدث العصر علامہ الالبانی نے قول مذکور کو سنداً صحیح قرار دیا ہے۔ بحوالہ اروار الغلیل۔

”مجھے یہ بات قبول ہے کہ میں اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھاؤں لیکن یہ برداشت نہیں کہ غیر اللہ کے نام کی سچی قسم کھاؤں۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسا اس لیے فرمایا کیونکہ اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھانا اگرچہ بہت بڑا گناہ ہے، لیکن بہر حال شرک نہیں ہے، جبکہ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا شرک ہے۔

(۳) بدشگونی کرنا

ننانوی، لاعلمی اور جہالت انسان کو مختلف دھموں اور وسوسوں میں دھکیل دیتی ہے چنانچہ وہ ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ بالآخر اسلام کے آخری کنارے تک پہنچ جاتا ہے یا عملاً کفر و شرک کے اندھے کنویں میں گر جاتا ہے۔ انہی لایعنی حرکتوں میں سے ایک ہے ”بدشگونی کرنا“ یعنی اگر کسی کام کے دوران یا انجام پر کسی ایسی صورت حال سے واسطہ پڑ جائے جو دل پسند نہ تھی تو مختلف قسم کی بدشگونیاں کا شکار ہو جاتا ہے، اور سارے نقصان یا تکلیف کو بدشگونی کے گلے باندھ دیتا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ نفع ہو یا نقصان ہر چیز اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے آتی ہے۔ جبکہ بدشگونی کرنے والا اپنے اعتقاد میں نفع و نقصان کا مالک اور مختار اللہ تعالیٰ کی بجائے اس مخصوص چیز کو سمجھ بیٹھا ہے جس کے ذریعے وہ بدشگونی پکڑ رہا ہوتا ہے۔ اسی لیے شریعت نے بدشگونی کرنے کو شرک قرار دیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”الطَّيْرَةُ شِرْكٌ، الطَّيْرَةُ شِرْكٌ، الطَّيْرَةُ شِرْكٌ“

”بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے۔“

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطیۃ۔

سنن الترمذی، کتاب التیسر، باب ما جاء فی الطیۃ۔

امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مَنْ رَدَّتْهُ الطَّيْرَةُ مِنْ حَاجَةٍ فَقَدْ أَشْرَكَ ۞

”جس کسی کو بے شکونی نے اپنی ضرورت پر جانے سے واپس کر دیا اس نے شرک کیا“

اور اگر کبھی کسی کام کے دوران ایسی صورت پیش آہی جائے جس سے انسان کبیدہ خاطر یا ذہنی الجھن کا شکار ہو رہا ہو تو شکست قبول کر لینے کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے علاج کے مطابق یہ دعا پڑھ لے۔

اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ ۞

”اے اللہ فائدہ بھی آپ کی طرف سے ہے اور نقصان بھی آپ ہی کی طرف سے“ اور یہ تو آپ کی ذات کے علاوہ کوئی سہارا اور معبود نہیں ۞

اس توکل کامل سے ذہنی سکون بھی مل جائے گا، اور بے شکونی کا اثر بھی دل سے دور ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شکونی کا واحد علاج توکل علی اللہ ہے:

الطَّيْرَةُ شِرْكٌ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَذْهَبُهُ بِالتَّوَكُّلِ ۞

”بے شکونی شرک ہے، لیکن توکل کرنے سے اللہ تعالیٰ اسے دور کر دیتا ہے ۞

۱۔ مسند امام احمد، حدیث ۷۰۴۵، دارالمعارف مصر، مجمع الزوائد للعلیشی ۵/۱۰۵۔ امام الہیثمی اور محدث العصر علامہ احمد محمد شاہ نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۲۔ مسند امام احمد، حدیث ۷۰۴۵، دارالمعارف مصر، مجمع الزوائد للعلیشی ۵/۱۰۵۔ امام الہیثمی اور محدث العصر علامہ احمد محمد شاہ نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب القلب، باب فی الطیورۃ۔ سنن الترمذی، کتاب التیر، باب ماجاء فی الطیورۃ۔ امام ترمذیؒ نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ مسند امام احمد، حدیث ۴۱۹۴، مشہور و معروف محدث علامہ احمد محمد شاہ نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ طبع دارالمعارف مصر۔

(۴) دم کرنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پہلے عرب نظر بد، بخار، درد، کھچو یا سانپ کے ڈسنے، بھڑاؤ تکھتی کے کاٹنے پر دم کیا کرتے تھے۔ چونکہ یہ دم زمانہ جاہلیت کے اختیار کردہ تھے، یا یہود نصاریٰ سے سیکھے ہوئے تھے، اور اس میں شرکیہ اور کفریہ اعتقادات والفاظ شامل تھے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شرکیہ دموں سے منع فرمادیا۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّ الرِّقَى وَالْتَّمَائِمَ وَالشَّوَلَةَ شُرُكٌ

”دم، تعویذ اور ٹوٹے گنڈے سب شرک ہے۔“

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے ساتھ دم کرنے کی اجازت دی کہ اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

كُنَّا نَرَقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذَلِكَ؟

قَالَ: اغْرُضُوا عَلَيَّ رِقَاكُمْ. ثُمَّ قَالَ: لَا بَأْسَ بِمَا لَيْسَ فِيهِ شِرْكٌ

ظہور اسلام سے پہلے ہم دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

”اِس معاملے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے اپنے دم سناؤ۔“

ہمارے دم سننے کے بعد فرمایا: ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرکیہ کلمات نہ ہوں۔

لہذا معلوم ہوا کہ دم کرنا فی ذاتہ منع نہیں، بلکہ صرف ایسی صورت میں منع ہے جب اس میں شرکیہ کلمات

سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم۔ المستدرک للحاکم، کتاب الطب، باب انہی عن

الرقی والتمائم والتولہ ۴/۲۱۷۔ اور کتاب الرقی والتمائم، باب التمائم ما علق قبل البلاء۔ ۴/۴۱۸۔ امام حاکم نے

حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لا بأس بالرقی ما لم یکن فیہ شرک۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب ما جاز

فی الرقی۔

پائے جائیں۔

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کئی مواقع پر دم کیا ہے اور دوسروں کو بھی سکھایا ہے۔ یہ دم متحد و کتب حدیث میں موجود ہیں۔
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اوپر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو دم کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 مِّنْ اُسْطَعَا مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ۔
 ”تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کو فائدہ دے سکنا ہو وہ ضرور اسے فائدہ پہنچائے۔“

- ۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی۔ سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء المریض۔
- ۲۔ صحیح بخاری، کتاب فضل القرآن، باب فضل المعوذات۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب رقیۃ المریض بالمعوذات۔ موطا امام مالک، کتاب العین، باب التعوذ والرقیۃ فی المرض۔
- ۳۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ذات الجنب۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین۔ سنن الترمذی، کتاب الطب، باب کاجار فی الرقیۃ من العین۔ مسند امام احمد، ج ۶، ص ۴۲۸، سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب الرقی من العین۔
- ۴۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیۃ من العین۔ مسند امام احمد، ج ۳، ص ۳۰۲، ۳۳۴، ۳۸۲، ۳۹۳۔ سنن ابی حنیفہ، کتاب الضحایا، باب اباحۃ الرقیۃ بحتاب اللہ عزوجل۔ ۳۴۸/۹۔

اور اگر دُک کرنے کے عوض کچھ دنیاوی فائدہ حاصل کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے دھنڈا اور کاروبار بنا کر دُک درود کرنے کی دکانیں نہ کھول لی جائیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مبارک دُور میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہنگامی صورت کی ایک نادر مثال سے دوکانداری کے لیے دلیل بنانا صحیح نہیں ہے۔

(۵) تعویذ لکھنا اور باندھنا

امروا قعیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خود تعویذ لکھا، نہ کسی کو کہہ کر لکھوایا اور نہ ہی آپ کی موجودگی میں کسی صحابی نے تعویذ لکھا۔ بلکہ زمانہ جاہلیت میں رائج تعویذوں کو آپ نے بایں الفاظ شکر قرار دیا:

مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ ۖ

”جس نے تعویذ لکھا اس نے شرک کیا:

ایک موقع پر فرمایا:

إِنَّ الرُّقَاَ وَالتَّمَائِمَ وَالتَّوَلَةَ شُرُكٌ ۖ

”دُک، تعویذ اور ٹوٹے گندے سب شرک ہے۔“

اس کے باوجود دُور صحابہ ہی سے تعویذ لکھنے یا نہ لکھنے کے بارے میں شدید اختلاف رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیز حضرت ابو جعفر الباقر رحمہ اللہ تعویذ لکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مذکورہ بالا احادیث کی وہ یہ توجیہ و تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد شرکیہ اور دُور جاہلیت

۱۔ المتذکر للحاکم کتاب الطب، اساک النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیعتہ رجل ... ج ۲ ص ۲۱۹۔ مسند

امام احمد، ج ۴ ص ۱۵۶۔ محدث زمانہ الشیخ ناصر الدین الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۲۹۲۔

۲۔ حوالہ گزر چکا ہے۔

کے تعویذ ہیں۔ اور اگر قرآنی آیات یا اذعیہ مسنونہ لکھ کر تعویذ تیار کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اور جائز ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن حکیم رضی اللہ عنہم ہر قسم کے تعویذ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ ”اگر تعویذ کی کوئی شکل جائز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا اہتمام کرتے جیسا کہ دم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام تھا یا کم از کم دوسروں کو سکھاتے یا اجازت ہی دے دیتے۔“

تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ خود لکھا، نہ دوسروں کو سکھایا اور نہ ہی کسی کو اس کی اجازت دی تو معلوم ہوا کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ تعویذ سے پرہیز کیا جائے۔ اور یہی بات مزاج شریعت کے قریب معلوم ہوتی ہے۔

اور اگر قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے مبارک و مقدس ناموں پر مثل تعویذ جائز بھی سمجھ لیے جائیں تو بھی ایک شکل یہ ہے کہ ان کا کمال احترام ناممکن ہے۔ کیونکہ قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے مبارک و مقدس ناموں کو ناپاک جگہ (بیت الخلاء وغیرہ) میں لے جانا منع ہے، لہذا تعویذ والے آدمی کو ہر موقع پر اس بات کی پابندی کرنا پڑے گی کہ وہ تعویذ سمیت کسی ناپاک جگہ پر نہ جائے اور یہ احتیاط بھی تقریباً ناممکن اور محال ہے۔ لہذا صحیح ترین رائے یہ ہے کہ ہر قسم کے تعویذ سے پرہیز کیا جائے۔ بطور متبادل قرآنی آیات کی تلاوت اور مسنون دعاؤں سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہی مسنون طریقہ ہے اور یہی محتاط اور محفوظ راستہ ہے۔



جادو کرنا

جادو کیا ہے؟

جادو، عملیات، ٹونے، کالا علم اور گنڈے سب تقریباً تقریباً ایک ہی قبیل کے مختلف انداز اور الفاظ پر مشتمل کلام یا اعمال کا نام ہے۔ جادو کو عربی زبان میں ”سحر“ کہا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں: انتہائی لطیف اور ضعیف انداز میں کسی پراثر انداز ہونا اور اسے نفسیاتی طور پر متاثر کر کے اپنے مقصد کے مطابق استعمال کرنا۔

جادو اصلاً انسان کی نفسیات پر اثر کرتا ہے اور نفسیات کا اثر انسان کے جسم پر ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ڈر جانا اصلاً نفسیاتی اثر ہے، لیکن ڈرنے کی وجہ سے جسم کا کانپنا نفسیاتی اثر کا جسم پر ظہور ہے۔ اسی نفسیاتی اثر کی وجہ سے انسان بسا اوقات بیمار ہو جاتا ہے۔ کہیں تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے، خاص طور پر مریاں بیوی کے درمیان۔ کبھی بھول چوک کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کسی اور کھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان اثرات کی کتاب و سنت نے توثیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيَّهُمْ تُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ
أَنَّهُمْ تَسْعَى ۖ فَأَوْجَسَ فِي فَنْسِهِ خِيفَةُ مُوسَى ۚ

میکایک اُن کی رسیاں اور اُن کی لاشیاں اُن کے جادو کے زور سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اور موسیٰ اپنے دل میں ڈر گیا۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا:

سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ

”انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو سمور کر دیا“

تعلقات پر اثر انداز ہونے کی تصدیق قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ

”پھر یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں“

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہید بن اعصم نے جادو کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی قدر متاثر ہو گئے اور آپ کو بھی خیال کی حد تک دنیاوی امور میں پریشانی اور چوک ہونے لگی۔

جادو کرنے والے کا حکم

جادو کرنے والا قرآن کریم کے واضح فتوے کے مطابق کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاتَّبِعُوا مَا سَأَلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مَلَكٍ سُلَيْمٍ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٌ

وَلَكِنَّ الشَّيْطَانُ كَفَرُوا يَعْلَمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ

عَلَى الْمَلَائِكَةِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ

أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا غَنْنُ فِئْتَةً فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ

مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْحَرِّ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَارِينَ

۱۔ سورت الاعراف، آیت ۱۱۶ ۲۔ سورت البقرة، آیت ۱۰۲

نوٹ: تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صبح بخاری، کتاب الطب، باب السحر صبح مسلم، کتاب السلام، باب

السحر، منذ احمد، سنن النسائی اور مستدرک حاکم میں بھی واقعے کی تفصیلات موجود ہیں۔ آپ پر جادو کا اثر کس حد تک

ہوا تھا؟۔ اور جادو کے اثر کی وجہ سے آپ سے کوئی ایسا کام تو نہیں ہوا جو منصب رسالت کے خلاف ہو؟

اور اس طرح کی دیگر تفصیلات ملاحظہ ہوں۔ تفسیر القرآن ج ۶، ص ۵۵۲-۵۴۰

بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ
وَلَقَدْ عَلَّمُوا لِمَنِ اسْتَوٰهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ نَّفِطٍ
وَلَيْسَ مَا شَرُّوْا بِهِمْ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿١٠﴾

اور گے اُن چیزوں کی پیروی کرنے، جو شیاطین، سیلمان کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے
تھے، حالانکہ سیلمان نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی
تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اُس چیز کے جو اہل میں دو فرشتوں، ہرمت و امرت پر نازل کی گئی
تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب بھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر ہتھکڑیا کر دیا کرتے
تھے کہ ”دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو، چہرہ یہ لوگ اُن سے وہ چیز دیکھتے
تھے، جس سے شوہر اور بیوی میں ہدائی ڈال دیں۔ ظاہر تھا کہ اذن الہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے
کسی کو بھی ضرر پہنچا سکتے تھے مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز دیکھتے تھے جو خود ان کے لیے
نفع بخش نہیں، بلکہ نقصان دہ تھی اور انہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اس کے
لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری سزا تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ
ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!“

اسی لیے امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک ہر جادوگر کافر ہے۔ البتہ امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ وضاحت کرتے ہیں کہ اگر اس کا کلام کفریہ اور شرکیہ ہو تو جادوگر کافر ہے ورنہ شافعی
فاجر قرار دیں گے، کافر نہیں۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا فتویٰ زیادہ صحیح اور
برحق ہے اس لیے کہ قرآن کریم نے بغیر کسی شرط یا تخصیص کے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان
جادو کا عمل کرتا ہے تو اسے کہا جائے گا کہ توبہ کرو اور ایمان کی تجدید کرو۔ بصورت دیگر اسے مرتد کی سزا
کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت

حضور رضی اللہ عنہم جمعین اس بات کے قائل ہیں کہ جادوگر کو قتل کر دیا جائے۔ تابعین میں سے حضرت جندب بن عبد اللہ، جندب بن کعب، قیس بن سعد اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہم اللہ بھی اسی فتوے کے قائل ہیں۔

اسی معنی کا ایک سرکاری فرمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے محض ایک سال قبل جاری کیا تھا۔ مشہور اور انتہائی قابلِ اطمینان تابعی حضرت بکاء بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ جو امیر اہواز جزہ بن معاویہ کے سیکریٹری تھے، بیان کرتے ہیں:

أَنَا كَاتِبُ عُمَرَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَنَةٍ، إِنْ أَقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ
فَقَتَلْنَا ثَلَاثَةَ سَوَاحِرٍ

”حضرت عمرؓ کی وفات سے ایک سال قبل اُن کا خط ہمیں پہنچا، انہوں نے حکم دیا: ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کر دو۔ چنانچہ ہم نے تین جادوگرنیں کو قتل کیا۔“

عہد صحابہؓ اور خلافت راشدہ کی اتنی واضح مثال اور دلیل کے بعد جادوگر کو قتل کرنے کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی دلیل کی بنیاد پر تقریباً تمام ائمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جادوگر کفریہ یا شرکیہ الفاظ کے ساتھ جادو کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں سورۃ البقرہ آیت ۱۰۲ کی تفسیر کے ضمن میں پوری صراحت کے ساتھ امام مالک، امام احمد بن حنبل، ابو ثور، اسحاق، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا نام لیا ہے کہ ان سب ائمہ فقہ کے نزدیک جادوگر کی سزا قتل ہے۔ تو گویا پوری اُمت کا اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کو ہلاکت خیز گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا:

سند امام احمد ج ۱، ص ۱۹۰، ۱۹۱۔ طبع دار صادر و حدیث ۱۶۵، طبع دار المعارف مصر۔ معروف متقی حدیث

علامہ احمد شاکر نے سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد و کتاب الخراج والإیمارۃ، باب أخذ الجزیۃ من الجوس۔

سنن الترمذی، کتاب السیر، باب ما جاز فی أخذ الجزیۃ من الجوس۔ تحقیق مزید کے لیے ملاحظہ ہو: الکلباء للذہبی

تخریج مشہور حسن طبع المنار۔ الاردن۔

”اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَقَاتِ“۔ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا هُنَّ؟
 قَالَ: الشِّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ... ۱؎

”سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو: صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ اور جادو کرنا... الخ ۲؎

جس طرح جادو کرنا ہلاکت خیز گناہ ہے، اسی طرح جادوگر کی باتوں پر یقین کرنا بھی انتہائی خطرناک گناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنٌ خَيْرٍ وَقَاطِعٌ رَحِيمٌ وَمُصَدِّقٌ
 بِالسِّحْرِ... ۳؎

”تین قسم کے آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ شراب پینے والا، قریبی رشتہ داروں سے قطعِ تعلق کرنے والا اور جادوگر کی باتوں پر یقین کرنے والا۔“

جادو کرنے والے کے ساتھ ساتھ جادو کرانے والا بھی دینی طور پر سخت خطرے میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تَطَيَّرَ لَهُ، أَوْ تَكْهَنَ أَوْ تَكْهَنَ لَهُ، أَوْ سَعَّرَ أَوْ سَعَّرَ لَهُ... ۴؎
 ”میں آدمی سے ہمارا کوئی نااط اور تعلق نہیں جس نے بڑھگونی کی، یا کسی دوسرے سے بڑھگونی کی فال نکھرائی، کہانت کی یا کہانت کروائی اور جس نے خود جادو کیا یا کسی دوسرے سے جادو کا عمل کروایا۔“

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جادو کفر ہے۔ اسے کرنے والا کافر اور واجبِ اقتل ہے۔ اس طرح جادو کرانے والا بھی بہت بڑا مجرم ہے۔

۱؎ صحیح بخاری صحیح مسلم، حدیث ہذا شریک اکبر کے بیان میں پندرہ سے الفاظ اور تخریج کے ساتھ نقل ہو چکی ہے۔

۲؎ مسند امام احمد ج ۴، ص ۳۹۹۔ المستدرک للحاکم ج ۴، ص ۱۳۶۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۳؎ المعجم الکبیر للطبرانی، بروایت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ۔ المعجم الاوسط للطبرانی بروایت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما۔

قتل انسان

انسان بحیثیت انسان انتہائی محترم مخلوق ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، انتہائی خوبصورت جسم، ساخت اور شکل عطا فرمائی، فرشتوں سے سجدہ کروایا اور دنیا جہاں کی نعمتیں اس کی خدمت اور فائدے کے لیے پیدا کیں۔ لہذا ہر انسان کی عزت، مال اور جان لائق احترام اور قابل حفاظت ہے۔ الایہ کہ انسان خود اپنے اس مقام و احترام کو ضائع کر دے۔ چنانچہ درج ذیل چند صورتوں کے علاوہ کسی صورت میں انسان کا خون (خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو) بہانا ہر گز جائز اور صحیح نہیں:

- ۱- اسلام قبول کر لینے کے بعد مرتد ہو جانے۔
 - ۲- شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کرے۔
 - ۳- کسی دوسرے انسان کو جان بوجھ کر قتل کرے اور معروف قانونی طریقے سے اس کا جرم ثابت ہو جائے۔
 - ۴- اللہ کی زمین پر فساد برپا کرے۔ مثلاً ڈاکے ڈالے، لوٹ مار اور رہزنی کرے یا اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرے۔
 - ۵- دین حق قائم کرنے کی بزورِ بازو مخالفت کرے۔ اور اسے قتل کیے بغیر بات نہ بنتی ہو۔
- قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی قتل شرک کے بعد سب سے بڑا جرم ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ

”اور کسی جان کو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔“

انسانی قتل کے خوفناک اور خطرناک انجام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

.... مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ

النَّاسَ جَمِيعًا ۖ

”.... جس نے کسی انسان کو جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا، کسی اور وجہ سے

قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔“

انسانی قتل کتنا بڑا جرم ہے اس کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی ہے فرمایا:

إِجْتَنَبُوا السَّبْعَ الْمُؤَبَّاتِ ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ : وَمَا هُنَّ ؟ قَالَ الشِّرْكُ

بِاللَّهِ ، وَالسِّحْرُ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ

مَالِ الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَا ، وَالتَّوَلَّى يَوْمَ الزُّحْفِ ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ

الْعَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ

سات قم کے تباہ کن گناہوں سے دُور رہو! کسی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جاوہ کرنا، ناحق کسی جان کو قتل کرنا جسے

اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہو، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، دورانِ جہاد جان بچا کر بھاگ جانا، سیدھی

سادھی اور پاکدامن مومنہ خواتین پر رزنا کی تہمت لگانا۔“

۱۔ سورت الانعام، آیت ۱۵۱۔ سورت بنی اسرائیل / الاسرار، آیت ۳۳۔

۲۔ سورت المائدہ، آیت ۳۲۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب القرب، باب الشرک و السحر من الموبقات۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر و اکبرایہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ۔

(بڑے بڑے گناہ یہ ہیں)؟ اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی جان کو قتل کرنا۔

ایک عام انسان کا قتل سنگین جرم ہے اور کسی معاہدہ یا ذمی کا قتل اس سے زیادہ بڑا اور خوفناک و خطرناک جرم ہے۔ معاہدہ اور ذمی دراصل اس کا فکرو کہتے ہیں جو اسلامی حکومت اور اسلامی ملک کا قانونی شہری ہو یعنی وہ غیر مسلم جو کسی مسلمان ملک میں اس دستور و عہد کے تحت زندگی گزار رہا ہو کہ وہ اسلامی حکومت کو جزیہ ادا کرے گا اور اسلامی حکومت اس کی جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہوگی۔ معاہدہ کے لفظ میں لغوی عموم کے اعتبار سے وہ غیر مسلم بھی داخل ہو سکتا ہے جس کا کسی مسلمان کے ساتھ ذاتی سطح پر یا قبیلے اور برادری کی سطح پر امن کا معاہدہ ہو یا وہ مسلمان حکومت سے امن کا پرواز (ویزا) لے کر اسلامی ملک میں داخل ہوا ہو۔ مگر ایسے شخص کو فقہاء کی قدیم اصطلاح میں 'معاہد' نہیں بلکہ 'طیف' یا 'مُتامن' کہتے ہیں۔ مگر یہ معاہدہ ہی کی ایک جدید شکل ہے۔

معاہدہ اور ذمی کا خون معاہدے کے پاس اور احترام کی بدولت عام انسان سے کہیں زیادہ قابل حفاظت اور محترم ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُفٍّ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

صحیح بخاری، کتاب الذیات، باب قول اللہ: وَمَنْ أَخْيَا هَذَا...

صحیح مسلم، کتاب الامان، باب بیان الکبار و اکبر۔

سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الوفاء للعاہد و محرمہ و منہ سنن النسائی، کتاب القسار، باب تعظیم قتل العاہد۔

المستدرک للحاکم، کتاب قسم الغنم، باب من قتل معاہداً۔ اسی مقام پر امام حاکم نے ابو شیخ الحدیث مؤرخ الامانی نے صحیح الجامع الصغیر ۳۸۵ پر حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

”جس انسان نے کسی معاہدہ کو معاہدہ ختم ہونے سے پہلے قتل کر دیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے“

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِخْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا^۱

”جس کسی نے معاہدہ کو قتل کیا اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال

کی دوری سے پائی جاتی ہے۔“

ذقی اور معاہدہ چونکہ اسلامی حکومت کے شہری ہوتے ہیں، اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس کے جان، مال اور عزت کی حفاظت اسی طرح کرے جس طرح ایک مسلمان شہری کی کی جاتی ہے، اسی لیے بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا اور اس کے قاتل کے لیے زیادہ شدید سزا کی خبر دی۔ فرمایا:

مَنْ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ سَبْعِينَ عَامًا^۲

”جس نے کسی ذقی کو قتل کر دیا اسے جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی، جبکہ جنت کی خوشبو ستر سال

کے فاصلے سے پائی جاتی ہے۔“

(نوٹ: پچھلی حدیث میں چالیس سال اور اس حدیث میں ستر سال کے فاصلے پر جنت کی خوشبو کا تذکرہ ہوا ہے۔ یہ فرق جرم کی نوعیت کے اعتبار سے ہے، مومن کا خون تو پھر مومن کا خون ہے، جس کی غلطی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب اثم من قتل معاہدًا بغیر جرم۔

سنن النسائي، کتاب القسامۃ، باب تعظیم قتل المعاہد۔

۲۔ سنن النسائي، کتاب القسامۃ، کتاب تعظیم قتل المعاہد۔ المستدرک للحاکم، کتاب الجہاد، باب من قتل معاہدًا۔

امام حاکم نے اور شیخ الحدیث علامہ البانی نے صحیح الجامع الصغیر ۸/۴۴۸ پر حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حرمت اور مقام واحترام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر، میدانِ عرفات میں، ۹ ذی الحجہ کی مبارک تاریخ میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ان الفاظ میں بیان فرمائی:

”اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: حرمت والادن! آپؐ نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: حرمت والا شہر! آپؐ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہؓ نے کہا: حرمت والامہینہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا۔

”یقیناً تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزیزتیں تم پر آپس میں اس طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ اور (بالخصوص) تمہارے اس شہر کی حدود میں اور اس مبارک و مقدس شہر کے دوران“

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

مَا أَطْيَبَكَ وَأَطْيَبَ رِيْحُكَ، مَا أَعْظَمَكَ وَأَعْظَمَ حُرْمَتَكَ
وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لِحُرْمَةِ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ
حُرْمَةً مِنْكَ مَالُهُ وَدَمُهُ۔

”اے کعبۃ اللہ! تو کس قدر پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے، اور تو کتنے اُونچے مقام والا ہے اور تیری حرمت کس قدر زیادہ ہے (اس کے باوجود) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں مجھ محمدؐ کی جان ہے۔ مؤمن کے مال اور خون کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے اس مقام حرمت سے کہیں زیادہ ہے۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ آیام منیٰ۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمت دم المؤمن وائلہ۔ حدیث کی سند اگرچہ ذرا کمزور ہے مین بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو معنیاً بالکل صحیح ہے۔

جب مومن کا یہ مقام، اور اس کے خون کی حرمت کا یہ عالم ہے تو اسے اتنی ہیانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی سنگین، بلکہ حقوق العباد میں سب سے بڑا جرم ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قتل مومن پر شدید ترین الفاظ میں ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور آخرت میں قاتل کے لیے خوفناک سزا مقرر کر رکھی ہے۔ شرک کے علاوہ کسی دوسرے جرم یا گناہ پر ایسی سزا کی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا أَفْجَرًا هُ جَهَنَّمُ خُلِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا

”اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے، تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اور اللہ نے اس کے لیے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

مومن کی جان جب اس قدر اہمیت و حرمت کی حامل ہے تو اسے قتل کر دینا بھی اسی اعتبار سے سنگین جرم ہے۔ معاملے کی سنگینی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں مزید واضح فرمادیا:

لَزَوَالِ الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ

”ایک مسلمان کے قتل کے مقابلے میں پوری دنیا کا تباہ و برباد ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ

مہول بات ہے۔“

یعنی مسلمان کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا سے زیادہ اہم ہے۔ اس ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مزید ارشاد فرمایا:

لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَكَتَبَهُ اللَّهُ

۱۷ سورت النساء، آیت ۹۳۔

۱۸ سنن الترمذی، کتاب الذیات، باب اجابہ فی تشریح قتل المؤمن۔ سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب تنظیم

الدم۔ سنن ابیہقی، کتاب الجنایات، باب تحریم القتل۔ ۲۳/۸۔ شیخ الحدیث علامہ ناصر الدین الالبانی نے

حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو غایۃ المرام حدیث ۴۳۹۔

عَزَّ وَجَلَّ فِي النَّارِ

”اگر زمین و آسمان کے تمام باسی ایک دوسرے کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ لازماً ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ پھینک دے گا۔“

روزِ محشر جب حساب شروع ہوگا تو بھی انسانی خون کے معاملے کو معاملات کے سلسلہ میں سب سے زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے تو ان میں یقیناً سب سے پہلے ناز کا حساب ہوگا۔ لیکن جب حقوق العباد کا دفتر کھلے گا تو سب سے پہلے انسانی خون کا حساب ہوگا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ الصَّلَاةُ وَ أَوَّلُ مَا يُقْضَىٰ بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ

”انسان سے ناز کا حساب سب سے پہلے ہوگا۔ اور لوگوں کے باہمی معاملات میں سب سے

پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔“

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَوَّلُ مَا يُقْضَىٰ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ

”روزِ قیامت سب سے پہلے لوگوں کے باہمی معاملات میں خون کا حساب ہوگا۔“

۱ سنن الترمذی، کتاب الذیات، باب الحكم فی الدماء۔ حدیث صحیح ہے ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر لابانی حدیث ۵۲۴۷۔

۲ سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم۔ حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث ۱۷۴۸۔

۳ صحیح بخاری، کتاب الذیات، بالکل ابتداء میں۔

صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب المجازاة بالدماء فی الآخرة۔

براہ راست قتل میں ملوث ہونا یقیناً انتہائی سنگین اور قبیح فعل ہے لیکن اس معاملے میں کسی بھی معنی میں شمولیت یا حصہ داری یہاں تک کہ ایک آدھ لفظی اشارہ بھی بہت بڑی ذمہ داری اور اُخروی جواب دہی کا سبب ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ فَعَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ أَثَامِ مَنْ
اتَّبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَثَامِهِمْ شَيْئًا

”جس نے کسی غلط حرکت کی طرف لوگوں کو دعوت دی تو جتنے لوگ اس کی پیروی میں وہ گناہ کریں گے اس دعوت دینے والے کو ان سب کے برابر گناہ ہوگا۔ اور اس غلط حرکت کو اپنانے والوں کے اپنے گناہ بھی کم نہ ہوں گے۔“

اس حدیث پاک کی روشنی میں مذہبی رہنما، سیاسی لیڈر، قومیتوں اور عصیتوں کے ٹھیکیدار لسانی اور علاقائی جاہلیت کے نمائندے اپنا اپنا محاسبہ خود کر کے دیکھ لیں کہ کہیں وہ اپنے پیروکار حضرات کو غلط راہ پر تو نہیں لے جا رہے۔ اور آیا وہ روز قیامت ان سب کی گمراہی اور غلط کاری کا بوجھ اپنی اس گردن پر اٹھا سکیں گے جو لیڈری اور ناپرستی کے شوق میں کسی حق بات پر آج جھکنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔ کل قیامت کے روز اس کے سارے کس بل محل جاتیں گے۔ اور یہ شوق لیڈر بہت مہنگا پڑے گا۔

اکثر لوگوں کے ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کریمہ کا بڑا غلط تصور پایا جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ دنیا میں جو مرضی ہو کر تے رہو، قتل کرو، مال حرام کھا جاؤ، زمین میں فتنہ و فساد کرو، اور جوجی میں آئے کرو، اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

امرو واقعہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت کریمہ میں از خود چھپ جائیں گے

۱۔ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من دعا الی بدی او ضلالۃ۔ سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جافین دعا الی بدی فاتباع او ضلالۃ۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ۔

لیکن بڑے بڑے گناہ صرف اسی شکل میں معاف ہوں گے جب پورے خلوص اور شروط کے ساتھ اُن سے توبہ کی جائے اور معافی مانگی جائے اور بالخصوص شرک اور قتلِ مومن کا معاملہ تو انتہائی سنگین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مُؤْمِنٌ قَتَلَ مُؤْمِنًا ۖ

”امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرمادے گا، مگر صرف وہ آدمی جو حالتِ شرک پر مر گیا یا وہ مومن جس نے کسی مومن کو قتل کر دیا۔“

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک خاص مقام تھا۔ آپؓ نے سینکڑوں احادیث روایت کی ہیں، اپنے وقت کے مفتی مانے جاتے تھے، تفسیر القرآن آپ کا خصوصی امتیاز تھا۔ بلکہ صحابہ کرام میں امام التفسیر تھے، آپؓ سے کسی نے دریافت کیا: کیا قاتل کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے بڑے تعجب سے پوچھا تم کیا کہہ رہے ہو؟ جب سائل نے دو تین بار اپنا سوال دہرایا تو فرمایا: ”میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا ہے:

يَأْتِي الْمَقْتُولُ مَعْلَقًا رَأْسَهُ بِأُحْدَى يَدَيْهِ مُتَلَبِّيًا قَاتِلَهُ بِالْيَدِ الْاُخْرَى لِيُخْتَبَأَ أَوْ لِيُجَدَّ مَا حَتَّى يَأْتِيَ بِهِ الْعَرْشُ فَيَقُولُ الْمَقْتُولُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ: هَذَا قَتَلَنِي فَيَقُولُ اللَّهُ لِلْمَقَاتِلِ قَعَسْتَ وَيَذْهَبُ بِهِ إِلَى النَّارِ ۖ

سنن ابی داؤد، کتاب الغنم، باب تعظیم قتل المومن، سنن النسائی، کتاب تحريم الدم۔ المستدرک للحاکم کتاب الحدود۔ باب المروء فی فسقہ بن وئید۔ اسخ۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے علامہ الالبانی نے بھی صحیح کہا ہے۔ ملاحظہ ہو غایۃ المرام حدیث ۴۴۱۔

سنن النسائی کتاب النصار، باب من یقتل مؤمنًا متعمدًا... منہذا امام احمد بن حنبل ۲۴۰-۲۹۴-۳۶۲ طبع دار صادر بیروت۔ اسناد بخیر کرنے کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱۴۲-۲۹۸۳-۳۲۴۵ طبع دار المعارف مصر۔

اردو قیامت مقتول اس حال میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش ہوگا، کہ اس نے ایک ہاتھ میں اپنا سر تھا ہوا ہوگا، دوسرے ہاتھ میں قاتل کا گریبان ہوگا، مقتول کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا وہی حال میں چلتے چلتے عرش الہی تک پہنچے گا، اللہ رب العالمین کے حضور اپنی فریاد پیش کرتے کرتے کہے گا: "اَس نے مجھے قتل کیا تھا۔" اللہ تعالیٰ قاتل سے کہے گا: "تیری تباہی ہوئی اور اسے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔"

روزِ محشر ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اپنے اعمال نامے کے ساتھ پیش ہوگا۔ عام چھوٹے موٹے گناہ یعنی صغیرہ گناہ تو نیک اعمال کی برکت سے چل چکے ہوں گے، بڑے بڑے گناہ بھی غاص توبہ کی وجہ سے معاف ہو جائیں گے اور جن گناہوں پر توبہ کی توفیق نہ مل سکی ہوگی اُن کے بدلے میں یا تو سزا ملے گی یا نیکیاں کاٹ کر معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن قاتل مومن کا معاملہ ان سب سے مختلف ہے اور بالخصوص جب اتنا سنگین جرم کرنے کے بعد انسان اُلٹا غوش ہوتا پھرے اور اپنی اس کارستانی کو کارنامہ قرار دیتا رہے (گویا مذمت اور توبہ کے آثار اس کے قریب تک نہ ہوں) تو پھر ایسا قاتل اپنی قرار واقعی سزا پائے بغیر قطعاً نہ چھوٹ سکے گا۔ اور نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی نیکی اُس کے اس جرم کا فدیہ بن سکے گی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِمًا فَأَعْتَبَطَ بِقَتْلِهِ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ صَوْفًا وَلَا عَذْلًا ۖ

”جس نے کسی مومن کا قتل کیا اور اپنے اس فعل پر غوش ہوا اللہ تعالیٰ (روزِ محشر و دراپن حساب اس جرم کے بدلے میں) نہ کوئی فرض نیکی قبول کریں گے اور نہ کوئی نفل نیکی اس جرم کا فدیہ بنے گی۔“

سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، باب فی تعظیم قتل المؤمن۔ حدیث صحیح ہے، ملاحظہ ہو صحیح الجامع الصغیر

للآلبانی حدیث ۶۴۵۴۔

قتل اولاد

ایک عام انسان کا قتل، معاہدہ اور ذمی کا قتل اور اس کے بعد مومن کا قتل یہ سب کے سب درجہ بدرجہ انتہائی سنگین جرم ہیں لیکن ان سب سے زیادہ قبیح، ولد و زار اور دھواں اٹھام اپنی اولاد کا خود اپنے ہاتھوں قتل ہے۔ یہ جاننا واجب تھا کہ حرکت انسان عام طور پر ہوس پرستی اور سیم و زر کی پوجا کی وجہ سے کرتا ہے۔ قتل اولاد نہ صرف ایک انسان کا خون ہے بلکہ اپنے عقیدے اور ایمان کا بھی قتل ہے، کیونکہ قاتل ماں باپ کو یہ ڈر ستارہ ہوتا ہے کہ آنے والا کہیں ان کے لقمے میں شریک ہو کر بھوک و افلاس کا سبب بن جائے۔ یہی فلسفہ معیشت انسان کو ازل سے آج تک قتل اولاد پر اکساتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلیظ حرکت سے روکتے ہوئے اور رزق کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ

إِنْ قَتَلْتُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً ۖ

”اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی بحیثیت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔“

قرآن کریم نے قتل اولاد کا سبب نادانی و جہالت اور انجام کار بہت بڑا گناہ اور خسارہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ سورت الانعام، آیت ۱۵۱۔

۲۔ سورت الاسراء، آیت ۳۱۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ

”یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا۔“

واضح رہے کہ ’خ‘ س کے مادے سے قرآن کریم میں پیٹھ الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور یہ انجام صرف انہی لوگوں کا ہے جو کافر و مشرک تھے یا باطل کے حامی و مددگار یا انتہائی فاسق و فاجر اور گندے کردار کے حامل۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل اولاد اتنا سنگین جرم ہے کہ اس نے قاتلین اولاد کو اس قماش کے لوگوں میں شمار کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قتل اولاد کو ”اکبر الکبائر“ اور ”اعظم الذنوب“ قرار دیا ہے۔ اور بالخصوص جب قتل اولاد ”نظر تیرے زرق کی وجہ سے کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا جرم کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا:

أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدَاءً وَهُوَ خَلَقَكَ، قُلْتُ: إِنَّ ذَلِكَ لَعَظِيمٌ ثُمَّ
أَتَى بِ: قَالَ: أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ ۖ

”(سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔“ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں نے کہا: یہ تو یقیناً بہت بڑا جرم ہے، لیکن اس کے بعد کون سا جرم سب سے بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ تو اپنی اولاد کو اس دوسرے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی؟

۱۔ سورت الاعراف، آیت ۱۴۰۔

۲۔ صحیح بخاری کتاب الادب، باب قتل الولد خشية ان يأكل معه۔

صحیح مسلم کتاب الایمان، باب الشکر اعظم الذنوب و بیان اعظمها۔ سنن الترمذی، سنن النسائی، سنن ابی داؤد نے بھی متواتر سے نفی اختلاف کے ساتھ حدیث کو بیان کیا ہے۔

خودکشی کرنا

حقیقت ہے کہ دنیا جہان کی ہر نعمت انسان کی خدمت اور فائدے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر ان سب سے فائدہ اٹھانا انسان کا حق ہے۔ لیکن کسی بھی چیز کے غلط استعمال کی اسے اجازت نہیں، کیونکہ انسان مالکِ مطلق نہیں بلکہ صرف امین ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی اس جان کا بھی مالک نہیں، جس کی وجہ سے اس کی زندگی کا عمل جاری ہے، اسی لیے غلط جگہ یا غلط طریقے سے اپنی زندگی کا مجزؤ (یعنی کوئی صلاحیت یا وقت) یا کُل خرچ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ اپنی یہ زندگی خود اپنے ہاتھوں ختم کرنا چاہے تو جان کے خالق و مالک نے اسے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۖ

”اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یقین مانو کہ اللہ تمہارے اور ہر مہربان ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

لَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۖ

”اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔۔۔“

مرنے والے کے ساتھ عام طور پر جہنمی اور ترس کا معاملہ کیا جاتا ہے، اکثر اوقات مخالف اور دشمن بھی اس موقع پر ترس کھا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کس قدر شفیق اور سراپا رحمت تھی کہ ہمیشہ اپنے دشمن کے لیے بھی دعائے ہدایت کی۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح حکم نہیں آگیا کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے سے بھی انکار نہیں فرمایا۔ مگر جنابِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خودکشی

۱۔ سورت النساء، آیت ۲۹۔

۲۔ سورت البقرة، آیت ۱۲۹۔

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لایا گیا جس نے تیز دھار ہتھیار سے اپنے

آپ کو قتل کر لیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَّا أَنَا فَلَا أَصْلِي عَلَيْهِ

”میں تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا۔“

تقریباً تقریباً تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام وقت اور نیک لوگوں کو خود کشی کرنے والے کے جنازے میں شریک نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ عام لوگ اس کا جنازہ پڑھا کر دفن کر دیں۔ تاکہ دوسروں کے لیے عبرت کا سامان ہو۔

یہ تو سچی خودکشی کرنے والے کے لیے دنیا میں "آخری اور الوداعی کاروائی"۔ آخرت میں اس کے

ساتھ جو معاملہ ہو گا وہ ان احادیث سے صاف ظاہر ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهَا

خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا—وَمَنْ يَحْسُنْ مَسَاءً فَعَمَلُ نَفْسِهِ قَسَمُهُ

فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاءُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا—وَمَنْ

قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارٍ

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ترک الصلوة علی قاتل نفسہ۔

۲۷ سنن النسائي، كتاب الجنائز، باب ترك الصلاة على من قتل نفسه.

جَهَنَّمَ خَالِدًا مَّخْلُودًا فِيهَا أَبَدًا۔

”جس کسی نے ہمارے بزرگ خود کشی کر لی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش کے لیے اسی طرح کرتا رہے گا۔
جس کسی نے ذہری پر خود کشی کر لی، نہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں وہ اسے ہمیشہ ہمیش پیتا رہے گا۔ اور جس نے دھار والی چیز یا رگ خود کشی کر لی تو وہ دھار دار آکر اس کے ہاتھ میں ہوگا جس سے وہ جہنم کی آگ میں مسلسل اپنا پیٹ چاک کرتا رہے گا۔“

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الَّذِي يَخْتَنُقُ نَفْسَهُ يَخْتَنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِي يَطْعَنُ نَفْسَهُ يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ۔

”جس نے گلے میں پھنڈا ڈال کر خود کشی کی وہ آگ میں بھی پھندے کے ذریعے خود کشی کرتا رہے گا۔ اور جس نے اپنے آپ کو نیزہ مار کر خود کشی کی وہ آگ میں بھی اسی نیزے سے اپنے آپ کو قتل کرتا رہے گا۔“

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَانَ بِرَجُلٍ جَرَّاحٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ اللَّهُ: بَدَّرَنِي بِنَفْسِهِ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

ایک آدمی کو زخم تھا۔ اس نے (تنگ آکر) خود کشی کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اس نے اپنی جان کے بارے میں مجھ سے آگے نکلنے کی کوشش کی ہے، لہذا میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو قتلِ انسان کی ہر شکل سے محفوظ و مامون رکھے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عنایت فرماتا رہے۔ آمین یا رب العالمین۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب القرب، باب شرب الخمر والذلولہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلط تحریم قتل الانسان نفسه۔ سنن الترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن النسائی میں حدیث موجود ہے۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قاتل النفس۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر من بنی اسرائیل۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلط تحریم قتل الانسان نفسه۔

یتیم کا مال مضمم کرنا

کوئی بھی معاشرہ جس کے اندر ذرا سی بھی انسانیت زندہ ہو کمزور، لاچار اور محتاج افراد کے لیے بے پناہ ہمدردی اور تعاون کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اور پھر اسلامی معاشرہ جس کی بنیاد ہی خیر خواہی، شفقت اور ایثار پر رکھی گئی ہے فی الواقع ہر کمزور کے لیے دارالامان ہے اور پھر یتیم جیسا بے بس اور ناتواں "فرد انسانیت سب سے زیادہ اہتمام، معنویت، شفقت اور ہمدردی کا مستحق ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا" وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ
وَالْوَسْطَى وَفَرَجَ بَيْنَهُمَا ۖ

"میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبہات والی انگلی اور ساتھ والی درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیانی تھوڑی سی کشادگی فرمائی (یعنی دونوں انگلیاں مٹی ہوتی نہیں تھیں)۔

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ" وَأَشَارَ بِالسَّبَابَةِ وَالْوَسْطَى

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من یعزل یتیمین۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب کفالة الیتیم۔

سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب من یتیم الیتیم۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد والرفاق، باب الاحسان الی الارامل والمسکین والیتیم۔

جس طرح یتیم کی پرورش، اس کی نگہداشت اور اس کے ساتھ حسن معاملہ عظیم نیکی ہے، اس طرح اس کے ساتھ ظلم، زیادتی اور اس کے مال پر ہاتھ صاف کرنا انتہائی گھٹیا حرکت اور آخرت کی شدید باز پرس کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جو لوگ ظلم کے ساتھ تیسروں کے مال کھاتے ہیں، درحقیقت وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں۔ وہ ضرور جہنم کی ہڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے۔“

أَجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوقَفَاتِ، قِيلَ وَمَا مِنْ يَارَسُولَ اللَّهِ بِمَا قَالَ :
 'الشُّرْكُ بِاللَّهِ وَ..... وَ..... وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ'... الخ

”سات ہلاکت خیز گناہوں سے دُور رہو ہر ایک کسی نے دریافت کیا، وہ کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے سات شرک کرنا..... اور..... اور عظیم کمال کھانا اور.....“

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”مَنْ تَسَعَ: اشْرَاكَ بِاللّٰهِ و..... و..... وَاَكْلَ مَا لِيَ الْيَتِيْمِ...“

چونکہ تہمید کا معاملہ بڑا نازک اور اس کے مال کا غلط استعمال انتہائی خطرناک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے

۱۰۰ سورۃ النہار آیت ۱۰۰

۲۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم مکمل الفاظ اور تخریج حدیث گزر چکی ہے۔ (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

صرف اس شرط کے ساتھ مالِ یتیم کے قریب ہونے کی اجازت بخشی ہے کہ انسان اسے عمدہ طریقے سے استعمال کرے یعنی کاروبار میں لگا کر اسے بڑھائے اور فی الواقع یتیموں کو فائدہ پہنچائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ

”مالِ یتیم کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو، یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔“

اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو بطور خاص نصیحت فرمائی ہے جو انتظامی معاملات کی صلاحیت اور تجربہ نہیں رکھتے کہ وہ مالِ یتیم کے قریب نہ جائیں اور نہ ہی اس کی سرپرستی قبول کریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أَحِبُّ لَكَ مَا أَحَبُّ لِنَفْسِي لَوْ تَأَمَّرَنَ عَلَيَّ أَثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيْنِ مَالَ الْيَتِيمِ ۖ

”اے ابوذر میرے خیال میں تم کمزور آدمی ہو، اور میں جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہوں وہی چیز تمہارے لیے

بھی پسند کرتا ہوں۔ دیکھ کبھی دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بنا، اور نہ کبھی مالِ یتیم کی ذمہ داری قبول کرنا۔“

نوٹ: یہاں کمزور آدمی سے مراد انتظامی کمزوری یا تجربے کی کمی ہے، ایمان یا ایمان داری کی کمزوری قطعاً مراد نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر حضرت ابوذرؓ جلیل القدر صحابی بھی کمزور ایمان ہو تو پھر امت میں صاحبِ ایمان کون ہو گا؟ رضی اللہ عنہ وعن جمیع الصحابة۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳) سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی التذیید فی اکل مال الیتیم۔ سنن النسائی، کتاب تہذیب الام، باب ذکر الکبائر۔ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، باب الکبائر قس۔ اساذ الالبانی نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے، لا یحتج بہ دار الخلیل حدیث ۶۹۰۔

۱۔ سورت الانعام، آیت ۱۵۳۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الإیراء، باب کبرایۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الذخول فی الوصایا۔ سنن النسائی، کتاب الوصایا، باب انہی عن الولاۃ علی مال الیتیم۔

سودی معاملات کرنا

اللہ تعالیٰ نے جو نظام عدل و قسط اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے اس کا ایک تقاضا یہ ہے کہ ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں بسر کی جائے۔ اور دوسرا تقاضا یہ ہے کہ بندے آپس میں محبت، اخوت، ایثار، ہمدردی، فیاضی اور مبادیہی کے اصولوں پر زندگی گزار دیں۔ جبکہ سودی نظام کی فطرت یہ ہے کہ وہ انسان میں دشمنی، نفرت، خود غرضی، مفاد پرستی، شقاوت، سبے رحمی اور زر پرستی کی صفات پیدا کرتا ہے۔ یعنی سود پورے کے پورے اسلامی نظام کی روح اور اس کے اسلامی تشخص کو قتل کر دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کو اتنے شدید ترین الفاظ میں متنبہ کیا ہے کہ اہل شرک کے علاوہ کسی دوسرے گناہ کے مرتکب کے لیے ایسے الفاظ قرآن کریم میں استعمال نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُّوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر واقعی تم ایمان لائے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔“

سود خور جس طرح ایک ایک پائی کی خاطر اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے حقوق سبھول رہا ہوتا ہے ہنقر اور

مہینوں کے حساب سے مال بڑھانے، گن گن کر رکھنے اور سنبھالنے میں مہمک ہوتا ہے اسے قریبی سے قریبی تعلق، رشتہ داری اور قربت کا بھی کوئی پاس یا لحاظ نہیں ہوتا اس مال پرستی کے باوجود بن کا نشہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کھینچا ہے:

الَّذِينَ يَكُونُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۚ

جو لوگ سود کھاتے ہیں اُن کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤ لگا دیا ہو۔
اُسی اخلاقی، معاشرتی اور نفسیاتی نقصانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سود کو بڑے واضح الفاظ میں حرام قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَلَعَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ۚ

”اور اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام“

زمانہ جاہلیت اور ہدایت قرآنی کے آنے سے پہلے جو لوگ ایسی حرکت کر چکے تھے اُن کے بارے میں تو نرمی کی کوئی گنجائش موجود تھی، لیکن مسلمان کہلانے کے باوجود اور اللہ تعالیٰ کے واضح احکام آنے کے بعد بھی کوئی سود خوری بلکہ غلاظت خوری پُرصر رہے تو اسے اپنا انجام اس آیت کریمہ کی روشنی میں دیکھ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱۔ سورت البقرہ، آیت ۲۷۵۔

۲۔ سورت البقرہ، آیت ۲۷۵۔

نوٹ: سود سے معیشت پر کس طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں یہ تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت کس طرح تباہ ہوتی ہے، سودی بنیادوں پر قائم معیشت اندر سے کس قدر کھلی اور غیر مستحکم ہوتی ہے، معاشیات اور مادیات کی طرح معاشی ترقی اور مستحکم معاشرہ وجود میں آتا ہے یا ان تمام سوالوں کے جوابات اس مختصر مضمون میں دینے نامکن ہیں تفصیل کے طلبگار سید مودودی رحمہ اللہ کی کتاب سود سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَاسْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

”جس شخص کو اُس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے اور اُندہ کے لیے وہ سود غوری سے باز آجائے تو جو کچھ وہ پہلے کھا چکا سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس حکم کے بعد پھر اسی حرکت کا اعادہ کرے وہ جہنمی ہے، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ نماز فجر کے بعد صحابہ کرام سے اُن کے خواب دریافت کرتے تھے۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ نے خود اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے اور انہوں نے مجھے اٹھا لیا اور کہا: ہمارے ساتھ چلیے، چنانچہ ہم چل پڑے۔ (پھر آپ نے چند مناظر کا ذکر کر کے فرمایا:)

..... ”فَاتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ أَحْمَرَ مِثْلِ الدِّمِ وَإِذَا فِي النَّهْرِ رَجُلٌ سَابِحٌ يَسْبَحُ وَإِذَا عَلَى شَطِ النَّهْرِ رَجُلٌ قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ حِجَارَةٌ كَثِيرَةٌ وَإِذَا ذَلِكَ السَّابِحُ يَسْبَحُ مَا سَبَحَ ثُمَّ يَأْتِي ذَلِكَ الَّذِي قَدْ جَمَعَ عِنْدَهُ الْحِجَارَةَ فَيَقْعُرُفَاهُ فَيُلْقِمُهُ حَجَرًا فَيَنْطَلِقُ فَيَسْبَحُ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَيْهِ كُلَّمَا رَجَعَ إِلَيْهِ فَنَرُفَاهُ فَالْقِمَةُ حَجَرًا..... قُلْتُ لَهُمَا: فَإِنِّي رَأَيْتُ مِنْذُ اللَّيْلَةِ عَجَبًا فَمَا هَذَا الَّذِي رَأَيْتُ بِهِ قَالَ: قَالَا لِي..... وَأَمَّا الرَّجُلُ الَّذِي أَتَيْتَ عَلَيْهِ يَسْبَحُ فِي النَّهْرِ وَيُلْقِمُ الْحِجَارَةَ فَإِنَّهُ أَكَلَ الرِّبَا“

..... ”بلاغرام ایک دریا پر پہنچے جس کا پانی خون جیسا سرخ تھا، دریا میں ایک آدمی تیر رہا تھا

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۵۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اکل الربا و شاہدہ و کتابہ۔

اور کنارے پر ایک آدمی موجود تھا، جس نے اپنے پاس بہت سارے پتھر اکٹھے کر رکھے تھے۔ پتھر والا آدمی تیرتا رہتا، تیرتا رہتا پتھر والے کے پاس آتا اور اپنا منہ کھول دیتا۔ وہ شخص کہیں کر ایسا پتھر مانگا کہ اُس کے منہ میں داخل ہو کر اس کا مقدمہ بن جاتا، وہ بھاگ کر دور چلا جاتا اور تیرتا رہتا، لیکن کچھ پتھر اس کے پاس دوبارہ پہنچ جاتا اور اپنا منہ کھول دیتا، پتھروں والا اس کے منہ پر اسی طرح پتھر مارتا۔ میں نے دونوں فرشتوں سے کہا: آج رات میں نے کئی عجیب و غریب نظر دیکھے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے مجھے بتایا: - - - اور جس آدمی کے پاس آپ آئے تھے اور وہ تیرتا رہتا اور اس کے منہ پر پتھر مارے جا رہے تھے، وہ سود خور تھا۔

واضح رہے کہ انبیاء کرام کے خواب بھی وحی الہی کا ایک حصہ ہوتے ہیں جو شریعت میں اسی طرح دلیل ہیں جس طرح دیگر احکامات الہی۔ خواب ہی کی بنیاد پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا فیصلہ کیا اور عملاً ممکنہ اقدام بھی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مینڈھا بھیج کر اُن دونوں باپ بیٹے کو امتحان میں کامیاب قرار دے دیا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے خواب شریعت کا حصہ ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کو سات ہلاکت خیز گناہوں میں شمار کیا ہے، فرمایا:

”اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَيَّقَاتِ“، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَاهُنَّ؟ قَالَ:

الشُّرْكُ بِاللَّهِ.....،.....، وَأَكْلُ الرِّبَا.....، بَلْ

”سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! وہ کون کون

سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ - - - اور سود کھانا۔

زنا کاری انتہائی قبیح اور غلیظ فعل ہے اور پھر کسی محرم رشتہ دار کے ساتھ بالخصوص والدہ کے ساتھ زنا کرنا تو ناقابل تصور حد تک بھیا تک اور قابلِ حد لعنت و نفرت حرکت ہے، لیکن شریعت اسلامیہ کی نگاہ میں سود خوری اس سے بھی کہیں زیادہ بڑا جرم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سید بخاری و صحیح مسلم یکمل الفاظ اور تفصیلی تخریج کے ساتھ حدیث گزر چکی ہے۔

الرِّبَا ثَلَاثَةٌ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَيْسُرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ ۖ

”سو تہتر قسم کا ہے۔ اور معمولی قسم کے سو دو گناہ ایسا ہے جیسے کوئی آدمی اپنی والدہ سے نہاکرے۔“

اسی لیے سودی لین دین اللہ تعالیٰ کے شدید غصے اور غضب کا سبب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا ظَهَرَ الزَّنا وَالرِّبَا فِي قَرْيَةٍ فَقَدْ لَعَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللَّهِ ۖ

”جب کسی بستی کے رہنے والوں میں زنا اور سود عام ہو جائے تو بلاشبہ انہوں نے خود اللہ کے غضب کو اپنے اوپر مسلط کر لیا۔“

سود اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر قابلِ طاعت و لعنت ہے کہ اس کا رو بار سے متعلق کسی معنی میں شرکت، تعاون یا خدمت اللہ کو گوارا نہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لَعَنَ اللَّهُ أَكِلَ الرِّبَا وَمُوكَلَّهُ وَمُشَاهِدِيهِ وَكَاتِبَهُ ۖ
وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ ۖ

”اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے سو دکھانے والے پر، سو دکھلانے والے پر، اس کے دونوں گواہوں پر۔“

۱۔ المستدرک للحکم، کتاب البیوع، باب ان کرئی الربہ... امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

محدث العصر، شیخ الالبانی نے اس حکم کی توثیق کی ہے۔ ملاحظہ ہو: صحیح الجامع الصغیر ۶۶۳/۱ حدیث ۲۵۳۹

اسی معنی کی ایک حدیث امام طبرانی نے اپنی کتاب المعجم الاوسط میں ذکر کی ہے جسے معروف محدث شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الیچتر حدیث ۱۸۱۔

۲۔ المستدرک للحکم، کتاب البیوع، باب اذا ظہر الزنا والربا... امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

مند امام احمد ج ۱، ص ۲۰۳۔ معروف محقق علامہ شاکر نے حدیث کو صحیح کہا ہے، ملاحظہ ہو حدیث ۳۸۰۹ تخریج شاکر طبع دار المعارف۔ یہی حکم شیخ الالبانی نے حدیث پر لگایا ہے۔ ملاحظہ ہو غایۃ المرام حدیث ۳۰۴۴۔

۳۔ صحیح مسلم کتاب المساقاة، باب لعن اکمل الزباد موكله۔ سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی اکمل الزبا بنی یزیدی کتاب البیوع، باب ما جاء فی اکل الزبا۔ منہ امام احمد ج ۳، ص ۳۰۴۔

پر، اور سودی معاملہ لکھنے والے پر، اور فرمایا: یہ سب برابر ہیں:

اس حدیث کی روشنی میں ہر وہ مسلمان اپنا چہرہ باسانی دیکھ سکتا ہے جو خود سود کھاتا ہو، دوسروں کو کھلاتا ہو، ایسے کاروبار کی دلالی کرتا ہو یا ایسے بینکوں اور اداروں میں چاکری کرتا ہو جو سودی کاروبار کرتے ہیں یا بلڈنگ بنا کر کسی سودی ادارے کو کرایہ پر دیتا ہو یا کوئی بھی ایسی شکل جس میں سودی کاروبار کے ساتھ تعاون کی صورت نکلتی ہو۔

جب سود اتنی بڑی لعنت ہے تو اس کی کمائی کھانے والا آخر کس طرح قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی شدید سزا سے بچ سکتا ہے؟ سورت البقرہ آیت ۲۷۵ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ ”جو ایسی حرکت کرے گا وہ جہنمی ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام خوری پر پلنے والے گوشت کو آگ کا مستحق قرار دیا اور فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سَحَابٍ، السَّارِ أَوَّلِي بِهِ ۖ

”حرام خوری سے پیدا ہونے والا گوشت جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جہنم کی آگ اس کے لیے بیت

نیا رہ مناسب ہے“

ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِيَ بِحَرَامٍ“

”وہ جسم جنت میں نہیں جاسکتا جس کی غذا حرام کی ہو۔“

سود سے بڑا حرام اور کیا ہو سکتا ہے؟ حرام خوری اتنی بڑی نحوست ہے کہ اس کی وجہ سے انسان کی

۱۔ المتدرک للحاکم، کتاب الاطعمۃ، باب لا یدخل الجنۃ لحم نبات من سحاب۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مجمع الزوائد، بیروت، ج ۱۰، ص ۲۹۳۔

۲۔ مسند احمد، ج ۳، ص ۳۲۱۔ ۳۔ المتدرک للحاکم، ج ۴، ص ۴۲۲۔ (اسی معنی میں) صحیح ابن حبان، ج ۷، ص ۴۳۶۔ ۴۔ امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رزق حلال کی اہمیت اور حرام خوری کا نقصان ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ وَقَالَ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ۔ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْمَئِةٌ حَرَامٌ وَمَشْرَبَةٌ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغَذَىٰ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ ۝

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی ذات پاکیزہ ہے اور وہ صرف پاکیزہ چیزیں قبول کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے وہی حکم ایمان والوں کو دیا ہے فرمایا، اے رسولو! پاکیزہ کھاؤ اور نیک کام کرو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے۔ اور اسی طرح اہل ایمان سے فرمایا اے ایمان والو! ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر فرمایا جو بڑا لباس سفر کرتا ہے گرد و غبار میں اٹا ہوا پرانگندہ حال ہے اور اسی حال میں دجو کہ دعا کی قبولیت کے لیے انتہائی مناسب حال ہے، آسمان کی طرف ہتھ اٹھاتا ہے (اور دعا کرتے ہوئے کہتا ہے) کہ اے میرے رب اے میرے رب (میری فلاں فلاں دعا قبول فرما) لیکن اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے۔ پینا حرام کا، لباس حرام کا، اور وہ حرام پر ہی پلا ہوا ہوتا ہے تو پھر آخر ایسے آدمی کی دعا کیونکر قبول ہو جائے

جن کے دلوں میں ذرہ برابر بھی آخرت کا خوف اور اللہ پر ایمان ہوگا وہ ضروریہ بات سوچیں گے اور بار بار

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب کل نوع من المعروف صدقہ۔

سوچیں گے کہ ہم خود کیا کھا رہے ہیں؟ اپنی اولاد کو کیا کھلا رہے ہیں؟ اپنے زیر کفالت افراد پر کہاں سے خرچ کر رہے ہیں؟ اور کیا زیر کفالت افراد کا سکھ، چین، سہولتیں اور دنیاوی مقام و مرتبہ ہماری اپنی آخرت کے لیے تو کوئی خطرہ نہیں بن رہا ہے؟ رہے ایمان سے کورے، آخرت سے بے نیاز اللہ کے حضور پیش ہونے سے منکر لوگ تو وہ حقیقتاً انسان کے روپ میں حیوان ہیں، بلکہ بدترین حیوان۔ قرآن کریم اور سنتِ مطہرہ سے ماخوذ ان واضح اور روشن دلائل کے بعد بھی وہ اپنی چال بدلنے والے نہیں ہیں۔ یہ عقل کے اندھے جان بوجھ کر جہنم کی آگ میں پھلانگ لگانا چاہتے ہیں۔ انہیں صرف لاصحیٰ کی دلیل سمجھ میں آتی ہے اور اسی سے ان کو سمجھایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اور ہماری آئندہ نسل کو حرام غری اور بالخصوص سود کی تمام قسموں سے محفوظ رکھے۔ اور زرق حلال کمانے، کھانے اور زیر کفالت افراد کو حلال کھلانے کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین۔



میدان جنگ سے فرار

دنیا کا کوئی نظام محض کرائے کی فوج یا سخاوت دار لشکر کے بل بوتے پر قائم نہیں رہ سکتا، اور نہ ہی بھاڑے کے آدمی کوئی انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ لہذا فوج کے اندر اصل جوہر اس کا جذبہ اپنے مقصد کی خاطر جان نثاری ہوتا ہے۔ اگر یہ خوبی دستیاب ہو تو مقبوضے افراد، کمزور اسلحے کے ساتھ اپنے سے کہیں زیادہ طاقت ور فوج اور لشکر سے ٹکرا سکتے ہیں۔ ایمان باللہ سے بڑا جذبہ کیا ہو گا؟ اور حصول جنت سے بہتر مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ اسی لیے اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ نے معیار شجاعت قوت کی حالت میں دس گنا اور کمزوری کی حالت میں دو گنا دشمن سے مقابلہ کو قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

”إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ“ تو اہل ایمان پر فرض ہو گیا کہ بیس آدمی دوسو کے مقابلے میں نہ جاگیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم نازل فرمایا:

”الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا، فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ“ اور اس حکم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرمادی اور یہ بات طے کر دی کہ سوا اہل ایمان دوسو کے مقابلے میں نہ جاگیں۔

۱۔ اگر تم میں سے بیس آدمی صابر ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔ (الانفال: ۶۵)

۲۔ اچھا اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کیا، اور اسے معلوم ہوا کہ ابھی تم میں کمزوری ہے۔ پس اگر تم میں سے سو آدمی

صابر ہوں تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔ (الانفال: ۶۶)

۳۔ صحیح بخاری، کتاب تفسیر سورۃ الانفال، باب الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ بالودود و کتاب الجہاد، باب التزلی یم الزحف۔

اسی آیت کو بنیاد بناتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ: جو مسلمان دو کافروں کے مقابلے میں بھاگ گیا اسے بجگڑا قرار دیں گے اور جو تین کافروں کے مقابلے میں بھاگا اسے بجگڑا قرار نہیں دیا جائے گا۔

میدان جنگ سے کسی جنگی مصلحت اور حقیقی ضرورت کے تحت پیچھے ہٹنا قطعاً جرم نہیں مثلاً دشمن کو چکر دینے کے لیے، کسی کمزور دستے کو تعاون دینے کے لیے یا یہ کہ دشمن کی فوج اتنی زیادہ ہو کہ مقابلہ ناممکن ہو جائے اور پوری فوج کی جان بچانا مقصود ہو۔ البتہ اگر کوئی سپاہی بزدلی یا بھگڑپن کا مظاہر کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کرے تو یقیناً یہ بہت بڑا جرم ہے۔ دنیا کا کوئی عسکری نظام بھی ایسے بجگڑے کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں۔ شریعت نے بھی اسے ناقابلِ معافی جرم اور بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحَفًا فَلَا تُولُوهُمْ
الْأَدْبَارَ وَمَنْ يُولِهِمْ يُؤْمِدْ دُبْرَهُ إِلَّا مَتَحَرَّفًا لِقِتَالٍ
أَوْ مَخِطَرًا إِلَى فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

اے ایمان لانے والو، جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلے میں ہٹ نہ پھرو، جس نے ایسے موقع پر ہٹ پھری ————— الایہ کہ جنگی حال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے ————— تو وہ اللہ کے غضب میں گھر گیا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور وہ بہت بُری جائے بازگشت ہے۔

۱ سنن البیہقی ۹/۷۹، کتاب المیر باب ترمیم القرامن الزحف۔

۲ سند الامام الشافعی، حدیث ۱۱۵۵۔ اس قول کی سند صحیح ہے۔ اردو: الغلیل حدیث ۱۲۰۶۔

۳ سورت الانفال، آیت ۱۶۔

دوران جنگ ایک آدمی کی بزدلی دوسروں کی حوصلہ شکنی کا سبب بنتی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ ایک آدمی کی وجہ سے ساری پلٹن متاثر ہو کر شکست کھا جائے۔ اور اس کے اثر سے بالآخر پوری فوج کو بے شمار مالی اور جانی نقصان برداشت کرنا پڑے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرار کو ان بات گناہوں میں شمار کیا ہے جو ہلاکت خیز ہیں۔ فرمایا:

أَجَبْنُوا السَّبْعَ الْمَوْبِقَاتِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ:
الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسَّعْيُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ-
وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالنَّوْثَى يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ
الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ

”سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو: صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ وہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا، جادو کرنا، جس جان کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہر اسے قتل کرنا، سر دکھانا، یتیم کا مال ہضم کرنا، میدان جنگ سے فرار ہونا، سیدھی سادی مومنہ اور پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام دھرنا۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو آدمی اس حال میں اللہ کے حضور پیش ہو کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا رہا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مٹھایا، نماز قائم کرتا رہا، زکوٰۃ ادا کرتا رہا اور بڑے بڑے گناہوں سے بچتا رہا۔ تو اس کے لیے جنت پتی ہو گئی۔“ صحابہ کرامؓ نے کہا: یعنی بڑے بڑے گناہوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور میلان جنگ سے جھاگ جانا۔“

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الرصایا، باب قول اللہ: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ-

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اکبار و اکبر۔

۲۔ سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب ذکر اکبار۔ مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۱۳۔ سند حسن ہے۔ حدیث کے الفاظ اور حکم باب اول میں گزر چکے ہیں۔

دورانِ جہاد بزدلی اور بھگوڑے پن کا مظاہرہ کرنے والے کی وجہ سے امت کا کس قدر نقصان ہوتا ہے اس کا صحیح معنی میں اندازہ لگانا ہی مشکل ہے۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تَحْسُ لَيْسَ لَهُنَّ كَفَّارَةٌ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ حَقٍّ اَوْ نَهْبُ مُؤْمِنٍ اَوْ الْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ اَوْ يَمِينٌ صَايِرَةٌ يَقْتَضِعُ بِهَا مَا لَا يَغْيِرُ حَقٌّ ۖ

پانچ گناہ ایسے ہیں کہ کوئی بھی نیکی اُن کا کفارہ نہیں بن سکتی (اور وہ یہ ہیں) اللہ عزوجل کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کر دینا، کسی مومن کو لوٹ لینا، دورانِ جنگ فرار اختیار کرنا۔ یا جھوٹی قسم کے ذریعے ناحق مال حاصل کرنا۔

بزدل اور بھگوڑے کی اس حرکت کی وجہ سے مسلمانوں کو جو جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے وہ تو ہوتا ہی ہے درحقیقت وہ خود بھی اندر سے ایمان باللہ اور تقدیر الہی پر سچے ایمان سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی حد تک یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میری اس احمقانہ حرکت سے شاید میری زندگی بچ جائے گی حالانکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور وہ ایک لمحے کے لیے بھی قبل از وقت یا بعد از وقت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ، فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝

”ہر قوم کے لیے ہلکت کی ایک مدت مقرر ہے۔ پھر جب کسی قوم کی مدت آن پوری ہوتی ہے تو ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی۔“

۱۔ سند امام احمد، ج ۲، ص ۳۶۱-۳۶۲۔ شیخ الحدیث علامہ الالبانی نے سند کے بارے میں الطینان کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ ہوا رواہ الغلیل حدیث ۱۲۰۲۔

۲۔ سورت الاعراف، آیت ۳۴۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی اس آیت کریمہ کی خوبصورت اور ناقابل تردید عملی تعبیر ہے جو سو سے زیادہ جنگوں میں شریک ہوئے، سارا جسم نیزے اور تیر کے زخموں سے پھلنی ہوا، ساری زندگی کبھی موت سے نہیں ڈرے، بلکہ ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑائی لڑی — لیکن موت بستر پر نصیب ہوئی۔ آپؓ بہت حسرت سے کہا کرتے تھے کہ اے کاش! شہادت کی موت نصیب ہو جاتی۔

ثابت ہوا کہ دورانِ قتالِ معرکہ سے فرار ہونا نہ صرف عمل کی کوتاہی اور بہت بڑا گناہ ہے بلکہ ایمان کی کمزوری اور تقدیرِ الہی سے بھاگنے کی حماقت کو کشش بھی ہے۔



پاک دہن خاتونِ ناک کی تہمت لگانا

اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی لاکھوں کروڑوں نعمتوں میں سے ”زبان“ اور ”قدرتِ کلام“ ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے حسن استعمال سے جس قدر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان اس کے غلط استعمال میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غلط استعمال کی اُخروی جواب دہی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْنَاهُ مَأْثُورًا ۖ وَإِنَّمَا يَرْجِعُ إِلَى اللَّهِ لِيَسْأَلَهُ عَنِ الْأَمْرِ الَّذِي فِيهِ لَحْمٌ عَظِيمٌ ۚ وَإِنَّمَا الْإِنْسَانُ لَكَفُورٌ ۚ إِذْ يَسْتَفْتِي الْكَافِرِينَ عَنِ الْيَمِينِ ۖ وَعَنِ الشِّمَالِ قَوِيذٌ ۖ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَنِيدٌ ۚ

”ہم نے انسان کو پیدا کیا اور اس کے دل میں ابھرنے والے دوسوں ہم کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔ (اور ہمارے اس براہِ راست علم کے علاوہ دو کتاب اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا مجھے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگار موجود ہو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظِ زبان اور اس کے حسن استعمال کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَبْتِغِي فِيهَا يَرْثُ بِهَا فِي النَّارِ أَوْ يَبْعَدُ مَا يَبْتَغِي الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۖ

۱۔ سورتِ ق، آیت ۱۶-۱۸۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الحکم بالکلمۃ سیئۃ بہ فی النار۔

”بسا اوقات انسان بلا سوچے سمجھے کوئی بات کہہ بیٹھتا ہے، لیکن اس کی وجہ سے وہ مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ گہری آگ میں جا گرے گا۔“

زبان سے پیدا ہونے والی مشکلات اور مسائل سے بچنے کا علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی تجویز فرمایا:

مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لَيْسَكَتْ ۖ

”جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔“

مذکورہ بالا احکام الہی اور فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اگر کوئی زبان کا غلط استعمال کرتا ہے اور بالخصوص لوگوں کی عزتوں سے کھیلتا ہے تو یقیناً بہت بڑے جرم اور گناہ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

کسی کی عزت پر ہتھی اٹھانا اور بالخصوص زنا کا الزام و حرمان صرف متعلقہ فرد کو قتل کر دینے کے برابر ہے بلکہ اس کے سارے خاندان کو برباد کرنے سے زیادہ بتر ہے، اسی لیے شریعت اسلامی نے زنا کے بعد سب سے کڑی سزا الزام زنا کی مقرر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَا يَأْتُوا بِإِثْبَاتٍ شُهُدَاةٍ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

”اور جو لوگ پاک و امین عورتوں پر تہمت لگائیں، چہرہ چار گواہ لے کر نہ آئیں، اُن کو اتنی کوڑے مارو“

اور اُن کی شہادت کبھی قبول نہ کرو“ اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔“

اسی سورت میں آگے چل کر زنا کا الزام دینے والوں کی آخری سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْفَاحِشَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ

۱۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب غلط اللسان صحیح مسلم کتاب الایمان، باب البحث علی الکلام الجبار۔

۲۔ سورت المنور، آیت ۴۔

وَالْيَدِ يَهُمُّ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

جو لوگ پاک دامن بے خبر عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں، اُن پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور اُن

کے لیے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جبکہ اُن کی اپنی زبانیں اور اُن کے

اپنے ہاتھ پاؤں اُن کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔

اگرچہ دونوں آیات میں عورتوں پر تہمت لگانے کا ذکر ہے لیکن پوری اُمت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورتوں یا مردوں پر زنا کی تہمت لگانا برابر کا جرم ہے۔

مذکورہ بالا دونوں آیات سورۃ النور کی ہیں۔ سورۃ النور ہجرت مدینہ کے پانچ یا چھ سال بعد نازل ہوئی ہے۔ ہجرت مدینہ منورہ سے بھی آٹھ سال قبل جب شہ نبویؐ میں مسلمانوں کا پہلا گروہ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گیا تو نجاشی کے دربار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر الطیار رضی اللہ عنہ نے تقریر کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیمات کا جو خلاصہ بیان کیا اس میں بتایا،

نَهَانَا عَنِ الْفَوَاحِشِ وَقَوْلِ الزُّوْرِ وَأَخْلَى مَالِ الْيَتِيمِ وَقَذْفِ الْمُحْصَنَةِ

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں روکا ہے گندے کاموں سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے

سے اور پاک دامن خاتون پر زنا کا الزام دھرنے سے۔

سورۃ النور کے احکام نازل ہونے سے کم از کم تیرہ سال قبل جو بنیادی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو دی اس میں بھی پاک دامن خاتون پر زنا کا الزام دھرنے سے منع فرمایا، علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن معروف سات تباہ کن گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو دیگر چھ گناہوں کے علاوہ ساتواں

۱۔ سورۃ النور، آیت ۲۳-۲۴

۲۔ مسند امام احمد ج ۱، ص ۲۰۲۔ حدیث ۱۷۴۰، تخریج احمد محمد شاہ۔ مجمع الزوائد ج ۶، ص ۲۴-۲۵۔ تاریخ ابن

کثیر ج ۳، ص ۷۲-۷۵۔ سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۲۱۱-۲۱۲۔ حدیث صحیح ہے۔

گناہ زنا کی تہمت قرار دیا، بخاری و مسلم کے حوالے سے حدیث بار بار گزر چکی ہے۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبار کی تعداد تو بتائی تو ان میں بھی ”تہمت زنا“ کو ایک کبیرہ گناہ شمار کیا۔

ایک عام آزاد شہری کے علاوہ اگر کوئی اپنے زر خرید غلام یا لونڈی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تب بھی وہ سنگین گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ اگرچہ دنیا میں مالک پر سزا نافذ نہیں کی جاسکتی، لیکن آخرت کی سزا سے وہ نہیں بچ سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بِالزَّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ ۖ

”جس کسی نے اپنے زر خرید غلام پر زنا کی تہمت باندھی قیامت کے دن اس پر حد (یعنی اسی کوڑا) لگائی جائے گی۔ (الایہ کر غلام نے واقعہ زنا کیا ہو)۔

بڑا نیکو کار ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی انسان کسی دوسرے پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو اپنی ساری کی ساری نیکی کو خطرے میں ڈال رہا ہوتا ہے، بلکہ شدید اندیشہ ہے کہ اُس کی ساری نیکیاں بھی اُس کی اس حرکت کا نفعہ ذبح بن سکیں اور اُلٹا اسے دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر اٹھانا پڑے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا: تمہارے خیال میں مفسل کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا: ”ہمارے خیال میں تو مفسل وہ ہے جس کے پاس نقد رقم نہ ہو اور نہ ہی سامان ہو“ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْمَفْلِسَ مَنْ آمَتِ مَنْ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَحَسْبَاءٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ هَذَا وَأَكَلَ مَالَ هَذَا

۱۔ سنن ابی داؤد، سنن النسائی، المستدرک للحاکم، سنن البیہقی کے حوالے سے حدیث کمال الفاظ اور ترجمے سے گزر چکی ہے۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قذف العبد۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب التغلیط علی من قذف مملوکہ بالزنا۔

وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ
وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى
مَا عَلَيْهِ أَخِذَ مِنْ خَطَايَا هُوَ قَطْرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ
طُرِحَ فِي النَّارِ؛

میری امت میں مخلص وہ ہے جو نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے فرائض ادا کر کے قیامت کے روز
حاضر ہو لیکن حالت یہ ہو کہ کسی کو گالی دی تھی، کسی پر زنا کی تہمت لگائی تھی، کسی کا خون بہایا
تھا، اور کسی کو مارا پٹایا تھا، لہذا اسے اس کی نیکیوں میں سے کچھ دے دیا جائے گا۔ اور اسے اس
کی نیکیوں میں سے کچھ دے دیا جائے گا۔ (اور اس طرح تمام طالبانِ حقوق پر اس کی نیکیاں
بانٹ دی جائیں گی۔) لیکن اگر سارے حقوق کی ادائیگی سے پہلے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں
تو لقبہ طالبانِ حقوق کے گناہ اس کے اوپر لا دیئے جائیں گے۔ پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔
ایسے بھیاںک اور خوفناک انجام کو سمجھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی اپنی زبان کو لگام دینے کے لیے
تیار نہیں تو پھر عذاب کے کوڑے کے علاوہ کوئی دوسری نصیحت اس کے حق میں کارگر نہیں ہو سکتی۔



۱۔ صحیح مسلم کتاب البر، باب تحریم الظلم۔ سنن الترمذی، کتاب صفة القیامۃ، باب ما جاء فی شان الحساب
والنقصان۔ مسند امام احمد، ج ۲، ص ۳۰۳۔ حدیث ۸۰۱۶۔ تخریج شاکر۔

والدین کی نافرمانی

”اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔“

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ

”اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور میں باپ کے ساتھ نیک بتاؤ کرو“

ایک اور جگہ فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَيْكُمْ أَن تَشْرِكُوا بِهِ
شَيْئًا قَوْلًا بِالَّذِينَ إِحْسَانًا ۝

”اے نبی ان سے کہو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں: یہ کہ

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

ایک جگہ فرمایا:

سورة البقرة، آیت ۸۳۔

ۛ سورۃ النصار، آیت ۳۶۔

ۛ سورۃ الانعام، آیت ۱۵۱

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔

”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی، اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کا مقام، مرتبہ اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت اس طرح بیان فرمائی ہے:

رِضَا اللّٰهِ فِي رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ اللّٰهِ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ۔

”اللہ تعالیٰ کی رضا والد کی رضا میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔“

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَاحْفَظْ وَإِنْ شِئْتَ فَصَيِّغْ۔

”والد جنت کا درمیانی دروازہ ہے چاہو تو اسے (اپنے حق میں) محفوظ کرو اور چاہو تو ضائع کر دو۔“

اسی حیثیت اور اہمیت کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی تباہ کن اور بڑے سے

۱۔ سورت الاسراء، آیت ۲۳۔

۲۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی بر الوالدین، المتذکرہ حاکم، کتاب البر والصلۃ، باب رضا الرب

فی رضا الوالد ۴/۱۵۲۔ الادب المفرد، الامام البخاری، ج ۱، ص ۴۲۔ امام البانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث المصیحہ، حدیث ۵۱۶۔ امام حاکم اور ابن حبان نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

۳۔ منہ امام احمد ج ۶، ص ۴۵۔ اور ص ۴۵۱۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب الفضل فی بر الوالدین۔

امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ المتذکرہ ج ۴، ص ۱۵۲۔ امام حاکم نے بھی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور

امام ذہبی نے اس حکم کی تائید کی ہے۔ اساتذہ اصرار الدین الالبانی نے بھی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ

الاحادیث المصیحہ، حدیث ۹۱۰۔

بڑے (اکبر الکبار) گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو شرک کے علاوہ والدین کی نافرمانی کا ضرور ذکر کیا، بلکہ بعض مقامات پر تو شرک کے فوراً بعد والدین کی نافرمانی کو بڑا گناہ قرار دیا، ملاحظہ ہو:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَلَا أَنْتُمْ كُمْ بِأَكْبَرِ الْكِبَايَرِ؟ (ثَلَاثًا) قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعَقْوُ الْوَالِدَيْنِ... إلخ (بخ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہ ذبتلاوں؟ (آپ نے یہ بات تین دفعہ دریافت فرمائی) صحابہ کرام نے عرض کیا: ضرور ضرور یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔۔۔ (الی آخر الحدیث)

ایک دوسری حدیث میں یوں ہے:

جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ: مَا الْكِبَايَرُ؟ قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا قَالَ؟ ثُمَّ عَقْوُ الْوَالِدَيْنِ... إلخ (بخ)

ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے پوچھا یا رسول اللہ بڑے بڑے گناہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ اعرابی نے پوچھا اس کے بعد دوسرے نمبر پر بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: والدین کی نافرمانی کرنا۔۔۔ (الی آخر الحدیث)

اسی لیے شریعت نے والدین کی نافرمانی کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے۔ اور اسی نسبت سے نافرمان اولاد کے لیے سخت سے سخت تنبیہ کی ہے اور دنیا و آخرت کے بدترین انجام سے خبردار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

صحیح بخاری کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور، صحيح مسلم کتاب الايمان، باب بيان الكبار والكبراء۔

تفسیر ابن جریر ج ۵، ص ۴۲، طبع دار الفکر کنز العمال، ج ۳، ص ۸۳۲، طبع مکتبۃ التراث الاسلامی۔ طلب

لَعَنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ ۱؎

”والدین کو طاعت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔“

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، عَاقُ وَالِدَيْهِ
وَمُذْمِنُ الْخَمْرِ وَمَنَّاؤُ بِمَا أُعْطِيَ ۚ

”روز قیامت تین آدمیوں کی طرف اللہ تعالیٰ الجھٹک نہ کریں گے۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا“

شراب کا عادی اور کچھ دے کر احسان جتلانے والا“

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

ثَلَاثَةٌ حَرَّمَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ: مُذْمِنُ
الْخَمْرِ وَالْعَاقُ لِوَالِدَيْهِ وَالذَّيُّوثُ ۚ

”تین قسم کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر رکھی ہے، شراب کا عادی، والدین کی نافرمانی

کرنے والا اور دیوث (یعنی اپنے ہی اہل خانہ میں زنا کاری و بے حیائی کو گوارا کرنے والا) ۚ“

۱؎ صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب تحريم الذبح لغير الله - سنن النسائي، کتاب الصغايا، باب من ذبح لغير الله

عز وجل - المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلة، باب لعن الله العاق لوالديه - منہ نام احمد ۱، ص ۱۱۸۔

۲؎ سنن النسائي، کتاب الزکاة، باب النان بما عطي - المستدرک للحاکم، کتاب الاشرية - باب ثلاثة لا يدخلون الجنة

۱۴۶/۴ - ۱۴۷ - امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ فتح الحدیث علامہ ناصر الدین الانبانی

نے اس حکم کی تائید کی ہے۔ ملاحظہ ہو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ حدیث ۶۷۷۔

۳؎ منہ نام احمد ۱، ج ۳، ص ۳۱۴ - سنن النسائي، کتاب الاشرية - باب الرواية في المدمنين في الخمر - المستدرک

للحاکم، کتاب الايمان، باب ثلاثة لا يدخلون الجنة - علامہ الانبانی نے حجاب المرأة المسلمة ص ۶۷ پر حدیث

کو صحیح قرار دیا ہے۔

نیکی انسان کو بڑے سے بڑے مقام تک پہنچا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ اپنے والدین کا فرمانبردار ہو، ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

”یا رسول اللہ! اگر میں پانچوں نمازیں ادا کرتا رہوں۔ رمضان کے روزے رکھوں، زکوٰۃ ادا کروں،

بیت اللہ کا حج کر لوں، تو مجھے کیا مقام مل سکے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ فَعَلَ هَذَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
إِلَّا أَنْ يَعْقُ وَالِدَيْهِ ۖ

”جو آدمی یہ سارے کام کرے وہ انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، بشرطیکہ وہ والدین

کا نافرمان نہ ہو“

اللہ تعالیٰ بڑا غفور اور حلیم ہے لیکن قربت داری اور صلہ رحمی کے معاملے میں ادھار نہیں رکھتا، نیکی اور احسان کرنے والوں کو بھی اور بدسلوکی کرنے والوں کو بھی اسی دنیا میں بدلہ دے دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجَدَّ أَنْ يُعْجَلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ
مَا يَذْخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ ۖ

طے صحیح ابن حبان، ج ۵، ص ۱۸۴۔ حدیث ۳۴۲۹ مع ترتیب الاحسان۔ مجمع الزوائد للہیثمی، ج ۱ ص ۴۶۔

کنز العمال ج ۱، ص ۳۰۳۔ متعدد محدثین نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

طے مسند احمد ج ۵، ص ۳۶-۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب انہی عن البغی۔ سنن الترمذی، کتاب

صفة القيامة، باب رقم ۵۸۔ امام ترمذی کے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر۔ باب

اجمع آیت فی القرآن للغیر والشر ۲/۳۵۷۔ امام حاکم اور امام ذہبی نے المستدرک میں اور علامہ ناصر الدین الالبانی

نے صحیح الجامع الصغیر حدیث ۵۷۰۴ میں حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

”علم اور قطعیت رحم سے بڑھ کر کوئی گناہ اس بات کا ستم نہیں کہ اللہ اس کے مرتکب کے لیے دنیا میں بھی سزا کی جلدی کرے اور آخرت میں بھی (سزا کا بوجھ) جمع رکھے:

والدین کی نافرمانی سے بڑی سرکشی اور کیا ہوگی؟ اور ان سے زیادہ محترم حمی رشتہ اور کون سا ہوگا؟ لہذا والدین کا نافرمان اس دنیا میں بھی ضرور تکلیف اٹھائے گا اور سزا بھگتے گا اور اُخروی سزا سے بھی بچ نہیں سکے گا۔ اسی طرح والد کی بددعا بھی اپنی اولاد کے لیے بڑی ہی جلد سنی جاتی ہے اور قبول ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ثَلَاثٌ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ، دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ
وَدَعْوَةُ السَّافِرِ وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ۔^۱

”بلاشبہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں: مظلوم کی دُعا، مسافر کی دُعا، اور والد کی اپنی اولاد کے خلاف بددعا۔“

والدین کے حقوق کے ضمن میں یہ بات بھی از خود شامل ہے کہ اُن کا احترام کیا جائے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اُن کی ایذا اور پریشانی کا سبب نہ بننا جائے۔ اُن کو لعن طعن کرنا یا انہیں بُرا کہنا تو دور کنار انہیں ”اَف“ تک نہ کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اَفٍ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔^۲

”تم انہیں اَف نہ کہو نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ اُن سے احترام کے ساتھ بات کرو۔ چنانچہ قدر بدبخت ہو گا وہ آدمی جو اپنے والدین کو خود گالی دیتا ہو ابراہ راست والدین کو گالی دینا تو

۱ سنن ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب الدعاء لظہر الغیب۔ سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء فی دعوة الوالدین۔ مسند امام احمد ج ۲۔ ص ۲۵۸۔ امام ترمذی اور اساتذہ حاضر الدین الابانی نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ لاحظہ ہو سلسلۃ الامادیث، ص ۵۹۶۔

۲ سورت الاسراء، آیت ۲۳۔

بہت ہی قبیح حرکت ہے، بالواسطہ طور پر بھی اگر وہ والدین کے لیے ملامت یا گالی کا سبب بنے تب بھی وہ ملعون اور بد بخت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكِبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ - قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: "يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَاهُ" ﷺ

یہ بات سب سے بڑے گناہوں سے ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے والدین کو خود گالی دے (یعنی یہ ناممکن بات ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر تائید ہے کہ انسان کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو جواباً اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ (یعنی اس نے اپنے باپ کو گالی دینے کا راستہ صاف کیا)

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مِنَ الْكِبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ" - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: "نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ" ﷺ

یہ بات بڑے گناہوں میں سے ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! جہاں کہیں انسان اپنے والدین کو گالی دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں ہاں انسان کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور انسان کسی کی ماں کو گالی

۱۰ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیہ۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر و اکبر۔

۱۱ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیہ۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر و اکبر۔

دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے ۛ

لہذا اپنے والدین کے احترام کا معنی یہ ہے کہ دوسروں کے والدین کا بھی احترام کیا جائے تاکہ نتیجہ میں اس کے اپنے والدین کا احترام ہو، نہ کہ گالی گلوچ کا تبادلہ کر کے بالواسطہ اپنے والدین کو گالیاں پارسل کی جائیں۔ البتہ ایک شکل ایسی ہے جہاں والدین کا کہا ماننا ضروری نہیں بلکہ اطاعت کرنا گناہ ہے۔ یعنی جب والدین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بالخصوص شرک کا حکم دیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ

”اور اگر (تیرے والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ (ہاں) دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔“

اس بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر مختلف انداز سے بیسیوں مرتبہ سمجایا کہ جو کام خدا کی نافرمانی کا ہو اس میں کسی کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ لہذا اہل علم کے نزدیک بالاجماع یہ قاعدہ طے پا گیا کہ:

”لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ ۖ“

”خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔“

چنانچہ صرف اس ایک استثنائی صورت کے علاوہ والدین کی ہر شکل میں ہر وقت اطاعت فرمانبرداری، خدمت، ادب، احترام اور ان کی پسند، ناپسند کا لحاظ ضروری اور فرض ہے۔ ورنہ دنیا بھی کھوٹی اور آخرت بھی شدید خطرے میں ہے۔

۱۔ سورۃ لقمان، آیت ۱۰۔

۲۔ اس بات کو تفصیلاً سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل مقامات حدیث کا مطالعہ مفید ہے: جامع بخاری، کتب المغازی، باب سریتہ عبداللہ بن حزامہ اور کتب الاحکام، باب النسخ والاطاعة، الامم المکین، مصیبتہ، کتاب الخیر والاعمال، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء فی غیر مصیبتہ و تحريمها فی المصیبتہ، منن ابی دؤد، کتاب الجہاد، باب فی الطاعة لمنن النسانی، کتاب البیعتہ، باب جزا ین امر بمصیبتہ فاطاعة بمنن امام احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۶۴، ص ۶۵، ج ۴، ص ۴۶۶۔

جھوٹ بولنا۔ جھوٹی گواہی دینا

جھوٹ کیا ہے؟ یہ کہ جان بوجھ کر خلاف واقعہ بات بیان کرنا۔ جھوٹ بولنے والا آدمی اظہارِ غلط بیانی کر کے اپنا کوئی وقتی فائدہ حاصل کر لیتا ہے یا کسی نقصان سے بچ جاتا ہے، لیکن جب اس کے جھوٹ کا پل کھل جاتا ہے تو اسے انتہائی شرمندگی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور معاشرے کا ہر شریف اور عزت دار فرد اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ پھر جب اس کی دروغ گوئی کا چرچا ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ اس کی سچی بات پر بھی کوئی اعتماد نہیں کرتا، بلکہ اسے جھوٹے اور کذاب کا لقب مل جاتا ہے، جو کسی عقلمند کے نزدیک قابلِ فخر لقب نہیں۔ معاشرے میں ہیں ایسے لوگ بھی دستیاب ہو جاتے ہیں کہ ان کے جھوٹے کردار کی وجہ سے ان کے گھروالے بھی ان کی بات پر اعتماد نہیں کرتے۔ اس سے بڑی معاشرتی رسوائی کسی انسان کے لیے اور کیا ہوگی؟

آخرت میں ملنے والی شدید ترین سزا کے علاوہ جھوٹا آدمی دنیا میں خدائی نعمت ”صراطِ مستقیم“ پانے کا مستحق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝

”اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور کذاب (یعنی بہت زیادہ اور مستقل جھوٹ بولنے والا) ہو۔“

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

سورة غافر / المؤمن آیت ۲۸

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ

”اور کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔“

ایمان لانے کے بعد غواہ و خواہ و شہیدیں مارنے، بڑے بڑے دعوے کرنے اور کچھ کیے کر کے بغیر سستی بہت سیٹھنے والوں کو ڈانٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا
عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۖ

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت پالنیہ حرکت ہے کہ تم کہو وہ بات جو کرتے نہیں۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کے منافی اور نفاق کی علامت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَرْبَعٌ مَنْ كُنْ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ
مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا اشْتُمَنَّ خَانَ
وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ۖ

”جس شخص کے اندر چار عادتیں ہوں وہ پکا منافق ہے۔ اور جس شخص کے اندر ان میں سے ایک عادت ہو تو اس میں نفاق کی ایک عادت ہے، جب تک وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ (اور نفاق کی وہ چار عادتیں یہ ہیں) (۱) جب اسے امین بنایا جائے تو خیانت کرے (۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) جب

جھگڑ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے (۴) اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔“

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

۱۔ سورت الاسراء، بنی اسرائیل، آیت ۳۶۔

۲۔ سورت الصف، آیات ۲-۳۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات النفاق، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق۔

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَ
إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ عَلَيْهِ

”منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے۔ (۳) جب معاہدہ کرے تو بدعہدی کرے۔“

صحیح مسلم کی روایت میں درج ذیل الفاظ کا اضافہ بھی ہے:

وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ۔

”خواہ وہ نماز پڑھے کاپا بند ہو اور اپنے خیال میں خود کو مسلمان بھی سمجھتا ہو۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نوجوان صحابہ میں سے تھے۔ بچپن اور جوانی بلکہ ساری عمر علم سیکھنے، سکھانے اور حدیث رسول بیان کرنے میں گزری۔ آپ کا شمار فقہ صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ دور دور سے لوگ چل کر آتے اور آپ سے دینی مسائل دریافت کرتے تھے۔ اُن سے ایک موقع پر چند حضرات نے دریافت کیا:

قَالَ نَاسٌ لَا بَنَ عُمَرُ: إِنَّا لَنَذْخُلُ إِلَى سُلْطَانِنَا أَوْ أَمْرَائِنَا
فَنَقُولُ لَهُمْ بِخِلَافِ مَا تَكَلَّمُ إِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمْ
فَقَالَ: كُنَّا نَعُدُّ هَذَا نِفَاقًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”کچھ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: جب ہم اپنے امراء یا امروں کے پاس جاتے ہیں تو اُن کی تعریف کرتے ہیں اور جب وہاں سے نکل آتے ہیں تو پھر اُن سے متعلق ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم ایسی

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب ما یکرہ من شأن الشیطان۔۔۔۔۔

حرکت کو منافقت شمار کرتے تھے:

جھوٹا آدمی ہدایتِ ربانی سے محروم رہتا ہے جیسا کہ سورت غافر المومن آیت ۲۸ میں بیان ہوا ہے لہذا نتیجتاً وہ جنت میں داخلے سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ
الرَّجُلَ لِيَصْدُقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي
إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لِيَكْذِبَ
حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذًّا أَبًا.

”سچائی انسان کو نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ آدمی مستقل پر ہوتا رہتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق (بہت زیادہ سچ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے جبکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے۔ اور فسق و فجور جہنم میں پہنچا کر چھوڑ دیتے۔ آدمی مستقل جھوٹ بولتا رہتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب (یعنی پرے درجے کا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنا خواب بیان فرمایا اور بتایا کہ آج رات خواب میں میں نے فلاں فلاں قسم کے مجرم کا یہ حال دیکھا جھوٹ بولنے والے کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فَاتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُسْتَلَقٍ لِقَفَاهُ وَإِذَا أَخْرَقَ أَمْرٌ عَلَيْهِ بِكُلُوبٍ
مِنْ حَدِيدٍ وَإِذَا هُوَ يَأْتِي أَحَدَ شِقَائِهِ وَجْهَهُ فَيُشْرِشُ شُرْشِدَقَهُ
إِلَى قَفَاهُ وَمِنْخَرَهُ إِلَى قَفَاهُ وَعَيْنُهُ إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَحْوِلُ إِلَى
الْجَانِبِ الْآخِرِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِالْجَانِبِ الْأَوَّلِ، فَمَا

۱۔ صحیح بخاری کتاب الادب باب قول اللہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔ وَمَا يَنْهَى
عَنِ الْكَذِبِ صحیح مسلم کتاب البر باب قبح الکذب وحسن الصّدق وفضلہ۔

يَفْرُغُ مِنْ ذَلِكَ الْجَانِبِ حَتَّى يَصْغَ ذَلِكَ الْجَانِبُ كَمَا كَانَ ،
شَرَّ يَعُوذُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْأُولَى ، قَالَ : قُلْتُ
سُبْحَانَ اللَّهِ مَا هَذَا ، فَقَالَ ، فَإِنَّهُ كَانَ يَغْدُو مِنْ بَيْتِهِ
فَيَكْذِبُ الْكَذْبَةَ تَبْلُغُ الْآفَاقَ ۚ

’چنانچہ ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو گڈی کے بل چیت لیٹا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے اوپر کھڑا
تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کی آنکس تھی (درانتی اور منہو ایسا آلہ جو ذرا چھوٹا ہوتا ہے)۔ (کیا دیکھا ہوا)
کہ وہ بیٹے ہوئے آدمی کے ایک طرف آتا ہے اور جبرٹے کو گڈی تک چیر دیتا ہے ، اور اس کے
نتھنے کو بھی گڈی تک چیر دیتا ہے ، اور اُس کی آنکھ کو گڈی تک چیر دیتا ہے۔ پھر وہ دوسری طرف
جاتا ہے اور وہاں بھی اسی طرح کی چیر بھاڑ کرتا ہے۔ اور ابھی وہ دوسری طرف سے فارغ بھی نہیں ہو
پاتا کہ پہلی جانب اپنی اصلی شکل پر پلٹ آتی ہے (یعنی صحیح و سالم ہو جاتی ہے) وہ آدمی اس جانب
کی دوبارہ چیر بھاڑ کرتا ہے جس طرح اُس نے پہلے چیر بھاڑ کی تھی (گویا یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہتا
ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ ! ان دونوں کا کیا ماجرا ہے ؟ وہ فرمایا
فرشتوں نے مجھے بتایا یہ آدمی گھر سے نکلتا تو کوئی ایسا جھوٹ بولتا جو دُور دُور تک پھیل جاتا۔

واضح رہے کہ انبیاء کرام کے خواب وحی الہی کا حصہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے خواب ہی کی
بنیاد پر حضرت اسماعیلؑ (علیہما السلام) کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور عملاً اس کے لیے
کوشش بھی کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے دُنبے کی شکل میں اسے مکمل کر دیا۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ
ہوں سورت الصفّت کی آیت ۱۰۲ تا ۱۰۷۔

جھوٹ صرف یہی نہیں ہوتا کہ انسان اپنی طرف سے غلط بیانی کرے ، بلکہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ
ہر سنی سانی بات جس کا نہ کوئی سر ہونہ پیر آگے بیان کر دے۔ انسان کو بلا تحقیق بات نہیں کرنی چاہیئے

۱۷ صبح بخاری ، کتاب تیمیر الرّویا ، باب تعبیر الرّویا بعد صلاۃ الصّبح۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جھوٹ شمار کیا ہے۔ فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يَحْدِثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ ۖ

”کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر سنی سانی بات آگے بیان کر دے۔“

عام معاملات کا جھوٹ کسی وقت پکڑا جاسکتا ہے اس لیے بعض لوگ بطور احتیاط اس سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور جو جھوٹ پکڑا نہ جاسکتا ہو اسے یہاں کی سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً جھوٹا خواب بیان کرنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹا خواب بیان کرنے کے بارے میں شدید وعید فرمائی ہے۔

ارشاد ہوا:

مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَعَنَهُ اللَّهُ كَلَّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَكِنْ يَفْعَلُ ۖ

”جس آدمی نے بہن دیکھے حلی اور فرضی خواب بیان کیا، روز قیامت اسے جو کے دو دانوں کے

درمیان کانٹھ لگانے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔“

دوسرے موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَفْرَى الْفُرْيِ أَنْ يُرَى الرَّجُلُ عَيْنَيْهِ مَا كَفَرَتْ رِيًّا ۖ

”سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی وہ خواب بیان کرے جو اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔“

رزق حلال کما ناہر انسان پر نماز روزے کی طرح فرض ہے۔ بذریعہ تجارت رزق حلال کمانا

بہت بڑے سبب اور مقام کی بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے اور نیک تاجر کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ صحیح مسلم، القدّۃ، باب التّبی عن الحدیث بکلّ ما سمع۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب التّعبیر، باب من کذب فی حلّم۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب یس من رجل ادعی لغيره بیه و هو یعلم الا کفر۔

الشَّاحِرُ الْأَمِينُ الصَّدُوقُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّدِّيقِينَ وَالشَّهَدَاءِ

”سچا اور ایمان دار تاجر (قیامت کے روز) نبیوں، صدیقیوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔“

لیکن اس قدر عظیم مقام اور قابل احترام ذریعہ روزگار کو اگر کوئی نادان جھوٹی قسموں اور غلط بیانی کے ذریعے ضائع کر دے تو یقیناً انتہائی بد قسمتی کی بات ہے۔ اگر سچا اور ایمان دار نبیوں، صدیقیوں اور شہیدوں کا ساتھی ہے تو غلط بیانی کرنے والا اور جھوٹی قسمیں کھانے والا تاجر اللہ کی مغضوب ترین مخلوق ہے۔ بلکہ انتہائی خسارے اور گھٹائے کا سوداگر ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَزِيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِفَلَاةٍ يَمْنَعُهُ مِنْ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا سِلْعَةً بَعْدَ الْعَصْرِ فَخَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ لَأَخَذَ مَا يَكْذَا وَكَذًا، فَصَدَقَهُ وَهِيَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ. وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يَبَايِعُهُ إِلَّا لِلدُّنْيَا، فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا مَا يَرِيدُ وَفِي لَهُ وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا سَخِطَ

روز قیامت اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا، نہ ہی ان کی طرف نگاہ رحمت فرمائے گا اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ ایک وہ آدمی جس کے پاس صحرائیں زائد از ضرورت پانی موجود تھا اور اس نے راہی مسافر کو اس کے استعمال سے روک دیا

۱۔ سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ما یاجز فی البیوع۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التہارات، امام ترمذی نے حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ المستدرک للحاکم، کتاب البیوع، باب التاجر الصدوق۔۔۔ الخ متعدد سندوں کی وجہ سے اہل علم نے حدیث کو قابل اعتماد سمجھا ہے۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ما یجوز من الاخیال فی البیوع۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلط تحمیل اسباب الازار والحق و تنفیق الثلثة بالخلف۔

اور ایک وہ آدمی جس نے عصر کے بعد سودا بیچا اور اللہ کے نام کی قسم کھا کر گاہک سے کہا کہ میں نے تو خود اتنے کا خرید لیا ہے، حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ لیکن گاہک نے اعتبار کر کے اس سے لے لیا۔ اور ایک وہ آدمی جس نے امام (فرار و لے وقت) سے صرف دنیوی غرض کے لیے بیعت کی۔ اگر امام نے اسے مطلوب چیز دے دی تو وفا کرتا رہا اور اگر مطلوب چیز نہ ملی تو بگڑ بیٹھا۔

جھوٹی قسمیں کھا کھا کر سودا فروخت کرنے والے تاجروں کے بارے میں ایک اور حدیث میں ہے: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَكَلِمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُنْظَرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ فَقَرَأَ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ: "خَابُوا وَ خَسِرُوا، مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟" قَالَ: الْمُسِيلُ، وَالْمَنَانُ، وَالْمُنْفِقُ سَلَعَتُهُ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ ۚ

”روز قیامت اللہ تعالیٰ تین قسم کے افراد سے بات نہیں کریں گے اور نہ ہی ان کی طرف نگاہ رحمت سے دیکھیں گے اور نہ ہی انہیں گناہوں سے پاک کریں گے۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو تین دفعہ دہرایا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسے لوگ تو بہت گھاٹے اور خرابے میں رہے۔ آپ بتائیں تو سہی وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مُنْفِقُ“ سے نیچے کپڑا رکھنے والا۔ نیکی کر کے احسان جتانے والا۔ اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والا۔“

سننے ہنسانے اور تفریح طبع کے لیے بھی جھوٹ بولنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسندیدہ تھا۔

۱۔ صحیح مسلم کتاب الایمان، باب غلط تقریم اسباب الازار... سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب ما جاز فی اسباب الازار۔ سنن الترمذی، کتاب البیوع، باب ما جاز فیمن حلف علی سلعۃ کاذباً۔ سنن النسائی، کتاب البیوع، باب المنفق سلعۃ بالحلف الکاذب۔

یہ الگ بات ہے کہ آج کے نام نہاد عاشقانِ رسولؐ اسے فن، آرٹ، کومیڈی، فنونِ لطیفہ، جدید تہذیب، ترقی اور ضرورتِ کلچر کا نام دیتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، وَيَيْلٌ لَهُ، وَيَيْلٌ لَهُ.

”بتا ہی اور بربادی ہے اس شخص کے لیے جو اس لیے جھوٹ بولتا ہے کہ وہ لوگوں کو ہنساتے، بربادی ہے اس کے لیے، اور بربادی ہے اس کے لیے۔“

جس طرح ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا باعثِ بربادی ہے اسی طرح محض کسی کو غصہ دلانے یا ذہنی طور پر پریشان کرنے کے لیے جھوٹ بولنا بھی بُری بات ہے، بلکہ بہت بڑا گناہ ہے۔

ایک عورت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ”میری ایک سو کن ہے۔ اگر میرے خاوند نے مجھے کچھ نہ دیا ہو لیکن میں کہوں کہ اس نے مجھے فلاں فلاں چیز دی ہے تو کیا مجھے گناہ ہو گا؟“ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَا يَسِ ثَوْبِي زُورٌ لِّهِ

”جو چیز نہیں دی گئی ہے اس سے آسودہ حال ہونے کا اظہار کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو کپڑے پہن رکھے ہوں۔“

(یعنی وہ سر سے پیر تک جھوٹا ہے، یا سر سے پیر تک جھوٹ میں لپٹا ہوا ہے، کیونکہ اُس زمانے میں دو کپڑوں میں ہی سر سے پیر تک پورا جسم لپیٹ لیا جاتا تھا۔)

جس آدمی کے جھوٹ کا اثر جس قدر زیادہ ہو وہ اسی حساب سے آخرت میں جواب دہی اور سزا

۱ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب۔ سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب فیمن تکلم بکلمۃ لیضحک بہ الناس۔ امام ترمذی اور محدث العصر الشیخ ناصر الدین الالبانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، باب ویلٌ للذی یحدث فیکذب۔ - - -

۲ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب المتشبع بالمیل۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب انتہی عن التزوی فی اللباس۔

کا بھی زیادہ متحقی ہو گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل قول سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابُ أَلِيمٌ، شَيْخُ زَانٍ وَمَلِكُ كَذَابٍ وَعَائِلٌ مُسْتَغْبِرٌ۔

”روز قیامت اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں کی طرف نگاہ شفقت نہ فرمائیں گے اور نہ ہی انہیں نکالیں گے سے پاک کریں گے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہو گا؛ بڑھاپے میں زنا کرنے والا، بارشاہ ہوتے ہوئے جھوٹ بولنے والا، غریب ہوتے ہوئے متکبر اور گھنڈہ ٹر کھنے والا۔“

حدیث پاک پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں انسانوں نے وہ کام کیے ہیں جو ان کے حالات ضروریات یا مقام سے بالکل مناسبت نہ رکھتے تھے۔ بوڑھا آدمی توجانہ شہوت سے بھی کنارہ کش ہو رہا ہوتا ہے، کجایہ کہ زنا کرے یا بادشاہ، سربراہ قوم یا قومی لیڈر کو قوم کے لیے نمونہ اور اچھے اخلاق و کردار کا آئینہ ہونا چاہیے تھا، کجایہ کہ وہ خود جھوٹ مہی ذلیل اور بیچ حرکت کرے۔ غریب و نادار آدمی اور متکبر چر معنی وارد ہے اسے تو تواضع، انکسار اور سنجیدہ روی سے زندگی نبھانے کی فکر کرنی چاہیے تھی۔ کہاں یہ غریبی اور کہاں یہ متکبر اور مستیاں؟ اسی لیے یہ لوگ ایسی سزا کے متحق قرار دیتے گئے ہیں۔

جھوٹ کی مذکورہ بالا قسمیں سب کی سب گناہ ہیں اور یقیناً بہت بڑا گناہ ہیں۔ لیکن ان سب سے زیادہ خطرناک اور نتائج کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان دہ جھوٹی گواہی دینا ہے، کیونکہ جھوٹی گواہی سے کسی مہصوم کا خون بہہ سکتا ہے، کسی پاک دامن اور عزت دار شریف آدمی کی عزت کا اشتہار بنایا جاسکتا ہے اور مالی حقوق پر ڈاکہ ڈالا جاسکتا ہے، کیونکہ حاکم یا قاضی تو ہر جگہ موجود نہیں ہو سکتے، اور اگر موجود بھی ہوں تب بھی فیصلہ تو گواہوں کی بنیاد پر ہی ہو گا۔ چنانچہ فیصلے کی اصل جان گواہی ہوتی ہے۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلط تحریم اسباب الاضرار و تنفیق السلۃ بالکلف۔ سنن النسائی، کتاب الزکاة، باب الفقیر الخال۔

اگر گواہ جھوٹا ہو اور قاضی کو اس کے جھوٹ کا پتہ نہ چل سکے تو قاضی اس کی گواہی کی بنا پر فیصلہ دینے کا شرعاً اور عرفاً پابند ہے۔ لہذا غلط فیصلے کا اصل بوجھ صرف جھوٹے گواہ پر عائد ہوگا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی سے منع فرمایا، ارشاد ہوا:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ
”پس جنوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو“

نیک اور جھلے مانس بندوں کی تعریف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا
”اور (رحمن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے، اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چوٹی کے بڑے بڑے گناہ شمار کیے تو شرک اور والدین کی نافرمانی کے بعد سب سے بڑا گناہ جھوٹی گواہی کو قرار دیا۔ فرمایا:

”أَلَا أُتَبِّحُكُمْ بِكَبِيرِ الْكِبَايِرِ ثَلَاثًا قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ:
”الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ- أَلَا وَشَهَادَةُ الزُّورِ وَقَوْلُ
الزُّورِ“ وَكَانَ مُشْكِنًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّدُهَا حَتَّى قُلْنَا
لَيْسَتْهُ سَكَّتَ“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ دریافت فرمایا: کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ نہ بتا دوں؟ ہم نے کہا: ضرور ضرور یا رسول اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ

۱۔ سورت الحج، آیت ۳۰۔ ۲۔ سورت الفرقان، آیت ۷۲۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب ما قيل في شهادة الزور۔ صحیح مسلم، کتاب الايمان، باب بيان الکبار و اکبر۔

ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور اس آخری بات کو اتنی بار دہرایا کہ ہم دل ہی دل میں تنا کرنے لگے، اے کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی اختیار فرمائیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا ہے، کیونکہ شرک اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے بڑا ظلم ہے تو جھوٹی گواہی بندوں کے حقوق میں سب سے بڑا ظلم ہے۔ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”أَيُّهَا النَّاسُ! عَدَلْتُ شَهَادَةَ الزُّورِ بِالْإِشْرَافِ بِاللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ“ (سورت الحج، آیت ۳۰)

”اے لوگو! جھوٹی گواہی شرک کے برابر گناہ ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت الحج کی آیت ۳۰ تلاوت فرمائی: بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو۔“

عدالتی جھوٹی گواہی کے علاوہ ہر جھوٹی شہادت جیسے تعلیمی سند، تجربے کا سرٹیفکیٹ، غلط شناختی کارڈ، غلط پاسپورٹ، جعلی اور نقلی دستاویزات، فرضی اسامہ اور اقرارنامے حتیٰ کہ نقلی نوٹ اور جعلی کرنسی بھی اسی حکم میں شامل ہیں، کیونکہ ان سب غلط کاریوں کا اصل مقصد دوسروں کے حقوق یا استحقاقات پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ اور خود بظاہر بڑے مصداقہ طریقے سے اسے اپنے فائدے میں محفوظ کرنا ہے اس لیے ہر ایسی مجرمانہ حرکت سے باز رہنا چاہیے جس سے دوسروں کے حقوق متاثر ہوتے ہوں۔

نوٹ: ”جھوٹی قسم کھانا“ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذلت گرامی پر جھوٹ بولنا“ دو علیحدہ عنوانات کی شکل میں ذکر کیے جائیں گے۔

۱۔ سنن الترمذی، کتاب الشهادات، باب ماجاء فی شہادۃ الزور۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاقصیۃ، باب شہادۃ الزور۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب شہادۃ الزور۔ حدیث کی سداگرچہ ضعیف ہے لیکن بخاری و مسلم کی دیگر روایات کی روشنی میں حدیث قابل قبول ہو جاتی ہے۔

بیت اللہ کی حرمت پایاں کرنا

روئے زمین پر سب سے پہلا ”خانہ خدا“ بیت اللہ المحترم کس قدر آداب، احترام، عظمت اور تقدس والا ہے اور اسی بیت اللہ کی نسبت سے مکہ مکرمہ کس قدر عزت و شرف والا ہے، اس کا اندازہ اُن احکام و آداب سے ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللَّهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةٌ مِنْ نَهَارٍ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، لَا يُعْصَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنْفَرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقُطُ إِلَّا مَنْ عَرَفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهُ۔

”جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اسی روز سے اس شہر کو حرمت والا قرار

دیا، لہذا قیامت تک اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وجہ سے وہ حرمت والا ہی رہے گا۔ مجھ سے پہلے یہاں

کسی کے لیے بھی جنگ حلال نہ تھی اور مجھے بھی ایک مخصوص ساعت میں اجازت ملی ہے۔ لہذا اللہ

کی طرف سے حرام قرار دیئے جانے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ اس کی حدود میں

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الحج باب لا ینفرض صید الحرم۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب تحریم کتہ و صید او غلابا۔۔۔۔۔

مسند امام احمد، ج ۱، ص ۲۵۳۔ حدیث ۲۲۷۹۔ تخریج شاکر۔

خود رو پودے نہ کاٹے جائیں، یہاں پر موجود شکار کا پیچھا نہ کیا جائے، گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے،

ہاں وہ آدمی اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے اور یہاں کی سرسبز گھاس نہ کاٹی جائے :

تاریخ گواہ ہے کہ مکہ مکرمہ تاریخ انسانیت میں سب سے زیادہ پُر امن مقام رہا ہے اور جس نے اس کے احترام کو پامال کرنے کی کوشش کی اُس نے منہ کی کھائی۔ 'اصحابِ اخیال' یعنی ہاتھی والوں کا واقعہ اس کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔ یہ تاریخی معجزہ سورتِ اخیال میں بیان ہوا ہے۔ دُور جاہلیت میں رگستانِ عرب کا سارا علاقہ مستقل بد امنی اور بے چینی کی لپیٹ میں رہا ہے اور اگر کسی کو امن، سکون، سکھ اور چین نصیب ہوا ہے تو وہ صرف اہل مکہ کو خواہ وہ شہرِ مکہ میں رہے ہوں یا مسافر بن کر کرہ ارضی پر گھومتے رہے ہوں۔ سورتِ القریٰش اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ باہم خون کے پیاسے بھی حدودِ مکہ میں ایک دوسرے پر ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۝

”جو اس میں داخل ہو گیا امن پالیا۔“

بیت اللہ شریف زادہ اللہ عزاً و شرفاً، جسے ابتداء میں حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا، کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ ۝

”جسے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جہاں ان لوگوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔“

اس کو خیر و برکت دی گئی اور تمام جہاں والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا گیا۔

بعد کے مرحلے میں اس کی تعمیرِ جدید حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے کی۔

۱۷ سورت آل عمران، آیت ۹۷ ۱۸ سورت آل عمران، آیت ۹۶

اللہ تعالیٰ نے اسے اہل توحید کا قبلہ قرار دیا اور ان دونوں عظیم المرتبت پیغمبروں کی ذمہ داری ٹھہرائی کہ وہ دونوں خود اس گھر کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کریں۔ چنانچہ فرمایا:

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ
وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

”اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔“

اس جلیل القدر اور عظیم المرتبت شہر میں اور پھر بیت اللہ الحرام جیسے ازل سے روز قیامت تک حرمت والے مقام پر بھی جو بدبخت اور بد نصیب ہوگا، فساد، فسق و فجور، قتل و غارت گری یا کوئی ایسی حرکت کرے جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد پامال ہوتے ہوں تو یقیناً اس نے اپنے سر پر بڑی آفت اور شامت لے لی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِالْعَادِ يَظْلَمِ نَفْسَهُ مِنْ عَذَابِ الْيُسْرِ

”اس (سجدرام) میں جو بھی راستی سے ہٹ کر ظلم کا طریقہ اختیار کرنا چاہے گا اسے ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَبْنَضُ النَّاسِ إِلَى اللَّهِ ثَلَاثَةٌ: مُلْحِدٌ فِي الْحَرَمِ وَمُبْتَغٍ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةَ
الْجَاهِلِيَّةِ، وَمُطَلَبٌ دَمِ امْرِئٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لِيُهِرِّيقَ دَمَهُ۔

”اللہ تعالیٰ کو تین آدمیوں پر سب سے زیادہ غصہ آتا ہے: حد و حرم میں زیادتی کرنے والا، اسلام

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۲۵۔ ۲۔ سورۃ الحج، آیت ۲۵۔

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق۔

میں جاہلانہ و مشرکانہ طریقے تلاش کرنے والا۔ اور کسی ناحق خون کو بہانے کے لیے اس کے درپے جوئے والا۔

ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَعْدَى النَّاسِ عَلَى اللَّهِ مَنْ قَتَلَ فِي الْحَرَمِ أَوْ قَتَلَ غَيْرَ قَاتِلِهِ أَوْ قَتَلَ بِذُحُولِ الْجَاهِلِيَّةِ^۱

”اللہ کے سامنے سب سے زیادہ ڈھیٹ اور سرکش وہ آدمی ہے جس نے حدودِ حرم میں کسی کو قتل کیا، یا ایسے آدمی کو قتل کیا جو اس کے مقتول کا قاتل نہ تھا، یا زمانہ جاہلیت والی دشمنی کی بنا پر قتل کیا۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کی عزت و حرمت میں خلل اندازی کو کبائر میں شمار فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا:

”بڑے بڑے گناہ نو ہیں۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، مومن کو ناحق قتل کرنا، جاؤ و کرنا، میدان جنگ سے فرار ہونا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، پاک دامن اور عظیم عورتوں پر زنا کا الزام لگانا، والدین کی نفرت کرنا، اور بیت اللہ الحرام کی عزت پامال کرنا۔“

حرم مکہ اور بیت اللہ شریف کے جو فضائل کتاب و سنت کی روشنی میں معلوم ہوئے ہیں ان کو سامنے رکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس مقدس و محترم مقام کی حرمت کو پامال کرنا واقعہً عظیم ترین جرم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّهُ سَيُلْحِدُ فِيهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ لَوْ وَزِنَتْ ذُنُوبُهُ بِذُنُوبِ

۱۔ منہاج امام احمد، ج ۲، ص ۱۴۹، حدیث ۶۶۸۱ تحقیق احمد محمد شاہ طبع دار المعارف مصر۔ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الریایا، باب ما جاز فی التشدید فی اکل مال الیتیم۔

سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب ذکر الکبائر۔

المستدرک، کتاب الایمان، باب الکبائر تسع ۱/۵۹۔ حدیث حسن ہے۔

الثَّقَلَيْنِ لَرَجَحَتْ ۱؎

”خاندان قریش کا ایک آدمی حدودِ حرم کو پامال کرے گا، اگر انسانوں اور جنوں کے تمام گناہوں کو ایک پڑے میں رکھ دیا جائے اور اس کے گناہوں کو دوسرے پڑے میں رکھ دیا جائے تو اس کے گناہوں کا پلڑا جھکا ہوا ہو گا۔ یعنی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے۔“

اس الحاد، زیادتی اور ظلم کے مفہوم میں صرف بڑے بڑے گناہ ہی شامل نہیں ہیں، بلکہ بڑا گناہ تو بڑا ہے ہی یہاں ہر وہ گناہ اور جرم و قصور بھی بڑا ہو جاتا ہے جو اس مقام کی عظمت و حرمت اور شان کے خلاف ہو، خواہ فی نفسہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال و آثار پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدودِ حرم میں بلا ضرورت قسم کھانے، ضرورت کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کرنے، کسی نوکر یا خادم کو ڈانٹنے یا اہل خانہ کو سخت سست کہنے کو بھی حرم کی عزت و احترام کے خلاف شمار کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک خیمہ حدودِ حرم کے اندر لگاتے اور ایک خیمہ حدودِ حرم سے باہر۔ اگر کسی وقت گھر کے کسی فرد کو ڈانٹنا ہوتا تو حدودِ حرم سے باہر والے خیمے میں چلے جاتے۔ کسی صاحب نے اُن سے اس احتیاط کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا:

”صحابہ کرام، اہل خانہ کو سخت سست کہنے کو بھی حرم اور بیت اللہ کی حرمت اور تعظیم کے خلاف سمجھتے تھے۔“ ۲؎



۱؎ منہام احمد، ج ۲، ص ۱۳۶۔ حدیث ۶۲۰۰۔ احمد محمد شاہ کی تحقیق کے مطابق حدیث صحیح ہے۔

۲؎ الزوافر، تالیف ابن حجر البیہقی، ج ۱، ص ۲۰۰۔

ترکِ نماز

نماز کی اہمیت

نماز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک مستحکم عہد! بندہ نماز کے ذریعے اپنے تعلق، اپنی فرمانبرداری، اپنی عاجزی و انکسار اور اپنی غلامی و بندگی کا پانچ وقت اظہار کرتا ہے۔ اور جب تک یہ تعلق باقی رہتا ہے انسان کا دین کے ساتھ، اللہ کی شریعت اور قانون کے ساتھ رشتہ و رابطہ برقرار رہتا ہے۔ اور اگر یہ تعلق ٹوٹ جاتے تو پھر انسان ہے اور اس کا نفس مارہ ہے۔ پھر انسان بالکل شیطان کے رحم و کرم پر رہتا ہے جو اسے کسی بھی لمحے گمراہی و ضلالت کی کسی بھی اندیری کھائی میں دھکیل سکتا ہے۔ اسی لیے نماز ہر زمانے میں اور ہر اُمت پر فرض رہی ہے اور کسی اُمت کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ سورت الانبیاء میں سولہ انبیاء درسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ ۝

یہ تہااری اُمت حقیقت میں ایک ہی اُمت ہے اور میں تہاارا رب ہوں پس تم میری عبادت کرو۔
ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بال بچوں سمیت فلسطین کے زرخیز و شاداب بلکہ جنّتِ نظیر علاقے سے نکلی بے آب و گیاہ زمین کی طرف صرف اس لیے ہجرت کی کہ نماز کا انتظام اُرب کے مطابق ہو سکے۔ اور بعد میں اپنی آلِ اولاد کو وہاں بیت اللہ شریف کے پاس چھوڑے ہوئے جو دعائیں اس میں بھی یہی مدعا بیان کیا:

سورت الانبیاء، آیت ۹۲، ۱

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ
بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ

”پروردگار! میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔“

اور اپنی انفرادی دعاؤں میں بھی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب کی جناب میں یہی متنا پیش کی:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دَعَاءِ

”اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد کو بھی۔ پروردگار! میری دعا قبول کر۔“

دیگر امتوں کی طرح نماز آنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فرض کی گئی۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس امر واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ سارا دین اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساتویں آسمان سے سوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہے، جبکہ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش معلیٰ کے پاس بلا کر عطا کی گئی۔ ابتداء میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، بعد میں ان کی تعداد گھٹا کر پانچ کر دی گئی، البتہ ثواب پچاس کا ہی ملتا رہے گا۔ درج ذیل حدیث میں اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

فَرَضْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً أُسْرَى بِه
الصَّلَاةُ خَمْسِينَ ثُمَّ نَقَصْتُ حَتَّى جُعِلَتْ خَمْسًا ثُمَّ
نُودِيَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُ لَا يَبْدَلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَإِنَّ لَكَ بِهَذِهِ
الْخَمْسِ خَمْسِينَ ۝

”معراج کی رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر ان کو گھٹا کر پانچ کر دیا گیا“

۱۔ سورت ابراہیم، آیت ۲۷ ۲۔ سورت ابراہیم، آیت ۴۰

۳۔ سنن الترمذی، کتاب الصلاة، باب ما جاز کم فرض اللہ علی عبادہ من الصلوات۔ اسی معنی کی حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں قصہ اسراء و معراج کے ضمن میں مذکور ہے۔

اس کے بعد ارشاد باری ہوا اے محمد! ہمارے ہاں فیصلے بلا نہیں کرتے، تمہیں ان پانچ نمازوں کا
اجہو چاس نمازوں کے برابر ہی ملے گا۔

اسی اہمیت، افضلیت اور حیثیت کی وجہ سے کلہ توحید کے بعد سب سے پہلا فرض بلکہ دین کا سب سے
پہلا عملی رکن نماز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ، وَحَجِّ الْبَيْتِ،
وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کلہ شہادت ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا اقرار کرنا، نماز قائم
کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔

کلہ توحید کے بعد نماز ہی ایک ایسا منفرد و یکتا رکن ہے جو نہ معاف ہوتا ہے اور نہ کوئی دوسرا آدمی
نائب بن کر اسے ادا کر سکتا ہے۔ زکوٰۃ صرف مالدار پر فرض ہوتی ہے، بعض صورتوں میں روزہ کفارہ
ادا کرنے کے بعد معاف ہو جاتا ہے، حج بھی صرف مالداروں پر فرض ہے، مگر نماز سب پر فرض ہے
اور کسی شکل میں معاف نہیں۔ آدمی مقیم ہو یا مسافر، حالت امن ہو یا حالت جنگ، نماز بہر حال پڑھنی ہی
پڑھنی ہے حتیٰ کہ مریض آدمی کو بھی نماز معاف نہیں۔ مریض کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر
نہیں پڑھ سکتا تو لیٹے لیٹے پڑھے، رکوع سجدہ نہیں کر سکتا تو اشارہ کر لے، لیکن جب تک ہوش و حواس
قائم ہیں، معافی کسی شکل میں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ۔

صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: ”الاسلام علی خمس۔“

صحیح مسلم۔ کتاب الایمان۔ باب ارکان الاسلام۔

صحیح بخاری، کتاب تمعیر الصلوة، باب صلاة القایم بالایاء۔

”کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کرو، اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز ادا کرو۔“

اگر انسان پورے اہتمام اور احساسِ ذمہ داری سے بلکہ ذوق و شوق سے نماز ادا کرتا رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و عنایت میں رہتا ہے۔ اور جس کی خود اللہ حفاظت فرمائے اسے کس طرح کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے؟ اور جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظتِ عیناً سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَشْرُكَلَاتٍ قَالَ:
لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ..... وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا
فَإِنَّهُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللَّهِ...
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت کی فرمائی:

تم کبھی بھی اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔۔۔۔ اور۔۔۔۔ اور ایک بھی فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے کوئی بھی فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت والی ذمہ داری اس سے ختم ہو گئی۔۔۔۔“

واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے متقی و پرہیزگار لوگوں کے نزدیک سب سے اہم چیز نماز کا اہتمام تھا اور انہیں سب سے عزیز بلکہ عزیز از جان کام نماز ہی تھا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فانی دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جب آخری سانس لے رہے تھے تو نماز کی بار بار تاکید فرما رہے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

۱۔ سنن ابن ماجہ کتاب الفتن باب الصبر علی البلاء حدیث ۴۰۳۴۔ سنن البیہقی، ج ۲، ص ۳۰۴۔

متعدد طرق اور شواہد کی بنا پر حدیث صحیح ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو اردوار الغلیل ج ۲

ص ۸۹۔ ۹۱۔ حدیث ۲۰۲۶ تالیف محدث العصر الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی۔

كَانَ عَامَّةً وَصِيَّةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُغَيِّرُ
بِنَفْسِهِ، الصَّلَاةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری سانس لے رہے تھے اور بار بار اس بات کی وصیت فرما

رہے تھے کہ نماز کا اہتمام رکھنا اور ماتحت لوگوں (غلام یا ملازم) کا خیال کرنا۔

اس تاکید اور وصیت کی ایک خاص وجہ بھی کہ جب تک انسان کا رشتہ اپنے رب کے ساتھ بذریعہ نماز قائم ہے اس میں خیر اور بھلائی کی اُمید رکھی جاسکتی ہے اور اس کا دین ایمان بھی سلامت ہے اور اگر کسی نے نماز ہی کے معاملے میں سستی، کوتاہی اور لاپرواہی شروع کر دی تو دین کے دوسرے احکام کے بارے میں اُس سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رکعتانِ رات شدہ کو ہدایت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

إِنَّ أَحَمَّ أُمُورِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ، مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ
عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعٌ ۖ

”میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم کام نماز ہے جس نے نماز کی حفاظت کی اور اسے پابندی

سے ادا کیا اس نے اپنے دین کی حفاظت کر لی۔ اور جو نماز ہی کو ضائع کر بیٹھا وہ باقی دین کو اور

زیادہ (لاپرواہی سے) ضائع کرنے والا ثابت ہو گا۔“

تاریک نماز کا حکم

نماز اس قدر اہم و بڑا نشانِ عمل ہے کہ دنیا و آخرت میں دین کا سارا دار و مدار اسی پر ہے۔ اس

۱۔ منہ امام احمد ج ۳، ص ۱۱۶۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الوصایا۔ باب ہل اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حدیث ۲۶۹۶۔ صحیح ابن حبان، حدیث ۱۲۲۰۔

حدیث صحیح ہے۔ ملاحظہ فرمادیں الغلیل ج ۴، ص ۲۳۷، حدیث ۲۱۷۸۔

۲۔ موطا امام مالک، کتاب وقوت الصلاۃ، باب وقوت الصلاۃ، حدیث ۵۔

سلسلے میں کوتاہی کرنے والے کی ہر دو مقامات پر سخت گرفت ہوگی۔ نماز ضائع کرنے والوں کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَةَ
فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا ۝

منفرد انبیاء و رسول کی انفرادی خوبیاں ذکر کرنے اور ان کی تعریف فرمانے کے بعد کہا: پھر ان کے بعد وہ خالف لوگ اُن کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی۔ پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔

”نماز ضائع کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں: ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان نماز کے بائے میں لا پرواہ ہو جائے، کبھی جی میں آگیا یا گھیرے میں پڑ گئے تو پڑھ لی اور بھٹی۔ اور جب پڑھی بھی تو وقت بے وقت، اور اتنی جلدی جلدی کہ جیسے مرغ مٹھونگ مار رہا ہو۔ اور اگر کبھی جماعت سے پڑھنی پڑ جائے تو کپڑوں سے یا جسم سے کھیلنا شروع کر دے، یا بار بار کسی چیز کی طرف عدا متوجہ ہوتا رہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا دل نماز میں نہیں ہے بلکہ بس جسم بندھا ہوا ہے۔ اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی نماز سے تعبیر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے نمازیں کے لیے کسی اجر و ثواب کے بجائے سخت وعید سنائی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝

”پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔ جدا یا کاری کرتے ہیں۔“ نماز ضائع کرنے کی ”دوسری صورت یہ ہے کہ انسان بالکل نماز نہ پڑھے۔ مسلمان کہلانے کے باوجود اسے نماز کے الفاظ تک نہ آتے ہوں۔ یہ صورت پہلی صورت سے بھی گھمبیر اور خطرناک ہے۔

ایسے بنضیب انسان کا آخر دین میں کیا حصہ باقی ہے؟ اس میں اور ایک بے دین، مشرک، ہندو، عیسائی اور یہودی میں عملاً کیا فرق ہے؟ یقیناً یہ آدمی کافر اور خارج از اسلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر واضح نغظوں میں اس بات کو دہرایا۔ آپؐ نے فرمایا:

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ۖ

”آدمی اور شرک کے درمیان نماز چھوڑنے کا معاملہ حائل ہے۔“

بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ تَرْكُ الصَّلَاةِ ۖ

”نفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل نماز چھوڑ دینا ہے۔“

الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ ۖ

”ہمارے اور کافروں کے درمیان اہل فرق نماز کا ہے۔ پس جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔“

ان واضح، دو ٹوک اور غیر مبہم احادیث کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجتماعی فتویٰ

ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ چنانچہ

حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلۃ۔

۲۔ سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب اجابہ فی ترک الصلۃ۔

اسی مفہوم کی حدیث سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی رد الارجاء میں موجود ہے۔

۳۔ مسند امام احمد، ج ۵، ص ۳۴۶۔ سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب اجابہ

فی ترک الصلۃ۔ سنن النسائی، کتاب الصلۃ، باب الحكم فی تارک الصلۃ۔

المستدرک للحاکم، کتاب الایمان، باب التثبید فی ترک الصلۃ۔ امام حاکم اور

محدث العصر الشیخ الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ

ہو صحیح الجامع الصغیر حدیث ۴۱۴۳۔

كَانَ اصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا
مِنَ الْأَعْمَالِ تَزَكَّهُ كُفْرًا غَيْرَ الصَّلَاةِ ۚ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کسی نیک کام کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔“

یہ فتویٰ صرف صحابہ کرام کا ہی نہیں بلکہ بعد کے دو تالبعین اور تبع تابعین میں بھی متعدد امام اور اہل علم اسی فتوے کے قائل رہے ہیں۔

اگر کہیں تصورِ ابہتِ اختلاف ہوا ہے تو صرف اس معنی میں کہ اس کو مرتد کہا جائے یا کافر مطلق گردانا جائے، اسے توبہ کی مہلت دی جائے یا فوراً سزا نافذ کر دی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فقہاء امت کی عظیم اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ نماز کا تارک کافر ہے اور امت مسلمہ سے خارج ہے۔ جب یہ طے پا گیا کہ وہ کافر ہے تو پھر اسلامی حکومت میں وہ درجہ دوم کا شہری ہوگا۔ لہذا جزیہ ادا کرے گا اور جہاد میں شریک نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی کسی اہم منصب پر فائز ہونے کا اس سے حق ہوگا۔ اسی طرح کسی مسلمان خاتون سے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا اور پہلے سے موجود نکاح فسخ ہو جائے گا۔ نہ ہی مسلمان اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھائیں گے۔ مرنے کے بعد اسے شرعی کفن کی بجائے ایک چادر میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔ اس کی نماز جنازہ ادا نہ ہوگی۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی اس کا ورثہ مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ الغرض مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد اس کے ساتھ ہر طرح کافروں والا سلوک ہوگا۔

تارک نماز کا برزخ میں حال

انسان کو اس وارِ العمل یعنی دنیا سے کوچ کرنے کے بعد ایک وقت تک عالم برزخ میں رہنا ہے۔ اگر نیک لوگوں کے لیے عالم برزخ بہشت نامقام ہے تو بدکاروں کے لیے جہنم کا گڑھا۔ ایک

۱ سنن الترمذی۔ باب ماجاء فی ترک الصلاۃ۔ سند حسن ہے۔

موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ کی سیر کروائی گئی۔ متعدد لوگوں کے انجام کے ساتھ ساتھ تارکین نماز کا جو انجام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا اس کی تفصیل ان لفظوں میں بیان فرمائی:

إِنَّهُ قَالَ لَمَّا ذَاتَ غَدَاةٍ، إِنَّهُ أَتَانِي اللَّيْلَةُ آتِيَانِ وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي وَإِنَّهُمَا قَالَا لِي: اِنْطَلِقْ، وَإِنِّي اِنْطَلَقْتُ مَعَهُمَا وَإِنَّا آتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَإِذَا أَخْرَقَانِي عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ وَإِذَا هُوَ يَهْوِي بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ فَيَتَدُّ هَذِهِ الْحَجَرُ مَا هُنَا فَيَتْبَعُ الْحَجَرُ، فَيَأْخُذُهُ فَلَا يَرْجِعُ حَتَّى يَصِخَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُودُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ بِهِ الْمَرَّةَ الْأُولَى...

..... اَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ الَّذِي آتَيْتَ عَلَيْهِ يُلْغُ رَأْسَهُ بِالْحَجَرِ فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ بِالْقُرْآنِ فَيَرْفُضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ۔

ایک صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خراب بیان کرتے ہوئے فرمایا: آج رات میرے پاس دو فرشتے آئے، انہوں نے مجھے اٹھایا اور کہا، ہمارے ساتھ چلتے، اور میں ان کے ساتھ ہر لیا، ہم ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو چپٹ لیٹا ہوا تھا، اور ایک دوسرا آدمی اُس کے سر کے پاس پتھر لیے کھڑا تھا۔ اب کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص اس لیے ہوئے آدمی کے سر پر پتھر مارتا ہے، پھر پتھر کچھ دور تک لڑکھاتا ہوا جاتا ہے اور وہ شخص پتھر کے پیچھے پیچھے جاتا ہے مگر اسے اٹھا کر واپس لانے سے پہلے پہلے اس لیے ہوئے آدمی کا سر بالکل ٹھیک ٹھاک ہو چکا ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے صحیح سالم تھا، وہ آدمی اگر پھر اسی طرح اُس کے سر پر پتھر مارتا ہے جس طرح اس نے پہلی مرتبہ مارا تھا۔۔۔۔۔

(گویا کہ یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ پھر آپ آگے بڑھتے ہیں۔ آپ کو متعدد ہولناک اور خوشگوار مناظر اور افراد دکھائے جاتے ہیں۔ پھر فرشتے آپ کو بتلاتے ہیں کہ: وہ پہلا آدمی جس

لے صحیح بخاری، کتاب تعبیر الرؤیا، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح۔

کے پاس سے آپ گزرے تھے اور جس کا سر سقر سے کھلا جا رہا تھا وہ ایسے آدمی کا انجام ہے جو قرآن کریم یاد تو کرتا ہے، لیکن اس پر عمل نہیں کرتا اور فرض نماز سے سویا رہتا ہے۔
عالم برزخ میں انسان کا قیام، انطوری منزل (جنت یا دوزخ) کے منتظر مسافر کی حیثیت سے ہوگا، خواہ یہ مرحلہ ہزاروں لاکھوں سال پر محیط ہو۔ نیک و شقی انسان کے ساتھ یقیناً شاہی مہمان کا سا سلوک ہوگا، لیکن بدکردار قانون شکن اور باغی انسان کے ساتھ مجرموں والا معاملہ ہوگا۔ اور صورتِ حال اسی طرح حشر کا میدان بپا ہونے تک قائم رہے گی۔

قیامت کے روز بے نماز کا انجام

جس طرح دنیا میں کاروبار زندگی چلانے کے لیے آنکھوں کی بینائی کے علاوہ گرد و پیش کا روشن ہونا ضروری ہوتا ہے، اسی طرح آخرت میں بھی روزِ قیامت ہر انسان کو روشنی کی ضرورت ہوگی۔ وہاں اجتماعی روشنی کے بجائے انفرادی روشنی کام آئے گی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَىٰ نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ
اُس دن جبکہ تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا۔
یہی مضمون سورت القمریم آیت ۴ میں بھی بیان ہوا ہے۔ البتہ تا کہین نماز اس نور سے یکسر محروم ہوں گے۔ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اس مضمون کو درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ
وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَ

فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَابْنَ خَلْفٍ۔

جس نے نماز کو پابندی سے ادا کیا تو یہ نماز قیامت کے روز نمازی کے لیے روشنی کا سامان بن جائے گی، اس کے حق میں دلیل ہوگی، اور اس کا ذریعہ نجات ہوگی، اور جس نے نماز کی پابندی نہ کی اس کے لیے زوروشنی ہوگی، نہ دلیل ہوگی اور نہ ہی اسے نجات ملے گی، بلکہ قیامت کے روز وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کا ساتھی ہوگا۔

ایک طویل عرصے تک میدانِ حشر میں اپنے اپنے اعمال کو روار کے اعتبار سے مختلف مقامات و درجات پر کھڑے رہنے کے بعد جب حساب شروع ہوگا تو ہر انسان کے اعمال نامے میں سب سے پہلے نماز کی پڑتال ہوگی۔ اگر اس پہلے سوال میں کامیابی ہوگئی تو باقی مرحلہ قدرے آسان ہو جائیگا اور اگر اس اہم ترین سوال میں انسان فیل ہو گیا تو پھر باقی حساب میں خسارے اور گھاٹے کے علاوہ کچھ نہیں رکھا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ فَإِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَإِنْ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ انْظُرْ وَاهْلُ لِعِبْدِي مَنْ تَطَوَّعَ فَيَكْمُلُ بِهِمَا مَا انْتَقَصَ مِنْ فَرِيضَةٍ ثُمَّ يَكُونُ سَائِرُ عَمَلِهِ عَلَى ذَلِكَ۔

۱۔ منہ الامام احمد، حدیث ۶۵۷۹، تخریج محدث العصر الشیخ احمد شاکر و سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب فی الحافظ علی الصلوة، ج ۲، ص ۳۰۱۔ صحیح ابن حبان، حدیث ۲۵۴۲۔ شیخ احمد شاکر نے تحقیقِ سند کے اندر امام ترمذی نے الترغیب والترہیب، ج ۱، ص ۳۸۶ میں حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ سنن الترمذی، کتاب الصلوة، باب ماجاء أنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ صَلَاتُهُ، الحافظ حدیث سنن الترمذی سے ماخوذ ہیں۔ البتہ منہ الامام احمد ج ۲، ص ۲۹۰ سنن النسائی، کتاب الصلوة، باب الحاسب علی الصلوة، (بقیہ اگلے صفحہ)

”قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے اس کی نماز کا حساب ہوگا۔ اگر نماز مکمل ہوئی تو وہ بچ گیا اور نجات پاگیا اور اگر نماز کا معاملہ بگڑا ہوا نکلا تو یقیناً وہ فیل ہو گیا اور خسارے میں رہا۔ پس اگر اُس کے فرائض میں کچھ تصورات نقص ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: غور سے دیکھو کیا میرے بندے کے کھاتے میں کچھ نفل نمازیں ہیں۔ اگر موجود ہوں تو ان فوافل کے ذریعے فوافل کی کمی پوری کر دی جائے گی پھر اس کے بعد بندے کے تمام اعمال کا حساب اسی انداز پر ہوگا۔“

جو لوگ اس اُخروی امتحان میں نماز کے بعد دیگر سوالوں کا صحیح نتیجہ نکلنے کے بعد کامیاب قرار دے دیتے جائیں گے وہ تو صد مبارکباد و بکے ہزاروں لاکھوں مرتبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ البتہ جس انسان کو پہلے ہی اُل (یعنی نماز کے معاملہ میں) کے جواب میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا وہ واقعہ بڑے شدید گھٹائے میں ہے۔ اسے حوالہ جہنم کر دیا جائے گا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وہ متعلق جہنم میں ہی سڑنا گلتا رہے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک نماز کو فرعون، ہامان، قارون اور ابی بن خلف کا ساتھی قرار دیا ہے اور یہ لوگ چونکہ توحید و رسالت کے انکار کے جرم میں ابد الابد تک جہنم میں ہی رہیں گے اس لیے تارک نماز بھی متعلق جہنم ہو سکتا ہے کیونکہ عملاً تو اُس نے بھی ترک نماز کے ذریعہ اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے انکار کر دیا ہے خواہ وہ مسلمان خاندان کا فرد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی خوبصورت اس کا نام کیوں نہ ہو اور زبانی زبانی کیسا ہی عاشق رسول خدا نے اہل بیت اور شیعہ ائمہ اسلام کیوں نہ بنارہے۔ جب تک نماز کا اہتمام کر کے وہ اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت فراہم نہیں کرتا وہ دنیا میں بھی کافر قرار پائے گا اور آخرت میں بھی انہی کے ساتھ اُس کا انجام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۖ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۖ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۖ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) التذکرہ الحاکم کتاب الصلاۃ باب اولیٰ ما یحاسب بہ العبد میں بھی حدیث جرزدی یا معزی طبرہ مذکور ہے۔ امام حاکم اور محدث العصر شیخ الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو مجمع الجامع الصغیر

حدیث ۲۵۷۴۔

عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۝ قَالُوا لَوْلَا عَذَابُكَ مِنَّا الْمُسْلِمِينَ ۝

’ہر شخص اپنے کړوت کے بندھن میں بندھا ہے، سوائے دائیں بازو والوں کے جو جنتوں میں ہوں گے۔ وہ مجرموں سے پوچھیں گے: ’تہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھے۔‘

لیجئے جناب! اللہ تعالیٰ کا فیصلہ قرآن کریم کے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں موجود ہے کہ نماز نہ پڑھنے والا دوزخ میں ہوگا۔ اب جسے جہنم سے نجات پانا مطلوب ہو اس کا راستہ نمازیوں کے ساتھ ہے اور جسے جہنم پسند ہو، یا پھر اسے قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت پر ایمان ہی نہ ہو، وہ چاہے نماز کے وقت کاروبار کرتا رہے، چاہے سیر سپاٹا کرے یا آرام سے بستر پر لیٹا رہے، اس کے لیے حتیٰ علی الصلاۃ، حتیٰ علی الفلاح بے معنی کلمات کا نام ہے۔



زکوٰۃ ادا نہ کرنا

انسان کو دولت اس کے علم، تجربے، عقل یا خاندان کی بنیاد پر نہیں ملتی، بلکہ یہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے، جس کا مقصد غریب کو اس کی غریبی میں رکھ کر اور امیر کو مال و دولت دے کر آزمانا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَإِنَّمَا الْإِنْسَانُ إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ فَأَكْرَمَهُ وَنَعَّمَهُ فَيَقُولُ
رَبِّيَ أَكْرَمَنِ ۖ وَإِنَّمَا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ
رَبِّيَ أَهَانَنِ ۚ

”مگر انسان کا یہ حال ہے کہ اُس کا رب جب اُس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزت اور

نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنادیا اور جب وہ اس کو آزمائش

میں ڈالتا ہے اور اُس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا“

چنانچہ غریبی اور امیری دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان کی صورتیں ہیں۔ غریبی کا امتحان خاصا سخت ہے، لیکن امیری کا امتحان کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ یعنی دنیا میں ہر وقت مال جمع کرنے یا اسے ضائع ہونے سے بچانے کی پریشانی اور آخرت میں زیادہ لمبے حساب کتاب کا معاملہ جس کی وجہ سے نیک اور متقی مالدار غریب جنتیوں سے پانچ سو سال بعد جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر اختیار کرنا ترجیح دی، اور آپ مسلسل یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ أَحْيِيْنِي مُسْكِيْنًا وَ أَمِتْنِي مُسْكِيْنًا وَ احْشُرْنِي فِي

زَمْرَةُ السَّائِكِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۞

”اے اللہ مجھے زندگی میں غریب ہی رکھیے اور غریبی میں ہی موت آئے اور قیامت کے روز

غریبوں کے ساتھ ہی میرا حشر ہو“

ہوا، پانی اور سورج کی روشنی کی طرح مال و متاع دنیا تمام انسانوں پر یکساں تقسیم نہیں ہوا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ شریعتوں میں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی، اہل ایمان پر نماز کے بعد زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔ قرآن کریم نے متعدد انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منفصل حالات بیان کرنے کے بعد زکوٰۃ کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرمایا:

وَجَعَلْنَاهُمْ أُمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ ۞

”مگر ہم نے ان (یعنی سابقہ آیات میں مذکور انبیاء و رسل کو) امام بنادیا جو ہمارے حکم سے رہنا ہی کرتے

تھے اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعے ایک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی۔“

اور تمام اہل کتاب کو سختی سے حکم دیا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرنی ہے، نماز قائم کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی ضرور اہتمام کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَا تَفْتَرَقَ الدِّينَ أَوْ تَوَالِيَ الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝
وَمَا أَمَرُوا إِلَّا لِعِبَادَةِ اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ، حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا
الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۞

۱۔ سنن الترمذی، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء ان فقراء المهاجرين في ظنون . . . سنن ابیہتی کتاب القدمات باب

بالتبدل بعلی ان الفقير . . . ۱۲/۷۔ امام الحدیث شیخ الالبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو

اروار الغلیل حدیث ۸۶۱۔

۲۔ سورت البینۃ، آیات ۴-۵۔

۳۔ سورت الانبیاء، آیت ۷۳۔

”جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اُن میں تفرقہ نہیں ہوا مگر اس کے بعد کہ اُن کے پاس (راہِ راست کا) بیان واضح آچکا تھا۔ اور اُن کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے بالکل ایک سو ہو کر۔۔۔ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں یہی بہت صحیح اور درست دین ہے۔“

امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح زکوٰۃ فرض کی گئی جس طرح سابقہ امتوں پر فرض تھی، اگرچہ شرح زکوٰۃ ہر امت کے لیے علیحدہ علیحدہ رہی۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ ”اقْبِسُوا الصَّلَاةَ“ کے فوراً بعد ”اتُوا الزَّكَاةَ“ کا حکم ہے متعدد فوائد و مصالح کے پیش نظر زکوٰۃ فرض قرار دی گئی جن کی تفصیل سمجھ لیں ہے:

۱۔ زکوٰۃ کے ذریعے تقسیم اموال کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس لیے دیا ہے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر نہ رہ جائے۔ فرمایا:

كَ لَا يَكُونُ دَوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۖ

”تاکہ وہ (سرمایہ) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔“

ب۔ اگر سرمایہ چند مخصوص لوگوں کے ہاتھوں میں رہے یا صرف انہی کی اس پر اجارہ داری ہو تو نتیجتاً امیر امیر تر ہوتا چلا جائے گا اور غریب غریب تر اس طرح معاشرے میں معاشی لحاظ سے دو علیحدہ علیحدہ طبقے جنم لیں گے جو ایک دوسرے کے مقابل اور دشمن ہوں گے۔ بالآخر ایسا معاشرہ اقتصادی بحران کا شکار ہو کر تباہ ہو جائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَأَنْفَقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ۖ

”اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔“

۲۔ سورت الحشر آیت ۷۰ اصلًاً اس آیت کا نزول مالی فتنے (یعنی جرمال بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے ہاتھ لگے)

کی تقسیم کے سلسلے میں ہوا ہے مگر سب سے فائدہ مال زکوٰۃ کی تقسیم کا بھی ہے۔

۳۔ سورت البقرہ آیت ۱۹۵۔

ج۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کے دل سے مال کی پوجا اور اس کی اندھی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے والے کا دل سیم و زر کا غلام بننے کی بجائے پاک صاف ہو جاتا ہے اور اس میں اطاعتِ خداوندی کے علاوہ خدمتِ انسانیت کے اعلیٰ و اشرف اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اس قصد کو حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔^۱

”اے نبی! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کر دو اور (نیکی کی راہ میں) انہیں بڑھاؤ۔“

جب زکوٰۃ کا معاملہ اس قدر اہم اور مفید ہے تو شریعتِ محمدیؐ میں اس کو ایک خاص حیثیت و مقام دیتے ہوئے فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کی پانچ معروف بنیادوں میں سے تیسری بنیاد زکوٰۃ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔^۲

”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے (۱) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔“

جو مسلمان از خود پابندی سے زکوٰۃ ادا کرتا رہے اس کی جان اور مال اسلامی حکومت میں ہر طرح سے محفوظ ہے، ورنہ اس سے زبردستی زکوٰۃ وصول کی جائے گی، خواہ اس کی خاطر جنگ کرنی پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ سورت التوبہ، آیت ۱۰۳

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی بنی الاسلام علی خمس۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ارکان الاسلام۔

أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ۝

مجھے حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ توحید و رسالت کا اقرار کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ جب وہ ان کاموں کی پابندی کرنے لگ جائیں تب ان کی طینیں اور ان کے مال مجھ سے محفوظ ہیں۔ ان کو اسلام کے کسی حق کی وجہ سے (یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جس کی وجہ سے اس کی جان و مال خطرے میں پڑ جاتے تو یہ اور بات ہے) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے ۵

خلافت صدیقی میں جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے مثال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے خلاف اعلان جہاد کر دیا اور فرمایا:

وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا كَانُوا يُؤْذُونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتَهُمْ عَلَى مَنَعِهَا ۝

”یعنی جو بکری کا بچہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے اگر مجھے نہ دیا تو قسم بخدا میں اس بکری کے بچے کی خاطر بھی ان سے جنگ کروں گا۔“

سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ، باب ثم نافع الزکوٰۃ میں ”عَنَّا“ کے بجائے ”عَمَّا“ کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ”میں“۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب الایمان، باب فان تابوا واقاموا الصلوة

صحیح مسلم کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس - - - -

۲۔ صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ۔

صحیح مسلم کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس حتى یتوبوا ولا الا الله

اور اگر کوئی مسلمان زکوٰۃ کا انکار تو نہیں کرتا لیکن ادائیگی میں کوتاہی یا سستی کا مظاہرہ کرتا ہے تو علماء کرام کی ایک جماعت نے درج ذیل حدیث کی روشنی میں اس پر جرمانہ تجویز کیا ہے، تاکہ آئندہ وہ خود یا کوئی دوسرا ایسی حرکت نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطَرُ إِلَهِهِ عَزَمَهُ مِنْ عَزَمَاتِ رَبِّهِ

”جس نے زکوٰۃ کو روک دیا ہم اس سے زبردستی لیں گے اور (بطور جرمانہ) اس کے آدھے اونٹ بھی لیں گے یہ ہمارے رب کا ٹل فیصلہ ہے۔“

زکوٰۃ روکنے والا جہاں معاشی تباہی کا سبب بنتا ہے اپنے مال کو پاک نہیں کرتا، اور سرمائے کی گردش میں رکاوٹ بنتا ہے وہاں عام مخلوق خدا بھی اس کی شامت اعمال کی نحوست بارش جیسی عظیم نعمت خداوندی سے محروم رہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مَنَعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا

”اور جب کسی قوم نے زکوٰۃ روک لی تو آسمان سے اُن کے لیے بارش روک دی گئی اور اگر جانور نہ ہوں تو ایک قطرہ بھی بارش کا نہ ہوتا۔“

جو آدمی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اُس کے دوسرے اعمال بھی قبول نہیں ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود

سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی زکوٰۃ السائتہ۔ سنن النسائی، کتاب الزکوٰۃ، باب معقوبۃ مانع الزکوٰۃ۔

المستدک للحاکم، کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ البقر۔ الم حاکم اور امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

سنن ابی یوسف، کتاب الزکوٰۃ، باب ما حدیث من کثرہ۔ شیخ الحدیث علامہ الالبانی نے حسن قرار دیا ہے، ملاحظہ ہوا اور الغلیل حدیث ۷۹۱۔

سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب اضطرابات حدیث ۴۰۱۹۔ المستدک للحاکم، کتاب الفتن واللام، باب ذکر فتن بطور

امام حاکم اور امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ الالبانی کی بھی یہی رائے ہے۔ صحیح الجامع حدیث ۷۹۷۸۔

رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے:

أَمْرُكُمْ بِإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَمَنْ لَمْ يُزِلْ فَلَا صَلَاةَ لَهُ

وہیں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا حکم ملتا ہے۔ جو زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز بھی قبول نہیں:

یہ اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے۔ لیکن اس کی بنیاد درج ذیل حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی لباس فرط کر کے آتا ہے، غبار میں اٹا ہوا ہے، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے اور اپنی التجائیں پیش کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اس کی دُعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ جبکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور ساری غذا ہی حرام سے حاصل ہو رہی ہے۔“ عین یہی معاملہ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے کا ہے، کیونکہ جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کے مال میں ایک حصہ حرام کا شامل ہے اور اسی مال سے اس کی ضروریات زندگی پوری ہو رہی ہیں۔ لہذا اس کی کوئی نیکی یا عبادت حتیٰ کہ دُعا بھی قبول نہ ہوگی۔ تجربے کی بات یہ ہے کہ حرام کھانے والوں اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو بظاہر دنیا میں ٹھاٹھ باٹھ یا کروفر و ضرور مل جاتا ہے لیکن اُن کے اندر جھانک کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس دنیا میں ہی جہنم میں زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ دنیا تو ہر انسان کی کسی نہ کسی طرح کٹ ہی جائے گی البتہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد کل قیامت کو زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو جن حالات سے واسطہ پیش آئے گا اس کا نقشہ قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے۔ فرمایا:

وَلَا يَخْسِبُنَ الَّذِينَ يَمْخُلُونَ بِمَا أَنَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ، بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ، سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۳، ص ۱۱۴ مجمع الزوائد للبیہقی، ج ۲، ص ۶۲۔ امام حاشی نے اس قول کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ کتاب الاسوال ابو عبیدہ، ص ۴۴۳۔

۲۔ صحیح مسلم۔ حدیث مکمل الفاظ، ترجمے اور تخریج کے ساتھ کبیرہ ملا میں گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ سورت آل عمران، آیت ۱۸۰۔

”جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کلام لیتے ہیں وہ اس خیال میں ہیں کہ یہ بخیلی اُن کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ اُن کے حق میں نہایت بُری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں، وہی قیامت کے روز اُن کے گلے کا طوق بن جائے گا۔“

یہ مال و دولت کے طوق زینت یا نالتش کے لیے نہیں، بلکہ سزا اور شدید زلت کی خاطر انہیں پہناتے جاتیں گے۔ جن لوگوں نے اپنا مال و دولت چھپا چھپا کر رکھا اور اس کی زکوٰۃ زادا کی اُن کا سراپا یہ کس کس شکل میں نمودار ہو گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل فرمان سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ فرمایا:

وَلَا صَاحِبَ كَنْزٍ لَا يَفْعَلُ فِيهِ حَقَّهُ الْإِجَاءَ كَنْزُهُ يُقْعَرُ الْقِيَامَةِ
شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتَّبِعُهُ فَاتِحَاتُ فَاذًا آتَاهُ فَرَمْنُهُ فَيَمْنَادِيهِ خُذْ
كَنْزَكَ الَّذِي حَبَّاتُهُ فَإِنَّا عَنْهُ غَنِيٌّ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ سَلَكَ
يَدَهُ فِي فِيهِ فَيَقْضِيهَا قَضَى الْفَخْلِ۔

”اور جو کوئی کنز والا (شریعت کی نگاہ میں ہر وہ مال کنز ہے جس کی زکوٰۃ زادا کی جائے، خواہ مال تموڑا ہو یا زراہ) اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے روز اس کا کنز (جمع شدہ مال) انتہائی خوفناک اور اکثریت و شدتِ زہر کی وجہ سے) گننے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ جڑا کھولے ہوئے مال کے مالک کا چھپا کر رکھے گا اور جب اس کے قریب پہنچے گا تو وہ مال والا اس سے بھاگے گا اور سانپ اسے بھار کر کہے گا: ”اپنا محفوظ خزانہ تو وصول کر لو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ بالآخر جب وہ مالدار دیکھے گا کہ اس بلا سے بچسکا رہے کی کوئی سبیل نہیں تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا اور وہ سانپ اونٹ کی طرح اسے چبا ڈالے گا۔“

اور ایک دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت آل عمران کی مذکورۃ الصدور آیت کی تفسیر ان الفاظ میں بیان فرمائی:

لے صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ، باب اثم تلک الزکوٰۃ۔

مَنْ أَنَا اللَّهُ مَا لَاقَظَمَ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ
لَهُ زَيْبَتَانِ يُطَوِّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِأُذُنِ مَسِيهِ يَمِينِ شِدْقِيهِ
ثُمَّ يَقُولُ، أَنَا مَالُكَ، أَنَا كَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا (وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ) ۱۸۰
آل عمران

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا، پھر اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی قیامت کے روز اس کا یہ مال خطرناک اور زہریلے سانپ کی شکل اختیار کر لے گا جو کثرت و شدت زہر کی وجہ سے گنگنا ہو گا۔ اس کی دو زبانیں ہوں گی۔ روز قیامت مال والے کے گلے میں طوق کی شکل میں لپٹ جائے گا اور اسے اپنے دونوں جیڑوں میں دبوچ کر رکھے گا؛ میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں۔ یہ فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت آل عمران کی آیت ۱۸۰ تلاوت فرمائی:

”وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ - - - - -“

نقد سرائے کے بجائے جن لوگوں کے پاس مال مولیٰ ہیں اور انہوں نے اُن میں سے اللہ کا حق (یعنی زکوٰۃ) ادا نہیں کیا، اُن کے اُد پر کیا کچھ بیٹھے گی اس کا منظر درج ذیل حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَلَا يَأْتِي أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِشَاةٍ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهَا يُعَاوُ
فَيَقُولُ، يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ، لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا، قَدْ بَلَغْتُ، وَلَا يَأْتِي
بِغَيْرِ يَحْمِلُهَا عَلَى رَقَبَتِهِ لَهُ رُغَاءٌ فَيَقُولُ، يَا مُحَمَّدُ، فَأَقُولُ، لَا أَمْلِكُ
لَكَ شَيْئًا قَدْ بَلَغْتُ۔

”ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کل قیامت کے دن تم میں سے کوئی اپنی گردن پر بکری اٹھائے چلا آئے اور

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ۔

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم مانع الزکوٰۃ۔

وہ میاں رہی ہو وہ مجھ سے شفاعت کی درخواست کرے اور میں صاف صاف کہہ دوں: نہیں میرے بس ہیں کچھ نہیں۔ میں تم کو ہر بات پہنچا چکا۔ اور نہ ہی کوئی ایسی گردن پر اونٹ لا دے چلا آتے اور وہ بلبلا رہا ہو، وہ مجھ سے سفارش کے لیے کہے اور میں صاف صاف کہہ دوں: میں تیرے کسی کام نہیں آسکتا، میں تم کو ہر بات پہنچا چکا۔

اپنے اپنے مجرم یا دیگر حالات کی وجہ سے اگر کچھ لوگوں کے مال کو زہریلے اور گبنے سانپ کی شکل دے کر ان کی گردنوں میں ڈال دیا جائے گا تو کچھ دوسرے مجرموں کو ان کا اپنا ہی مال دوزخ میں تپا تپا کر داغا جائے گا۔ اونٹ، گائے اور بکری کے جو مال کان زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے اپنے جانور انہیں پاؤں تلے روند کچل رہے ہوں گے اور سنگوں سے زخمی کر رہے ہوں گے۔ یہ سب تفصیلات قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جا بجا مذکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُخَالِصُ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ
فَتَكْوَىٰ بِهَا جِبَا مُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُودُهُمْ هَذَا مَا كُنْتُمْ
لَا أَنْفُسَكُمْ هَذَا وَقُومًا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

”وہ مال سزا کی خوشخبری دو ان کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹوں کو داغا جائے گا۔ (ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سیٹی ہوتی دولت کا مزہ چکھو۔“

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں مشہور مفسر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”داغ دیتے وقت دینار کو دینار پر یا درہم کو درہم پر چڑھا کر تہہ و تہہ نہیں دکھا جائے گا، بلکہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی

چٹری کو چڑا کر کے ایک ایک دینار اور ایک ایک درہم کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے گا۔
 زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو قیامت کے روز کن حالات سے واسطہ پڑے گا اس کی تفصیل رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی:

مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ...

وَلَا صَاحِبِ اِبِلٍّ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا.....

وَلَا صَاحِبِ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا.....

"جو کوئی سونے والا یا چاندی والا اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن ہوگا تو اس سونے
 چاندی کو بڑی بڑی چادروں کی شکل میں ڈھال دیا جائے گا، پھر جہنم میں اس کے اوپر آگ دہکائی جاتے
 گی۔ پھر زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کے پہلو کو، پیشانی کو اور پیٹ کو ان سے داغا جائے گا اور جب وہ
 ٹھنڈی ہو جائیں گی تو انہیں دوبارہ دہکا لیا جائے گا۔ پچاس ہزار سال والے دن (یعنی قیامت اور
 حشر) میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ انسانوں کے فیصلے نٹ جائیں گے۔ بالآخر وہ
 اپنا راستہ جنت کی طرف پائے گا یا جہنم کی طرف؟

ایک صحابی نے سوال کیا، یا رسول اللہ! اونٹوں والے کا کیا ہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا، "اور جو اونٹ والا اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے، اور اُن کے حقوق میں یہ بات بھی شامل
 ہے کہ جس روز پانی پلایا جائے اسی روز وہ بھی نکال لیا جائے، تو جب قیامت کا روز ہوگا اسے
 اونٹوں کے سامنے کھلے چٹیل میدان میں ڈال دیا جائے گا، وہ پہلے سے زیادہ موٹے تازے مہل
 گے، اُن میں سے ایک چھوٹا بچہ بھی کم نہ ہوگا، وہ اپنے کھردوں سے الٹ کر دندہ بے ہوں گے
 اور اپنے منہ سے اسے کاٹ دے ہوں گے، جب آخری جانور کی باری مکمل ہو جائے گی تو دوبارہ

۱۔ البیہم البکر لللطبرانی۔ امام منذری نے سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب اثم نال الزکوٰۃ۔

پہلا آجائے گا۔ پچاس ہزار سال والے دن میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا، یہاں تک کہ انسانوں کے فیصلے منٹ جائیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنا راستہ اختیار کرے گا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

سوال ہوا: یا رسول اللہ! گائے اور بکری والے کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو گائے یا بکری والا اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہوگا، کھلے چٹیل میدان میں مالک کو اپنے جانوروں کے سامنے پھینک دیا جائے گا۔ کوئی ایک جانور بھی اُن میں سے کم نہ ہوگا، ان گائے اور بکریوں میں نہ کوئی مٹے سینگ والا ہوگا، نہ کوئی بے سینگ ہوگا اور نہ کسی کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ جانور اپنے تیز اور سیدھے سینگوں سے اسے ٹکریں ملیں گے اور اپنی چوڑیوں سے اسے روندتے ہوئے گزریں گے۔ جب آخری جانور کی باری پل ہو جائے گی تو دوبارہ پہلا جانور آجائے گا۔ پچاس ہزار سال والے دن میں یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب لوگوں کے فیصلے منٹ جائیں گے پھر یہ آدمی اپنا راستہ دیکھے گا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔“

یعنی اگر روزِ محشر میں ملنے والی یہ سزا اس کے جرم کے اعتبار سے کافی سمجھی گئی اور اس کے ذمے کوئی دوسرا قصور بھی نہ ہو تو وہ جنت میں پہنچ جائے گا، ورنہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے حوالہ جہنم کر دیا جائے گا۔



روزہ خوری

روزہ جس طرح پہلی امتوں پر فرض رہا ہے اسی طرح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فرض ہے۔ روزہ کے ذریعے کھانے پینے اور جنسی شہوات سے روکنے کا مقصد انسان میں تقویٰ اور خدا غنی پیدا کرنا اور اسے دوسروں کی مشکلات و پریشانیوں کا احساس دلانا ہے۔ اسی لیے نہ صرف روزہ ماہ رمضان میں فرض قرار دیا گیا بلکہ متعدد مواقع پر بطور نفل اس کے اہتمام کی ترغیب دلائی گئی، جن لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بلند درجات، مغفرت اور اجر عظیم کا انتظام کیا ہے ان کی خوبیوں اور اوصاف میں دیگر نیک کاموں کے علاوہ روزے کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ
وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ
وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ
وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ
كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝

”بالیقین جہود اور جو عزتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صمد دینے والے ہیں، نغہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرکاءوں کی مخالفت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر عظیم رکھا ہے۔“

روزہ اگر ایک طرف حوصلہ، صبر اور نفسِ امارہ پر غلبہ پانے کی عملی تربیت ہے تو دوسری طرف اجر عظیم مغفرت

اور شفاعتِ اُخروی کا سامان ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ جنسی شہوت کا بہترین علاج بھی ہے منجھیل
احادیث کی روشنی میں یہ سب باتیں روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
الصَّيَامُ جُنَّةٌ يَسْتَعِينُ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ ۖ
”روزے ڈھال ہیں۔ بندہ ان روزوں کے ذریعے آگ سے اپنے بچاؤ کا سامان کر لیتا ہے۔“

مزید فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ
أَغْصَنُ لِلْبَصْرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ
فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ ۖ

”اے نوجوانو! تم میں سے جس کے پاس استطاعت ہو وہ شادی کر لے، کیونکہ نکاح نگاہِ نبی رکھنے
میں بڑا معاون ہے، شرِ گاہ کی حفاظت کا بہترین سامان ہے۔ اور جس کے پاس نکاح کی استطاعت
نہ ہو وہ پابندی سے روزے رکھے۔ روزہ اس کی شہوت کا بہترین تریاق ہے۔“

روزے کا اہتمام انسان کو جہنم کی آگ سے کوسوں دور کر دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
مَا مِنْ عَبْدٍ يَصُومُ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا بَاعَدَ اللَّهُ بِذَلِكَ الْيَوْمِ
وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا ۖ

”جو بندہ ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس ایک دن کے بدلے میں اس کا چہرہ

لے منہ امام احمد ۳ ج ص ۲۴۱، ۲ ج ص ۲۹۶، ۴ ج ص ۲۲۔ حدیث کی سند صحیح ہے۔ اس سے ملنے ملتے

لفظوں کے ساتھ یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام میں ہے۔

لے صحیح بخاری کتاب الصوم باب الصوم لمن غاف علی نفسه صحیح مسلم کتاب النکاح، باب استحباب النکاح.....

لے صحیح بخاری کتاب الجہاد باب فضل الصوم فی سبیل اللہ۔

صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام۔ لفظ صحیح مسلم کے ہیں۔

سفر سال کے لیے جہنم سے دُور کر دیں گے :

روزہ ایسا نیک عمل ہے جو انسان کو جنت تک پہنچا کر رہتا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :

قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ ادْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ - قَالَ :
"عَلَيْكَ بِالصَّوْمِ، لَا مِثْلَ لَهُ" ۞

میں نے دریافت کیا : یا رسول اللہ ! مجھے ایسا کام بتادیں جس پر عمل کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : روزے کا اہتمام کرو۔ اس جیسا کوئی دوسرا عمل نہیں۔

روزہ اُن عظیم المرتبت کاموں میں سے ہے جو قیامت کے روز شفاعت کرے گا۔ اور اس کی شفاعت بارگاہِ خداوندی میں قبول بھی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَقُولُ الصَّيَامُ : اَيُّ رَبِّ مَنَعْتَهُ الطَّعَامَ وَالشَّهْوَةَ ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ :
مَنَعْتَهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ ، قَالَ : فَيُشَفَّعَانِ ۞

روزہ اور قرآن قیامت کے روز بندے کے حق میں شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا : اے

پروردگار! میں نے اے کھانے اور شہوت پوری کرنے سے روکا تھا، لہذا اس کے حق میں میری

شفاعت قبول فرمائیں۔

قرآن کہے گا : میں نے اے رات کو سونے نہیں دیا، لہذا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : پس ان دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی :

سنن النسائي، ۴/۱۶۵۔ ابن حبان (الوارث، ص ۲۲۲)، المستدرک للحاکم، کتاب الصیام، ابتداء میں۔

مسند احمد ج ۲، ص ۱۷۴، حدیث ۶۶۲۶۔ المستدرک للحاکم، کتاب فضائل القرآن، باب الصیام والقرآن

یشفعان، سند صحیح ہے، تحقیق احمد شاکر۔

ہر نیک کام کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے لیکن روزے کا اجر و ثواب بلا حساب اور لامحدود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ كَيْضَاعَفٌ، الْحَسَنَةُ عَشْرًا مِثْلَهَا إِلَى سَبْعِ مِثَّةٍ ضَعِيفٌ، قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ: إِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ، يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ، وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ، وَلَخَلُوفٌ فِيهِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

مہر انسان کا عمل بڑھایا جاتا ہے، نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: البتہ روزے کا مسئلہ مختلف ہے، کیونکہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار میری خاطر اپنی شہوت اور کھانا پھر دیتا ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔ اور روزے دار کے من کی ناپسندیدہ بڑی اللہ تعالیٰ کو کستوری سے زیادہ عزیز ہے۔

یہ ہیں وہ چند ایک مناقب و فضائل جو روزے کے ضمن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیان ہوئے ہیں۔ اس سب کو جان لینے کے بعد بھی کوئی بد نصیب اور قسمت کا مارا ہوا اپنی آخرت نہ سنواریے بلکہ صحت مند، تندرست اور توانا ہونے کے باوجود روزے نہ رکھے تو یقیناً وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا شحق ہے۔ آپ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کے کہنے پر اُس کے خلاف بددعا کی، جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ: آمِينَ آمِينَ، آمِينَ "قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ صَعِدْتَ الْمِنْبَرَ فَقُلْتَ:

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام۔

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین آمین آمین کہا۔ کسی نے وجہ دیافت کی کہ یا رسول اللہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے آمین آمین آمین کہا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: جبریل امین علیہ السلام نے مجھے آکر کہا: ”جس آدمی نے رمضان کا مہینہ پایا، پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو سکی اور نتیجہ وہ آگ میں داخل ہو گیا تو اللہ اسے ہر اک دہرہ بادل کرے اور اپنی رحمت سے مزید دہرہ کرے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ آمین کہیں، تو میں نے آمین کہی... الخ“

رمضان المبارک کا فرض روزہ نہ رکھنے والا سب سے پہلے اس بدو عاکی زد میں آتا ہے اور وہ لوگ بھی اس بُدعا کے اثر سے محفوظ نہیں رہ سکتے جو رمضان المبارک کے سنہری موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے، بلکہ اُس کے ثواب و احکام کی خلاف ورزی کر کے مزید وبال اپنے سر لے لیتے ہیں۔ احکام و آدابِ رمضان میں پوری کاجو انجام مکمل کتنا ہے وہ درج ذیل حدیث سے بہت واضح ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَتَانِي رَجُلَانِ فَأَخَذَا بِضَبْعِي فَأَتَيَانِي جَبَلًا وَعَرَا
فَقَالَا: اصْعَدْ، فَقُلْتُ: إِنِّي لَا أُطِيقُهُ فَقَالَا: سَنُسَهِّلُهُ لَكَ
فَصَعِدْتُ، حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي سَوَاءِ الْجَبَلِ إِذَا بِأَصْوَاتٍ شَدِيدَةٍ
قُلْتُ: مَا هَذِهِ الْأَصْوَاتُ بِهِ قَالُوا: هَذَا عَوَاءُ أَهْلِ النَّارِ
ثُمَّ انْطَلَقَ بِي، فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُعَلِّقِينَ بِعَرَاقِيهِمْ، مُشَقَّةَ
أَشْدَاقِهِمْ، تَسِيلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا قَالَ: قُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ؟

۱۷ مبعوث ابن حبان۔ منہ امام احمد، ج ۲، ص ۲۴۶، اور ص ۲۵۴۔

سنن البيهقي، كتاب الصيام، باب في فضل شهر رمضان، ج ٢، ص ٣٠٢.

قَالَ الَّذِينَ يُفْطِرُونَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ

میں سو رہا تھا کہ میرے پاس وہ آدمی آئے (جو حقیقت فرشتے تھے) وہ میرا بازو پکڑ کر ایک پوچھا ناہوا پہلا کے پاس لے آئے اور کہا: اُپر چڑھے۔ میں نے کہا: میں ایسے پہاڑ پر نہیں چڑھ سکتا۔ انہوں نے کہا: ہم راستہ آپ کے لیے ہمارے کیے دیتے ہیں۔ چنانچہ میں چڑھ گیا۔ جب میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو وہاں میں نے بہت پر شور آوازیں سنیں۔ میں نے دریافت کیا: یہ کیسی آوازیں ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ جہنم والوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ مجھے لے کر آگے چل پڑے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ لڑیوں سے بندھے ہوئے اندر سے منہ لٹکے ہوئے ہیں اور ان کی باچھیں چری ہوئی ہیں، جن سے خون بہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کر لیتے ہیں۔

غور فرمائیے کہ اگر قبل از وقت روزہ افطار کر لینے والے کی یہ سزا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشاہدہ فرمایا تو بالکل روزہ نہ رکھنے والوں کی کیسی ہوگی؟ یہ بات پر غور اور توجہ کر لینے سے ساری حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے بشرطیکہ دماغ سوچنے کے قابل ہو اور دل مر نہ چکا ہو۔



۱۔ المستدرک للحاکم، کتاب الصوم، باب عذاب من یفطر الصوم قبل وقته، ج ۱، ص ۴۳۰۔ ۲۔ امام حاکم نے حدیث شریفہ کلم کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے اس حکم کی تائید کی ہے۔ صحیح ابن حبان۔ حدیث ۱۸۰۰۔

حج ادا نہ کرنا

اسلام کے پانچ معروف ارکان میں سے آخری کن حج ہے۔ حج جہاں ایک طرف اسلام کا بہت بڑا اور اہم رکن ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ کام اہل ایمان کے لیے بہت بڑی نعمت و سعادت بھی ہے، کیونکہ حج ادا کر لینے کے بعد انسان کو دنیوی و دُنیوی دونوں اعتبار سے متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات سے یہ بات بہت عیاں ہے، آپؐ نے فرمایا:

تَابِعُوا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الذُّنُوبَ وَالْفَقْرَ
كَمَا يَنْفِي الْكَبِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ وَالذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَلَيْسَ
لِحَجَّةٍ مَبْدُورَةٌ فَوَاقٍ إِلَّا الْجَنَّةَ ۖ

”پہلے وہ حج اور عمرے کا اہتمام کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں نیک کام گناہوں اور غربت کو اس طرح ختم کر دیتے ہیں جس طرح بھیڑیوسے، سونے اور چاندی کی میل کھیل کو ختم کر دیتی ہے۔ حج مبرور (یعنی مقبول حج) کا ثواب جنت سے کم نہیں۔“

اللہ تعالیٰ کی تقدیر یا حکمت کے موجب اگر کسی انسان کو یہ دنیاوی فائدہ نہ بھی ملے تب بھی حج مبرور اس کی اُخروی فلاح و کامیابی کی ضمانت ہے، بشرطیکہ:

۱۔ ”بَيْنَ الْإِسْلَامِ عَلَى خَمْسٍ“ والی حدیث بحکم الفاظ، ترجمہ اور تفسیر حج کے ساتھ متعدد بار گزر چکی ہے۔

۲۔ سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء في ثواب الحج والعمرة۔ سنن النسائی، کتاب الحج، باب فضل المتابعة بين الحج والعمرة۔ الشيخ ناصر الدين الألبانی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح الجامع حدیث ۲۹۰۱۔

- ۱۔ حج اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کیا جائے۔
 - ۲۔ دوران حج لڑائی جھگڑے سے ہر طرح پرہیز کیا جائے۔
 - ۳۔ گالی گلوہج حتیٰ کہ سخت سست بات کہنے سے بھی اپنے آپ کو متاثر نہ ہو کر بچایا جائے۔
 - ۴۔ حج پر آنے والے کا ذریعہ معاش حلال و جائز ہو۔ اس کے بعد وہ حاجی ان شاء اللہ العزیز حقوق اللہ سے متعلق تمام گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
- مَنْ حَجَّ لِلَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

”جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا، پھر نہ شہوانی فعل کیا اور نہ ہی کوئی بد عملی کی، وہ اگتا ہوں سے

پاک صاف ہو کر اس طرح لوٹا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔

حج کا مقام و مرتبہ تو یقیناً اپنی جگہ مسلم ہے، عمرو بھی اجر و ثواب کا اعتبار سے کسی عظیم نعمت سے

کم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ

۱۔ اسلام نے حقوق کو دو دوافع میں تقسیم کیا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق اللہ سے متعلق چھوٹی چھوٹی سی

نغز میں یعنی گناہ و منکرو بعض نیکیوں کے طفیل معاف ہو جاتی ہیں۔ اور بڑے گناہ تو یہ کرنے اور حج کرنے سے

معاف ہو جاتے ہیں۔ البتہ حقوق العباد صرف اس شکل میں معاف ہو سکتے ہیں کہ یا تو متعلقہ فرد کی حق رسی کڑی

جائے اور یا پھر وہ معاف کر دے۔ حج ایک ایسا منکر و عمل ہے جس کی وجہ سے تمام چھوٹے بڑے گناہ جو حقوق

اللہ سے متعلق ہوں سب کے سب معاف ہو جاتے ہیں۔ مزید تفصیلات اسی کتاب کی جلد ۱ کے آخر میں

”حقیقت و شرائط توبہ کے عنوان سے ذکر کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

۲۔ صحیح بخاری کتاب الحج، باب وجوب العمرة وفضلها۔

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فی فضل الحج والعمرة۔

لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔

”ایک عمر دوسرے عمر سے تک درمیانی وقفے کے لیے کفارہ ہے۔ اور حج مقبول کا ثواب جنت سے کم کسی طرح نہیں۔“

جب حج کی اس قدر اہمیت و فضیلت ہے تو پھر بھی اگر کوئی مسلمان مادی وسائل اور فراغت رکھنے کے باوجود اس کا اہتمام نہ کرے تو یقیناً وہ بد نصیب انسان ہے جس پر اسے میں اور جس اسلوب بیان میں اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم دیا ہے وہ خود قابلِ توجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَرَّكَاً وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝
فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلَّهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ
اللَّهَ عَنِيَّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

”بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ یہی ہے جو مکہ میں واقع ہے، اس کو خیر و برکت دے دی گئی تھی اہتمامِ حیاں والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنا دیا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کا مقام عبادت ہے، اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا امن پالیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی کفر کی راہ اختیار کرے (یعنی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے) تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔“

آیتِ کریمہ اور اس کے ترجمے پر ذرا غور فرمائیں۔ دو خط کشیدہ جملے بالخصوص توجہ کے قابل ہیں:

”لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے۔۔۔۔۔“ اور ”جو کوئی کفر کی راہ اختیار کرے۔۔۔۔۔“

۱۔ (حوالہ سابق)

۲۔ سورت آل عمران، آیت ۹۷۔

اور اس دوسرے جملے کا اقسام ایک دمکی کے سے انداز میں کیا جا رہا ہے کہ اگر تم حج نہ کرو گے تو اللہ کا کیا مجرّمے گا وہ تو سارے جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ البتہ سارے کا سارا نقصان تمہارا ہی ہو گا۔ اسی آیت کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو یہودی اور عیسائی قرار دیا ہے۔ فرمایا:

مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تَبْلُغُهُ حِجَّ بَيْتِ اللَّهِ الْحَرَامِ وَلَمْ يَحُجَّ
فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا وَذَلِكَ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى
يَقُولُ، وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

”جس آدمی کے پاس زادراہ ہے اور ایسی سواری بھی ہے جو اسے بیت اللہ الحرام کے حج تک پہنچا سکے، اس کے باوجود اس نے حج نہیں کیا، پھر ایسے آدمی کے بارے میں کوئی تشریح نہیں خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی یعنی عیسائی ہو کر مر جائے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”لِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا“

یعنی لوگوں کے ذمے اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے۔

اگرچہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور ہے لیکن سابقہ آیت کریمہ کے آخری جملے کو ساتھ ملا کر پڑھا جائے اور مفہوم حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حدیث معنوی اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ اور بالخصوص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے درج ذیل قول کی روشنی میں دیکھا جائے تو معنوی اعتبار سے حدیث کے صحیح ہونے میں شک ہی نہیں رہتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاز فی التغلیظ فی ترک الحج۔

السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب امکان الحج، بروایت ابوامامہ الفاظ خاصے مختلف ہیں، تاہم مفہوم

قریب قریب یہی ہے۔ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أبعَثَ رَجَالًا إِلَى هَذِهِ الْأَمْصَارِ فَيَنْظُرُوا كُلَّ مَنْ
لَهُ حِدَةٌ وَلَمْ يَحْجْ فَلْيَضْرِبُوا عَلَيْهِمُ الْجَزِيَّةَ وَمَا هُمْ بِمُسْلِمِينَ^۱

”میں نے پختہ فرم کر لیا ہے کہ میں مختلف شہروں میں سرکاری نمائندے ارسال کروں وہ جائزہ لیں

کہ ہر مسلمان استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا اس پر جزیہ مقرر کر دیں۔ ایسے لوگ مسلمان نہیں ہیں۔“

حاصل بحث یہ کہ حج انسان کو گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دیتا ہے جس طرح نورود بچہ گناہوں
سے پاک ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے کا ایمان ہی سرے
سے خطرے میں ہے، بجایہ کہ اس کی دیگر عبادتیں قبول ہوں۔



^۱ سنن سعید بن منصور، بحوالہ تفسیر ابن کثیر، سورت آل عمران آیت ۹۷ کی تفسیر میں۔

سنن البیہقی، کتاب الحج، باب امکان الحج۔ اگرچہ الفاظ مختلف ہیں لیکن معنی قریب قریب ہی ہے۔
سند قلیل اعتماد ہے۔

نور اسلام اکیڈمی لاہور کی چند مطبوعات کا تعارف

○ جنت کی راہ : تالیف : ابو عبد الرحمن شبیر بن نور

نظر ثانی و تقدیم : ڈاکٹر محمد نذیر مسلم (رجیم یار خان)

اللہ تعالیٰ کی جنت کیسی ہوگی، اہل جنت کو وہاں کیا کچھ ملے گا؟ جنت میں داخلے کی شرائط کیا ہیں؟ اور کون کون سے کام جنت سے محرومی کا سبب بن سکتے ہیں؟ نیز جنت میں لے جانے والے کاموں کی تفصیل — قرآن و حدیث کی روشنی میں جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ صفحات : 280، قیمت : 100 روپے

○ ارادہ ہے توبہ کر لوں، لیکن.....

تالیف : الاستاذ محمد بن صالح المنجد، ترجمہ : ابو عبد الرحمن شبیر بن نور

بلاشبہ شیطان انسان کا ازلی وابدی دشمن ہے، جو مقابلہ میں سامنے سے وار کرنے کی بجائے چکر اور چکمہ دے کر مختلف طریقوں سے حملہ آور ہوتا ہے اور مختلف حربوں، دوسوسوں، سازشوں اور مکاریوں سے انسان کو گناہوں میں الجھائے رکھنے اور توبہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پیش نظر کتاب میں شیطان کے ان حربوں کا جواب فراہم کیا گیا ہے۔ صفحات : 92، قیمت : 39 روپے

○ مسلمان عورت کا پردہ اور لباس نماز

تالیف : امام ابن تیمیہؒ، تعلیقات علمیہ : امام ناصر الدین الالبانی

ترجمہ : مقصود الحسن فیضی، نظر ثانی و تقدیم : فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری

عورت کے لئے پردہ اور اسلامی شریعت کا ایک واضح حکم ہے — اور چونکہ عورت کا چہرہ اس کے حسن و بیچ کا اصل معیار ہے اس لئے پردے کے حکم کا اولین ہدف یہ ہے کہ چہرہ نگاہوں سے اوجھل رہے۔ لیکن بعض اہل علم نے اس مسئلے میں بڑی بے احتیاطی برتی ہے اور اس کے لئے عجیب و غریب ”دلائل“ پیش کئے ہیں۔ پیش نظر کتاب میں ان دلائل کا مسکت جواب دے کر اس نکتے کو جامع انداز سے بیان کیا گیا ہے۔

صفحات : 64، قیمت : 27 روپے

○ تہذیب اطفال تلخیص، ترجمہ و تخریج احادیث : ابو عبد الرحمن شبیر بن نور

مفکر اسلام علامہ ابن قیم الجوزیہؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ”تحفة الودود باحکام المولود“ سے ماخوذ ولادت سے بلوغت تک کے احکام و مسائل پر مشتمل — مسلمان بچوں کی تربیت کے حصّہ میں ایک راہنما کتاب جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ (نظر ثانی و اضافہ شدہ ایڈیشن)

صفحات : 100 سے زائد، قیمت : 45 روپے

بامقصد عملی موضوعات، دیدہ زیب رنگین فائسل، بہترین کثابت یا کمپیوٹر کمپوزنگ، اعلیٰ سفید کاغذ اور معیاری طباعت، ہماری مطبوعات کا طغرائے امتیاز ہیں۔

تعارفِ مؤلف

☆ شبخیر احمد نورانی بن۔ مولانا نور احمد کنیت، ابو عبد الرحمن علمی دنیا

میں ابو عبد الرحمن شبخیر بن نور کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔

☆ آپ کے والد محترم جناب مولانا نور احمد ضلع رحیم یار خاں کے معروف حاجی کارکن

اور جماعت اسلامی کے فعال و متحرک رکن ہیں۔

☆ جناب ابو عبد الرحمن نے جامعہ معارف اسلامیہ رحیم یار خاں سے تعلیم کا آغاز

کیا، پھر انکلیتہ الاسلامیہ میں تعلیم حاصل کی، دار القرآن والحدیث جناح کالونی

اور الجامعۃ السلفیہ فیصل آباد میں ایک ایک سال پڑھنے کے بعد جامعہ

عربیہ گوجرانوالہ میں رہ کر فاضل عربی کیا۔

☆ سعودی عرب کی معروف اسلامی یونیورسٹی جامعۃ الامام کے کلیہ

اصول الدین سے بی اے کیا۔ اس کے بعد وفاق المدارس السلفیہ کا امتحان

پاس کر کے ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات کی سند حاصل کی۔

☆ پانچ سال تک جامعہ ابی بکر الاسلامیہ گلشن اقبال کراچی میں تدریس حدیث

اور اصول حدیث کے فرائض انجام دیتے، برصغیر میں جامعہ ابی بکر ہی واحد یونیورسٹی

ہے جہاں تعلیم و تدریس کا ذریعہ عربی میڈیم ہے۔

☆ فی الحال سعودی عرب کی وزارت العدل میں ۱۹۸۷ء سے مترجم کے فرائض

انجام دے رہے ہیں۔

☆ متعدد کتابوں کے مترجم اور مؤلف ہیں، جن کی تفصیل اندونی صفحات میں دی گئی جا چکی ہے۔